

مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کی کتب
میں مذکور بے حیائی اور فحاشی سے متعلق
واقعات کا تحقیقی و دستاویزی جائزہ

قادیانی بے حیائی

مفتی مبشر شاہ



مرزا غلام قادیانی اور قادیانیت کی کتب
میں مذکور بے حیائی اور فحاشی سے متعلق
واقعات کا تحقیقی و دستاویزی جائزہ

قادیانی بے حیائی

مفتی مبشر شاہ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	قادیانی بے حیائی
مصنف	مفتی سید مبشر رضا قادری
طبع اول	
تعداد	1000
قیمت	

درد مند مسلمان متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہماری یہ کتاب اور دیگر
کتب کی اشاعت میں اپنا تعاون شامل فرمائیں تاکہ
عقیدہ ختم نبوت پر مشتمل یہ کتب مسلمانانِ اہل حق کے لئے
فتنہ قادیانیت کو سمجھنے اور اپنے عقائد ونظریات کے تحفظ
میں موثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس کتاب کی طباعت
میں حصہ شامل کرنا چاہتے ہیں تو براہ کرم ہمارے فراہم
کردہ وٹس ایپ نمبر پر رابطہ فرمائیں نیز اسی نمبر پر ہمارا
جیز کیش اور ایزی پیسہ اکاونٹ بھی ہے۔

03247448814

فہرست

انتساب

اس جری مردِ حق، فاتحِ یمامہ حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ کے نام، جن کے نیزے نے مسیلمہ کذاب جیسے کذابِ اعظم کے فتنے کا سینہ چاک کر کے تاریخِ عالم میں یہ ابدی حقیقت رقم کر دی کہ تاجدارِ ختمِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد منصبِ رسالت پر شب خون مارنے والا ہر جھوٹا دعویدار، چاہے وہ ماضی کا مسیلمہ ہو یا حال کا کوئی مرزا، اس کا مقدر صرف ذلت اور نامرادی ہے۔ یہ ادنیٰ سی کاوش اس عظیم پاسبانِ ناموسِ رسالت کی نذر ہے جس نے کذب و ارتداد کے ایوانوں کو خاکستر کر کے قیامت تک کے لیے اعلان کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

راقم: مفتی مبشر شاہ

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح گالی باز

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مسیح گالی باز

مرزا غلام قادیانی جس نے نبوت، مسیحیت، مہدیت کے دعویٰ جات کے علاوہ اور بہت سے دعوے کئے وہ اپنے مخالفین کی نسبت کہتا ہے کہ:

إِنَّ الْعِدَا صَارُوا خَنَازِيرَ الْفَلَا وَنِسَاءُ هُمْ مِنْ دُونِهِنَّ الْأَكْلُبُ

دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 53)

مخالفین کے لیے حیوانی اور نسوانی تحقیر

یہ عبارت مرزا غلام قادیانی کی اس طرزِ تحریر کی نمائندہ ہے جس میں اختلافِ رائے کو علمی جواب دینے کے بجائے براہِ راست گالی، تحقیر اور اخلاقی پستی کا سہارا لیا گیا۔ مخالفین کو "بیابانوں کے خنزیر" کہنا محض سخت زبان نہیں بلکہ دانستہ طور پر انہیں انسانیت کے دائرے سے خارج کرنے کی کوشش ہے، کیونکہ خنزیر اسلامی معاشرت میں نجاست اور کراہت کی علامت سمجھا جاتا ہے، اور اسی علامت کو استعمال کر کے مخالف فریق کو حقیر ثابت کرنا مقصود ہے۔ اس سے بھی زیادہ سنگین پہلو مخالفین کی عورتوں کو "کتیوں سے بڑھ کر" کہنا ہے، جو نہ صرف شدید اخلاقی گراوٹ کی علامت ہے بلکہ نسوانی شرف اور انسانی وقار پر براہِ راست حملہ بھی ہے۔ یہاں عورتوں کو کسی فکری یا اعتقادی اختلاف کا فریق بنائے بغیر محض مردوں سے دشمنی کے جرم میں گالی کا نشانہ بنایا گیا، جو اس بات کو واضح کرتا ہے کہ یہ زبان کسی دینی غیرت یا علمی حمیت کا نتیجہ نہیں بلکہ نفسانی غصے اور تحقیر پسند ذہنیت کا اظہار ہے۔

اس عبارت کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ یہ ایک ایسے شخص کے قلم سے نکلی جس نے اپنے لیے مسیحیت، مہدویت بلکہ نبوت جیسے عظیم دعوے کیے، جبکہ انبیاء علیہم السلام کے اسوہ میں دشمنوں کے لیے بھی حلم، صبر اور اخلاقی بلندی کی مثالیں ملتی ہیں۔ اس کے برعکس یہاں نہ صرف سخت الفاظ ہیں بلکہ جانوروں کی تمثیل کے ذریعے اجتماعی توہین کی گئی ہے، جو خود اس دعوے کی عملی تردید بن جاتی ہے۔ "مسیح گالی باز" کے عنوان کے تحت یہ حوالہ اس بات کا اولین ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کی تحریروں میں گالی کوئی وقتی لغزش نہیں بلکہ ایک منظم اسلوب تھا، جس میں مخالفین کی تذلیل، ان کی عورتوں کی بے حرمتی اور سماجی نفرت کو ہوا دینا مرکزی عنصر کے طور پر موجود ہے۔

اسلوبِ گالی اور حیوانی تشبیہ کا فکری پس منظر

زیرِ بحث عبارت میں مرزا غلام قادیانی نے اپنے مخالفین کو "بیابانوں کے خنزیر" اور ان کی عورتوں کو "کتیوں سے بڑھ کر" قرار دے کر محض سخت الفاظ استعمال نہیں کیے بلکہ ایک پورا فکری سانچہ تشکیل دیا جس میں انسان کو جانور کے درجے میں گرا دیا جاتا ہے۔ علمی اختلاف میں حیوانی تشبیہات کا استعمال ہمیشہ دلیل کی کمزوری اور اخلاقی دیوالیہ پن کی علامت سمجھا گیا ہے، کیونکہ جب فکر دلیل سے عاجز آ جائے تو زبان تحقیر کا سہارا لیتی ہے۔ یہاں مخالفین کے اعمال یا افکار پر گفتگو کے بجائے ان کی ذات، عزت اور خواتین کی عصمت کو نشانہ بنایا گیا، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ طرزِ کلام کسی علمی مناظرے کا حصہ نہیں بلکہ گالی کو بطور ہتھیار استعمال کرنے کی شعوری روش ہے۔ یہی اسلوب "مسیح گالی باز" کے تصور کی بنیاد فراہم کرتا ہے کہ دعویٰ خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو، زبان کا اخلاقی معیار اصل حقیقت کو بے نقاب کر دیتا ہے۔

عورتوں کی تحقیر اور اسلامی اخلاقیات

اس عبارت میں مخالفین کے ساتھ ساتھ ان کی عورتوں کو بھی براہِ راست گالی کا نشانہ بنایا گیا، حالانکہ اسلامی اخلاقیات میں عورت کی عزت و حرمت کو غیر معمولی مقام حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مَرد مَردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔

(سورہ حجرات آیت 11)

اس آیت میں عمومی ممانعت ہے کہ طعن، لقب تراشی اور تحقیر ایمان کے منافی ہے، جبکہ یہاں معاملہ یہ ہے کہ عورتوں کو جانوروں سے تشبیہ دے کر ان کی اجتماعی بے عزتی کی گئی۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل و عیال کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔

(ابن ماجہ 1977)

اس معیار کے ہوتے ہوئے کسی بھی دینی دعوے دار کے لیے یہ ممکن نہیں رہتا کہ وہ عورتوں کی تحقیر کو اپنا اسلوب بنائے اور پھر بھی اخلاقِ نبوی ﷺ کا دعویٰ کرے۔

دعویٔ مسیحیت اور اخلاقِ انبیاء کا تقابل

انبیاء علیہم السلام کی زندگیوں کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ شدید ترین مخالفت کے باوجود ان کی زبان وقار، صبر اور خیر خواہی سے خالی نہیں ہوئی۔ قرآن مجید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان کرتا ہے:

فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ

ترجمہ کنزالایمان: تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔

(سورہ طٰہٰ 44)

جب فرعون جیسے سرکش کے لیے بھی نرم گفتگو کا حکم ہے تو عام مخالفین کے لیے خنزیر اور کتے جیسے الفاظ کس نبی کے اسوہ سے ماخوذ ہو سکتے ہیں۔ اس تقابل سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ زیرِ بحث عبارت نہ صرف دعویٔ مسیحیت سے متصادم ہے بلکہ انبیائی اخلاق کے بالکل برعکس رخ پر کھڑی ہے، اور یہی تضاد اس دعوے کی صداقت پر بنیادی سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔

گالی بطور دلیل، علمی افلاس کی علامت

علمی دنیا میں یہ اصول مسلم ہے کہ دلیل دلیل سے رد کی جاتی ہے، نہ کہ گالی سے۔ مرزا قادیانی کی اس عبارت میں نہ کوئی عقلی استدلال ہے، نہ نصوصِ شرعیہ سے استشہاد، بلکہ محض تحقیر آمیز تشبیہات ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَيْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ،

وَلَا الْبَذِيءِ
مومن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیاء اور بدزبان نہیں ہوتا ہے۔

(ترمذی 1977)

اس حدیث کی روشنی میں یہ طرزِ کلام ایمان کے دعوے سے متصادم نظر آتی ہے، چہ جائیکہ نبوت یا مسیحیت کے دعوے کے ساتھ اس کا کوئی جوڑ بنتا ہو۔ اس طرح گالی خود دلیل کے فقدان کی شہادت بن جاتی ہے اور قاری کو یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگتی کہ یہاں علمی قوت نہیں بلکہ لسانی تشدد کارفرما ہے۔

مسیح گالی باز، ایک عنوان کی معنوی تکمیل

یہ حوالہ "مسیح گالی باز" کے عنوان کو محض ایک نعرہ نہیں بلکہ ایک مستند علمی حقیقت بنا دیتا ہے۔ جب ایک شخص کی تحریروں میں بار بار مخالفین، ان کی عورتوں اور ان کے معاشرتی تشخص کو جانوروں سے تشبیہ دی جائے تو یہ اتفاقی لغزش نہیں رہتی بلکہ مستقل مزاجی کے ساتھ اپنایا گیا اسلوب بن جاتی ہے۔ قرآن مجید میں واضح اصول بیان کیا گیا ہے:

مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ
ترجمہ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(سورہ ق 18)

اس اصول کے تحت یہ گالیاں خود اپنے قائل کے لیے دائمی شہادت بن جاتی ہیں۔ اسی لیے "مسیح گالی باز" کے تحت اس حوالہ کو رکھنا محض تنقید نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور اعتقادی مقدمہ ہے جو زبان، دعوے اور کردار کے باہمی تضاد کو پوری شدت کے ساتھ قاری کے

سامنے رکھ دیتا ہے۔

مرزا قادیانی ایک اور مقام پر کہتا ہے کہ:

ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

(روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 31)

نسب پر حملہ اور اخلاقی دیوالیہ پن

یہ عبارت مرزا غلام قادیانی کے اس اسلوب کی ایک نہایت سنگین مثال ہے جس میں فکری اختلاف کو اخلاقی گالی میں بدل دیا جاتا ہے۔ "ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا" جیسے دعوائی جملے کے بعد فوراً مخالف کی نسبی حیثیت پر حملہ کر کے اسے "ولد الحرام" اور "حلال زادہ نہیں" کہنا اس بات کی کھلی شہادت ہے کہ یہاں دلیل کی جگہ جبرِ لسانی نے لے لی ہے۔ علمی دنیا میں کسی دعوے کو نہ ماننے کی سزا یہ نہیں ہوتی کہ مخاطَب کی ماں، نسب اور شرف کو نشانہ بنایا جائے، بلکہ یہ طرزِ بیان خود اس دعوے کی کمزوری کو ظاہر کرتا ہے۔ نسب پر حملہ ہمیشہ اس وقت کیا جاتا ہے جب قائل کرنے کے لیے دلیل باقی نہ رہے، اور یہی پہلو اس عبارت کو "مسیح گالی باز" کے تصور میں مرکزی حیثیت دیتا ہے۔

نسب کی حرمت اور قرآنی اصول

اسلام میں نسب اور خاندانی عزت کو غیر معمولی تقدس حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ
أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ
أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا

تَنَابَزُوا بِالْاَلْقَابِ

ترجمہ کنزالایمان: اے ایمان والو نہ مَرد مَردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔

(سورہ حجرات 11)

اس آیت کی روشنی میں کسی کو "ولد الحرام" کہنا صریحاً تنابز بالالقاب اور بہتان کے زمرے میں آتا ہے، کیونکہ یہ الزام نہ کسی ثبوت پر مبنی ہے اور نہ ہی اس کا اختلافِ رائے سے کوئی تعلق ہے۔ اس طرح یہ عبارت نہ صرف اخلاقی جرم ہے بلکہ قرآنی اصولوں کی صریح خلاف ورزی بھی ہے۔

حدیثِ نبوی ﷺ اور نسب پر طعن کی ممانعت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان کے اس طرح کے استعمال کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے۔ حدیثِ مبارکہ میں ہے:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔

(بخاری 48)

نسب پر حملہ تو عام گالی سے بھی بڑھ کر ہے، کیونکہ اس میں براہِ راست ایک پاک دامن ماں کی طرف بہتان کا پہلو نکلتا ہے، اور بہتان کو قرآن نے سخت ترین گناہوں میں شمار کیا ہے۔ ایسے میں نبوت یا مسیحیت کے دعوے کے ساتھ اس زبان کا جمع ہونا کسی طور قابل فہم نہیں رہتا۔

دعویٔ فتح اور جبرِ اعتقاد کا مسئلہ

اس عبارت کا ایک اور خطرناک پہلو یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی "فتح" کو ایک عقیدے کی حیثیت دے کر اس کے انکار کو اخلاقی اور نسبی جرم بنا دیا۔ یعنی جو شخص اس دعوے کو نہ مانے وہ محض غلطی پر نہیں بلکہ "ولد الحرام بننے کا شوقین" ہے۔ یہ طرزِ فکر علمی دعوت نہیں بلکہ جبرِ اعتقاد ہے، جس میں اختلاف کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ قرآن مجید کا اصول اس کے بالکل برعکس ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ

ترجمہ کنزالایمان: کچھ زبردستی نہیں دین میں۔

(سورہ البقرۃ 256)

جب دین میں جبر نہیں تو کسی شخصی دعوے کی "فتح" کو نہ ماننے پر نسبی گالی دینا کس شریعت اور کس اخلاق کا تقاضا ہو سکتا ہے؟

مسیح گالی باز: عنوان کی مزید توثیق

یہ حوالہ "مسیح گالی باز" کے عنوان کو پہلے سے زیادہ مضبوط کر دیتا ہے، کیونکہ یہاں گالی محض طعن یا تمسخر تک محدود نہیں بلکہ نسب اور ماں کی عزت تک جا پہنچتی ہے۔ اس درجے کی زبان کسی وقتی اشتعال یا جذباتی لغزش کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک سوچے سمجھے اسلوب کی عکاسی کرتی ہے جس میں مخالف کو دلیل سے نہیں بلکہ ذلت سے زیر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ قرآن کے اصول

مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ

ترجمہ کنزالایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(سورہ ق 18)

کے تحت یہ الفاظ خود اپنے قائل کے خلاف مستقل گواہی بن جاتے ہیں۔ اسی لیے یہ حوالہ اس رسالے میں محض بطور اقتباس نہیں بلکہ ایک اخلاقی و اعتقادی فردِ جرم کی حیثیت رکھتا ہے، جو دعویٰ، زبان اور کردار کے تضاد کو پوری وضاحت کے ساتھ بے نقاب کرتا ہے۔

گالی کا جواب گالیوں سے مرزا کا قاعدہ

وانما نرد سبّ السابّین علی وجوھھم جزآء للمفتریات۔

اور صرف ہم گالی دینے والوں کی گالی ان کے منہ کی طرف واپس کرتے ہیں تا ان کے افترا کی پاداش ہو۔

(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 80)

گالی کو جوابی حق بنانے کی کوشش

مرزا غلام قادیانی کا یہ جواب دراصل اس کے پورے اسلوبِ سبّ وشتم کا اعتراف بھی ہے اور اس کا ناکام جواز بھی۔ وہ صاف تسلیم کرتا ہے کہ وہ گالیاں دیتا ہے، مگر ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ گالیاں ابتداءً نہیں بلکہ جواباً ہیں۔ علمی و دینی اعتبار سے یہی نکتہ سب سے زیادہ کمزور اور قابل گرفت ہے، کیونکہ انبیاء اور اولیاء کے اسوہ میں "جوابی گالی" نام کی کوئی چیز موجود نہیں۔

اعترافِ جرم، انکار نہیں

اس عبارت میں مرزا قادیانی یہ نہیں کہتا کہ میں گالی نہیں دیتا، بلکہ کہتا ہے کہ ہم گالی دینے والوں کی گالی واپس کرتے ہیں۔ یہ بات خود اس امر کا اقرار ہے کہ اس کی تحریروں میں سبّ وشتم موجود ہے۔ یوں "مسیح گالی باز" محض الزام نہیں رہتا بلکہ خود مدعا علیہ کی زبان سے ثابت ہو جاتا ہے۔ ایک مدعیٔ نبوت یا مسیحیت سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے قول و فعل کو انبیائی معیار پر پرکھے، نہ کہ عام لوگوں کے طرزِ عمل کو جواز بنا کر اپنی بدزبانی کو درست

ثابت کرے۔

قرآنی تعلیم برائی کا جواب برائی سے نہیں

قرآن مجید نے برائی کے جواب میں برائی کو اخلاقی معیار نہیں بنایا بلکہ اعلیٰ درجہ کے اخلاق کی تعلیم دی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ

ترجمہ کنزالایمان: اور نیکی اور بدی برابر نہ ہو جائیں گی، اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔

(سورہ فصلت 34)

اس آیت میں واضح اصول دے دیا گیا کہ بدی کا جواب بدی نہیں بلکہ احسن طریقے سے دیا جائے۔ اگر کوئی شخص گالی دے تو اس کے جواب میں گالی دینا قرآنی تعلیم نہیں بلکہ اسی سطح پر اتر آنا ہے، جس سے اخلاقی برتری ختم ہو جاتی ہے۔ مرزا قادیانی کا یہ جواز براہِ راست اس قرآنی اصول سے متصادم ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اسوہ شدید گالیوں پر بھی صبر

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے مجنون، ساحر، شاعر اور نہ جانے کیا کیا کہا، مگر سیرت کا کوئی معتبر باب یہ نہیں بتاتا کہ آپ ﷺ نے جواباً انہیں ماں، نسب یا جانوروں کی گالیاں دیں۔ یہاں جوابی گالی کی کوئی استثنائی شق موجود نہیں۔ اگر جواباً گالی دینا جائز ہوتا تو نبی کریم ﷺ سب سے پہلے اس کے حق دار ہوتے، مگر آپ ﷺ نے اس راستے کو اختیار نہیں

کیا۔

”جزاءً للمفتریات“ کا غلط مفہوم

مرزا قادیانی نے اپنی گالیوں کو ”جزاءً“ یعنی سزا قرار دیا، حالانکہ اسلام میں سزا کا اختیار نہ فرد کو ہے نہ قلم کو، بلکہ شریعت اور عدالت کو ہے۔ کسی پر افترا کا الزام ہو تو اس کا شرعی طریقہ موجود ہے، گالی نہیں۔ قرآن مجید افترا کے بارے میں سخت احکام بیان کرتا ہے، مگر کہیں یہ اجازت نہیں دیتا کہ تم بھی بدزبان ہو جاؤ۔ یوں یہ جواز نہ فقہی طور پر درست ہے، نہ اخلاقی طور پر، اور نہ ہی قرآنی نصوص سے ثابت۔

دعویٰ مسیحیت اور عام انسان کا معیار

یہ سب سے بنیادی سوال ہے کہ اگر ایک عام مسلمان کے لیے بھی گالی دینا فسق ہے، تو جو شخص اپنے آپ کو مسیحِ موعود، مہدی بلکہ نبی کہتا ہو، اس کے لیے یہ عذر کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے کہ ”وہ مجھے گالی دیتے ہیں اس لیے میں بھی دیتا ہوں“۔ یہ منطق تو ایک عام جھگڑالو انسان کی ہو سکتی ہے، کسی آسمانی منصب کے مدعی کی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حوالہ ”مسیح گالی باز“ کے عنوان کو غیر معمولی قوت دیتا ہے، کیونکہ یہاں نہ صرف گالی موجود ہے بلکہ اس پر فخر آمیز دفاع بھی کیا گیا ہے۔

یہ عبارت اس حقیقت کو مکمل طور پر بے نقاب کر دیتی ہے کہ مرزا قادیانی کے ہاں گالی کوئی حادثاتی لغزش نہیں بلکہ ایک باقاعدہ نظریہ اور پالیسی تھی، جسے وہ ”جوابی کاروائی“ اور ”جزاء“ کا نام دے کر جائز ثابت کرنا چاہتا تھا۔ قرآن، حدیث اور اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں یہ جواز سراسر باطل ہے، اور اسی بطلان میں ”مسیح گالی باز“ ایک تحقیقی عنوان سے بڑھ کر ایک ثابت شدہ اخلاقی فیصلہ بن جاتا ہے۔

جامع خلاصہ

سابقہ گفتگو میں مستند حوالہ جات کے ساتھ یہ حقیقت واضح کی گئی کہ مرزا غلام قادیانی کی تحریروں میں مخالفین، عام مسلمانوں بلکہ ان کی عورتوں اور نسب تک کو نشانہ بنانے والی گالیاں موجود ہیں، اور خود مرزا قادیانی نے ان گالیوں کا اعتراف کرتے ہوئے انہیں جوابی کارروائی کا نام دیا۔ قرآنِ مجید اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں یہ بات پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ گالی، طعن، تحقیر اور بدزبانی نہ صرف ایمان کے منافی ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کے اسوہ اور اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سراسر خلاف ہے، خواہ وہ ابتداءً ہو یا جواباً۔ بدی کا جواب بدی سے دینا اسلامی تعلیم نہیں، بلکہ نیکی اور حلم کے ذریعے اصلاح کرنا اصل معیار ہے۔

قادیانیوں کو دعوتِ اسلام

اسی بنیاد پر قادیانی حضرات کے سامنے خلوص کے ساتھ یہ دعوت رکھی جاتی ہے کہ وہ شخصیات کے دفاع کے بجائے قرآن، سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اجماعِ امت کو معیار بنائیں، دعووں کو اخلاقِ انبیاء پر پرکھیں، اور ختمِ نبوت جیسے بنیادی عقیدے پر امتِ مسلمہ کے متفقہ مؤقف کو قبول کریں۔ اسلام کسی فرقہ یا شخصیت کا نام نہیں بلکہ قرآن و سنت کا نام ہے، اور اسی میں دنیا و آخرت کی فلاح ہے۔ ہم نفرت نہیں بلکہ حق کی دعوت دیتے ہیں، اور یہ دعوت ہے کہ خالص اسلام کی طرف لوٹ آئیے، جہاں گالی نہیں، دلیل ہے، جہاں جبر نہیں، ہدایت ہے، اور جہاں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق ہی ایمان کا معیار ہیں۔

اقوم لدعوة الأنام، وفعل ما شاء وهو أحكم الحاكمين. والله يعلم ما في قلبي ولا يعلم أحد من العالمين.؂

حِبٌّ لَنَا فَبِحُبِّهِ نَتَحَبَّبُ
وَعَنِ الْمَنَازِلِ والْمَرَاتِبِ نَرْغَبُ

إِنِّي أَرَى الدُّنْيَا وَبَلْدَةَ أَهْلِهَا
جَدَبَتْ وَأَرْضُ وِدَادِنَا لَا تَجْدَبُ

يَتَمَايَلُونَ عَلَى النَّعِيمِ وَإِنَّنَا
مِلْنَا إِلَى وَجْهٍ يَسُرُّ وَيُطْرِبُ

إِنَّا تَعَلَّقْنَا بِنُورِ حَبِيبِنَا
حَتَّى اسْتَنَارَ لَنَا الَّذِي لَا يَخْشَبُ

إِنَّ الْعِدَا صَارُوا خَنَازِيرَ الْفَلَا
وَنِسَاءُهُمْ مِنْ دُونِهِنَّ الْأَكْلُبُ

کے لئے حکم کیا اور جو چاہا۔ کیا اور وہ احکم الحاکمین ہے۔

؂ ہمارا ایک دوست ہے اور ہم اُس کی محبت سے پُر ہیں۔ اور مراتب اور منازل سے ہمیں بے رغبتی اور نفرت ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ دنیا اور اُس کے طالبوں کی زمین قحط زدہ ہو گئی یعنی جلدی تباہ ہو جائے گی اور ہماری محبت کی زمین کبھی قحط زدہ نہیں ہو گی۔ لوگ دنیا کی نعمت پر جھکتے ہیں مگر ہم اُس مُنہ کی طرف جھک گئے ہیں جو خوشی پہنچانے والا اور طرب انگیز ہے۔ ہم اپنے پیارے کے دامن سے آویختہ ہیں ایسے کہ جو صاف اور شفاف نہیں ہو سکتا وہ بھی ہمارے لئے منور ہو گیا۔ دشمن ہمارے بیابانوں کے خنزیر ہو گئے اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ گئی ہیں۔

آنچہ راخواست کرد کہ او احکم الحاکمین است۔ وخدا می داند آنچہ در دل من است وغیر او ازاں آگاہ نہ۔

ترجمۂ اشعار۔ مارا محبوبے است کہ از حب او پر می باشیم۔ واز مراتب ومناصب بکلی فراغ داریم۔ می بینیم دنیا وزمین طالبانش را قحط برآں چیرہ شدہ و لے زمین دوستی ما ہموارہ سرسبز خواہد بود۔ مردم بر نعمت ہائے دنیا سر فرود آوردہ اند ولیکن ما میل سوئے روئے آوردہ ایم کہ شادی وخورمی بخشد۔ ما دست بدامان دوست خود زدہ ایم از ہمیں سبب است کہ آنچہ صاف بودنش دشوار بود جہت ما صاف وروشن گردیدہ است۔ دشمنان ما خنزیر ہائے بیابان شدہ اند وزنان آنہا سگ مادہ ہا را در پس انداختہ اند☆

بلکہ برابر سخت دل اور دشمن اسلام رہا اور مسیح کو برابر خدا ہی کہتا رہا۔ پھر اگر ہم اسی وقت بلا توقف دو ہزار روپیہ نہ دیں تو ہم پر لعنت اور ہم جھوٹے اور ہمارا الہام جھوٹا۔ اور اگر عبداللہ آتھم قسم نہ کھائے یا قسم کی سزا میعاد کے اندر نہ دیکھ لے تو ہم سچے اور **ہمارا الہام سچا**۔ پھر بھی اگر کوئی تحکم سے ہماری تکذیب کرے اور اس **معیار** کی طرف متوجہ نہ ہو اور ناحق سچائی پر پردہ ڈالنا چاہے تو بے شک وہ **ولد الحلال** اور نیک ذات نہیں ہوگا کہ خواہ نخواہ **حق سے روگردان** ہوتا ہے اور اپنی شیطنت سے کوشش کرتا ہے کہ **سچے** جھوٹے ہو جائیں۔

اب اس سے زیادہ صاف اور کون فیصلہ ہوگا کہ ہم دو کلموں کے مول میں خود امرت سر میں جا کر دو ہزار روپیہ دیتے ہیں۔ مسٹر عبداللہ آتھم اگر درحقیقت مجھے کاذب سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ ایک ذرہ بھی اس نے اسلامی عظمت کی طرف رجوع نہیں کی تو وہ ضرور بلا توقف عبارت مذکورہ بالا کے موافق اقرار کر دے گا کیونکہ اب تو وہ اپنے تجربہ سے جان چکا کہ میں جھوٹا ہوں اور مسیح کی حفاظت کو اس نے مشاہدہ کر لیا **پھر اس مقابلہ سے اس کو کیا خوف ہے** کیا پہلے پندرہ مہینوں میں مسیح زندہ تھا اور مسٹر عبداللہ آتھم کی حفاظت کر سکتا تھا **اور اب مر گیا ہے** اس لئے نہیں کر سکتا جبکہ عیسائیوں نے اپنے اشتہار میں یہ کہہ کے **اعلان** دیا ہے کہ خداوند مسیح نے مسٹر عبداللہ آتھم کی جان بچائی تو پھر اب بھی **خداوند مسیح** جان بچائے گا۔ کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ اب مسیح کے خداوند قادر ہونے کی نسبت مسٹر عبداللہ آتھم کو کچھ شک اور تردد پیدا ہو جائے اور پہلے وہ شک نہ ہو بلکہ اب تو بہت یقین چاہیئے کیونکہ اس کی خداوندی اور قدرت کا تجربہ ہو چکا اور نیز **ہمارے جھوٹ کا تجربہ**۔ لیکن یاد رکھو کہ مسٹر عبداللہ آتھم اپنے دل میں خوب جانتا ہے کہ یہ باتیں سب جھوٹ ہیں کہ اس کو مسیح نے بچایا جو **خود مر چکا** وہ کس کو بچا سکتا ہے اور جو مر گیا وہ قادر کیونکر اور خداوند کیسا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ سچے اور کامل خدا کے خوف نے اس کو بچایا اگر اب نادان عیسائیوں کی تحریک سے بے باک ہو جائے گا تو پھر اس کامل خدا کی طرف سے بے باکی کا مزہ چکھے گا۔ غرض اب ہم نے فیصلہ کی صاف صاف راہ بتا دی اور جھوٹے سچے کیلئے ایک معیار پیش کر دیا۔ اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم اور حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا **انصاف** کی رو سے جواب دے سکے انکار اور **زبان درازی** سے باز نہیں آئے گا اور ہماری **فتح** کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو **ولد الحرام بننے کا شوق ہے** اور حلال زادہ نہیں۔ پس حلال زادہ بننے کیلئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور

وإنّ نقض العهود من سير الكاذبين، فكيف يصدر هذا من أصدق الصادقين؟ وهو ملكٌ قدّوسٌ نور السماوات والأرضين، لا يُعزى إليه كذب ولا تخلّف وعدٍ كالمخلوقين، وقد تنزّه شأنه عن صفات المزوّرين. انظر إلى وعده ثم انظر كيف بلغت دعوة الصليب ذُرَى كمالها وقطعت الآطماع عن زوالها، وترون أن خيامها كيف رست

کیونکہ نقض عہد جھوٹوں کی خصلتوں میں ہے۔ سو یہ امر اصدق الصادقین سے کیونکر صادر ہو سکے۔ اور وہ قدوس آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کی طرف جھوٹ اور تخلّفِ وعدہ مخلوق کی طرح منسوب نہیں ہو سکتا اور اس کی شان دروغگو لوگوں کی صفات سے منزّہ ہے۔ اس کے وعدہ کو دیکھ۔ پھر دیکھ کہ صلیبی دعوت کس کمال تک پہنچ گئی ہے۔ اور اس کے زوال کی امید قطع ہو چکی ہے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ اس کے خیمے رسّوں کے ذریعہ

بقية الحاشية: يكسر شان هٰذه السادات وانما نرد سبّ السابّين على وجوههم جزآء للمفتريات . منه

بقیہ حاشیہ: نہیں ہے جو ان بزرگوں کی کسر شان کرتا ہو اور صرف ہم گالی دینے والوں کی گالی ان کے منہ کی طرف واپس کرتے ہیں تا ان کے افترا کی پاداش ہو۔ منه

کہ ہرگاہ وعدہ کند ایفا کند۔ چہ شکستن عہد شیمۂ دروغ زنان است چہ جائے آنکہ از راست ترین راستاں سر بر زند۔ وآں پاک برتر نور آسمان و زمین است و چوں آفریدہ ہا دروغ و خلاف وعدہ باو منسوب نمی شود۔ وشان وے بالاتر از دروغِ زنان است۔ اوّلاً نظر بر وعدہ اش بکن باز نگاہے بینداز کہ دعوت صلیبی تا چہ پایاں رسیدہ و امید زوال آن بنو میدی بدل شدہ۔ خیمہ اش باطنابہا

بقیہ حاشیہ: در بیان ما حرفے نخواہد بود کہ کسر شان ہمچو بزرگان از آن پیدا شود کار ما جز این نہ کہ دشنام دشنام دہندگان را برروئے شان باز۔ پس میزنیم تا انہا بہ پاداش افترائے خود برسند۔ منه

قرآن پر بہتان اور بدزبانی کا نیا جواز

مرزا قادیانی کو جب لوگوں نے روکا کہ تو گالیاں مت نکالا کر تو اس نے یہ کہہ کر جان چھڑا لی کہ:

سارا قرآن شریف گالیوں سے پر ہے۔

(روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 109)

مرزا غلام قادیانی کا یہ کہنا کہ" سارا قرآن شریف گالیوں سے بھرا ہوا ہے" دراصل اپنی بدزبانی سے جان چھڑانے کی ایک ناکام کوشش ہی نہیں بلکہ قرآنِ مجید پر صریح بہتان بھی ہے۔قرآن حکیم جس کتاب کو خود ہدایت، حکمت اور اخلاقِ عالیہ قرار دیتا ہے، اسے گالیوں کا مجموعہ کہنا کلامِ الٰہی کی روح سے ناواقفیت یا دانستہ تحریفِ مفہوم کی علامت ہے۔قرآن جہاں باطل افکار کی تردید کرتا ہے وہاں الفاظ دلیل، تمثیل اور حکیمانہ اسلوب میں آتے ہیں، نہ کہ نسب، عورتوں یا اشخاص کو جانوروں سے تشبیہ دے کر۔اس فرق کو مٹانا علمی خیانت ہے۔

قرآنی اسلوبِ کلام اور حسنِ گفتار کا اصول

قرآن مجید واضح طور پر زبان کے پاکیزہ استعمال کا حکم دیتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

ترجمہ کنزالایمان: اور میرے بندوں سے فرماؤ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو۔

(سورہ اسراء آیت 53)

اس آیت میں عمومی حکم ہے کہ گفتگو کا معیار "احسن" ہو، یعنی بہترین، نرم اور شائستہ۔اگر قرآن خود گالیوں سے بھرا ہوتا تو "احسن قول" کا یہ حکم بے معنی ہو جاتا۔اسی طرح قرآن نبی کریم ﷺ کے اخلاق کی گواہی دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

ترجمہ کنزالایمان: اور بیشک تمہاری خُوبُو (خُلق) بڑی شان کی ہے۔

(سورہ القلم آیت 4)

عظیم اخلاق گالی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔

تردید اور سبّ میں بنیادی فرق

قرآنِ مجید میں جہاں کفر، شرک اور باطل عقائد کی تردید ہے وہاں موضوع "عمل اور عقیدہ" ہے، نہ کہ ذاتیات۔ مثلاً باطل معبودوں کی بے بسی بیان کی جاتی ہے، مگر یہ اسلوب دلیل اور حقیقت پر مبنی ہوتا ہے، نہ کہ فحش کلامی پر۔ مرزا قادیانی نے اس علمی تردید کو شخصی گالیوں کے ہم معنی قرار دے کر قرآن کے اسلوب کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔ یہ طرزِ فکر دراصل اس حقیقت سے فرار ہے کہ قرآن کی کسی آیت سے ماں، نسب یا عورتوں کی گالی کا جواز نہیں نکلتا۔

اخلاقِ نبوی ﷺ اور قرآنی نمونہ

قرآن نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ

ترجمہ کنزالایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو اور کاموں میں ان سے مشورہ لو۔

(سورہ آل عمران آیت 159)

یہ نرمی اس وقت بھی تھی جب شدید مخالفت، طعن اور اذیت موجود تھی۔ اگر قرآن کا مزاج گالی ہوتا تو اس نرمی کی تعلیم کیوں دی جاتی؟ اس کے برعکس قرآن اصلاح، نصیحت اور حکمت کے ذریعے دل جیتنے کا راستہ دکھاتا ہے۔

نتیجہ اور دعوتِ فکر

یہ حوالہ "مسیح گالی باز" کے باب میں اس لیے نہایت اہم ہے کہ یہاں گالی کے دفاع میں بات آگے بڑھ کر قرآن پر ہی ڈال دی گئی۔ یہ نہ صرف اخلاقی کمزوری بلکہ فکری بے بسی کا اعلان ہے۔ قادیانی حضرات کے لیے خلوص کے ساتھ دعوت ہے کہ قرآن کو اس کے اپنے بیان کردہ معیار پر پرکھیں، اس کے اسلوبِ ہدایت کو گالی کے پردے میں نہ چھپائیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ کے عظیم اخلاق کو ایمان کا اصل پیمانہ بنائیں۔ قرآن دلیل، حکمت اور حسنِ کلام کی دعوت دیتا ہے۔ آئیے اسی خالص اسلام کی طرف لوٹ آئیں جہاں زبان پاکیزہ اور عقیدہ واضح ہوتا ہے۔

قرآن پر بہتان، تفسیر کی تحریف اور گالی کو دلیل بنانے کی ناکام کوشش

> قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اُس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سُنا سُنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ قرآن شریف میں بعض کا نام ابو لہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر کہا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید (بن) مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت

ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 115،116 حاشیہ)

مرزا غلام قادیانی کی یہ عبارت محض بدزبانی کا دفاع نہیں بلکہ قرآنِ مجید کے اسلوب پر صریح بہتان، مفہوم کی تحریف اور آیاتِ قرآنیہ کو عوامی گالیوں کے برابر لا کھڑا کرنے کی جسارت ہے۔ اس نے قرآن کی وعید، تردید اور اخلاقی فیصلہ کو جان بوجھ کر بازاری گالی کے ہم معنی قرار دینے کی کوشش کی، حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

لعنت کو گالی قرار دینا، قرآنی اصطلاح کی تحریف

مرزا قادیانی کہتا ہے کہ قرآن کفار پر لعنت بھیجتا ہے اور یہ گالی ہے، حالانکہ لعنت قرآن کی اصطلاح میں کسی کو گالی دینا نہیں بلکہ اللہ کی رحمت سے محرومی کا اعلان ہے، جو ایک عدالتی اور اعتقادی فیصلہ ہوتا ہے، نہ کہ فحش کلامی۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَعَنَ الْكَافِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا

ترجمہ کنزالایمان: بیشک اللہ نے کافروں پر لعنت فرمائی اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے۔

(سورۃ الأحزاب آیت: 64)

یہاں نہ کوئی ذاتی طعن ہے، نہ نسب پر حملہ، نہ عورتوں کی تحقیر، بلکہ ایک الٰہی فیصلہ ہے جو عقیدے کی بنیاد پر صادر ہوا ہے۔ اس کو عام انسانی گالی کہنا علمی بددیانتی کے سوا کچھ نہیں۔

ابولہب کو گالی کہنا، جہالت یا دانستہ فریب

مرزا قادیانی نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ قرآن نے کسی کا نام "ابولہب" رکھ کر اسے گالی دی، حالانکہ ابولہب اس شخص کی کنیت تھی جو خود عرب معاشرے میں مشہور تھی، اور قرآن نے اسی معروف نام کو استعمال کیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ

ترجمہ کنزالایمان: تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔

(سورہ اللھب آیت 1)

یہاں قرآن نے اس کے اعمال کی خبر دی ہے، نہ کہ اس کی ماں، نسب یا عورتوں کو گالی دی، جیسا کہ مرزا قادیانی اپنی تحریروں میں کرتا ہے۔

بندر اور خنزیر کا ذکر، مسخِ کردار، نہ کہ گالی

مرزا قادیانی نے قرآن کے اس بیان کو بھی گالی قرار دیا جس میں بعض قوموں کے عذاب اور مسخ کا ذکر ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ ۚ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ

ترجمہ کنزالایمان: تم فرماؤ کیا میں بتادوں جو اللہ کے یہاں اس سے بدتر درجہ میں ہیں وہ جن پر اللہ نے لعنت کی اور ان پر غضب فرمایا اور ان میں سے کر دیے بندر اور سور اور شیطان کے پجاری ان کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور یہ سیدھی راہ سے زیادہ بھکے۔

(سورہ المائدہ آیت 60)

یہ آیت سزا اور عذاب کے بیان میں ہے، کسی زندہ مخالف کو گالی دینے کے لیے نہیں۔ اس کو عام گالیوں پر قیاس کرنا قرآن کے بیان کردہ تاریخی و اخلاقی تناظر کو مسخ کرنا ہے۔

ولید بن مغیرہ کے بارے میں سخت الفاظ

قرآن نے ولید بن مغیرہ کے اعمال، نیت اور باطنی کیفیت کو بیان کیا، مگر ایک لفظ بھی ایسا نہیں جو فحش، بازاری یا نسبی گالی کے زمرے میں آئے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ، فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ

ترجمہ کنزالایمان: بیشک وہ سوچا اور دل میں کچھ بات ٹھہرائی۔ تو اس پر لعنت ہو کیسی ٹھہرائی۔

(سورہ المدثر آیت:19,18)

یہ تحلیل کردار ہے، نہ کہ گالی۔ قرآن فرد کے فعل کو موضوع بناتا ہے، مرزا قادیانی کی طرح اس کی ماں، نسب یا عورتوں کو نہیں۔ مرزا غلام قادیانی کا یہ دعویٰ کہ قرآن سخت گالیوں کا مجموعہ ہے، دراصل اپنی بدزبانی کو الٰہی رنگ دینے کی ایک ناکام کوشش ہے۔ قرآن گالی نہیں دیتا، فیصلہ سناتا ہے؛ نسب نہیں اچھالتا، کردار واضح کرتا ہے؛ عورتوں کو نشانہ نہیں بناتا، اعمال پر حکم لگاتا ہے۔ قادیانی حضرات کے لیے خلوص کے ساتھ دعوت ہے کہ وہ قرآن کو مرزا قادیانی کی عینک سے نہیں بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ، امت کے متفقہ فہم اور خود قرآن کے بیان کردہ معیار کے مطابق سمجھیں۔ یہی خالص اسلام ہے، اور اسی میں ہدایت، اخلاق اور نجات ہے۔

اقراری ثبوت: خود مرزا قادیانی کی زبان سے فیصلہ

ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔

(روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 133)

یہ جملہ "ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے" مرزا غلام قادیانی کی اپنی تحریر سے ایک ایسا اقراری ثبوت ہے جو کسی خارجی استدلال کا محتاج نہیں رہتا۔ جب کسی شخص کے قلم

سے یہ اصولی قاعدہ ثابت ہو جائے کہ ناحق گالی دینا کمینگی اور سفالت ہے، اور اسی شخص کی دیگر کتب میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کو دی گئی ہزاروں ناحق گالیاں موجود ہوں، تو فیصلہ خود بخود اسی کے اپنے معیار پر صادر ہو جاتا ہے۔

یہاں اصل نکتہ یہ نہیں کہ مخالفین نے کیا کہا، بلکہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے خود گالی کو اخلاقی پستی قرار دیا، پھر اسی قاعدے کی بار بار خلاف ورزی کی۔ یہ تضاد محض لغزش نہیں بلکہ ایک مستقل روش کی نشاندہی کرتا ہے، جس میں دعویٰ کچھ اور ہے اور عمل اس کے بالکل برعکس۔ ایسے میں دفاع کے تمام عذر جوابی گالی، قرآن پر تہمت، یا سخت کلامی کو گالی بنا کر پیش کرنا خود اسی اقراری اصول کے سامنے بے وزن ہو جاتے ہیں۔

علمی نتیجہ

جب اصول بھی قائل کا ہو اور اطلاق بھی اسی پر لازم آئے، تو یہ خود احتسابی کی ناکامی نہیں بلکہ خود الزام بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حوالہ "مسیح گالی باز" کے لیے مرکزی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ یہاں گالیوں کی کثرت پر بحث نہیں، بلکہ گالی کی اخلاقی حیثیت پر خود مرزا قادیانی کا فیصلہ موجود ہے، جو اس کے اپنے طرزِ عمل کے خلاف گواہی بن جاتا ہے۔

قادیانی حضرات کے لیے خیر خواہانہ دعوت ہے کہ شخصیات کے دفاع کے بجائے اصول کو تھامیں۔ اگر ناحق گالی واقعی سفالت ہے تو پھر اس اسلوب سے براءت اختیار کیجیے، اور اس اسلام کی طرف لوٹ آئیے جو قرآن و سنت، اخلاقِ نبوی ﷺ اور ختمِ نبوت پر قائم ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جس میں دلیل ہے، وقار ہے اور نجات ہے۔

وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں اور درحقیقت سب وشتم میں داخل ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جائے بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر یک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سب اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر یک سخت اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کے مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلّت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارہ میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہو گی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفار مکہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [1] معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شَرُّ الْبَرِيَّة قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا؟ کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [2] نہیں فرمایا کیا مومنوں کی علامات میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ [3] نہیں رکھا گیا کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سؤر اور کتّے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لونبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو

جس قدر مشرکین کا کینہ ترقی کر گیا تھا اس کا اصل باعث وہ سخت الفاظ ہی تھے جو اُن نادانوں نے دشنام دہی کی صورت پر سمجھ لئے تھے جن کی وجہ سے آخر لسان سے سنان تک نوبت پہنچی ورنہ اول حال تو وہ لوگ ایسے نہیں تھے بلکہ کمال اعتقاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا کرتے تھے کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلیٰ رَبِّہٖ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہیں جیسے آج کل کے ہندو لوگ بھی کسی گوشہ نشین فقیر کو ہرگز بُرا نہیں کہتے بلکہ نذریں نیازیں دیتے ہیں۔

اس جگہ مجھے نہایت افسوس اور غمگین دل کے ساتھ اس بات کے ظاہر کرنے کی بھی حاجت پڑی ہے کہ یہ اعتراض جو مجھ پر گیا ہے یہ صرف عوام الناس کی طرف سے ہی نہیں بلکہ میں نے سنا ہے کہ بانی مبانی اس اعتراض کے بعض علماء بھی ہیں۔ سو میں ان کی شان میں یہ تو ظن نہیں کر سکتا کہ وہ قرآن شریف اور کتب سابقہ سے بے خبر ہیں اور نہ کسی طور سے جائے ظن ہے☆ لیکن میں جانتا ہوں کہ آج کل کی یورپ کی جھوٹی تہذیب نے

☆ حاشیہ: قرآن شریف جس آواز بلند سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت درجہ کا نادان بھی اُس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً زمانہ حال کے مہذبین کے نزدیک کسی پر لعنت بھیجنا ایک سخت گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف کفار کو سُنا سُنا کر ان پر لعنت بھیجتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اُولٰٓئِکَ عَلَیۡھِمۡ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ وَالۡمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡھَا [1] الجزو۲ سورۃ بقرہ۔ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلۡعَنُھُمُ اللّٰعِنُوۡنَ الجزو نمبر۲ [2]۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی انسان کو حیوان کہنا بھی ایک قسم کی گالی ہے۔ لیکن قرآن شریف نہ صرف حیوان بلکہ کفار اور منکرین کو دنیا کے تمام حیوانات سے بدتر قرار دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا [3]۔ ایسا ہی ظاہر ہے کہ کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی

جو ایمانی غیوری سے بہت دُور پڑی ہوئی ہے ہمارے علماء کے دلوں کو بھی کسی قدر دبا لیا ہے۔ اس سخت آندھی کے چلنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں میں بھی کچھ غبار سا پڑ گیا ہے اور ان کی فطرتی کمزوری اس نزلہ کو قبول کر گئی ہے۔ اسی وجہ سے وہ ایسے خیالات پر زور دیتے ہیں جن کا کوئی اصل صحیح حدیث و قرآن میں نہیں پایا جاتا ہاں یورپ کی اخلاقی کتابوں میں تو ضرور پایا جاتا ہے اور ان اخلاق میں یورپ نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ ایک جوان عورت سے ایک نامحرم طالب کی بکلّی دل شکنی مناسب نہیں سمجھی گئی۔ مگر کیا قرآن شریف یورپ کے ان اخلاق سے اتفاق رائے کرتا ہے؟ کیا وہ ایسے لوگوں کا نام دیوّث نہیں رکھتا؟ میں ایسے علماء کو محض للہ متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ایسی نکتہ چینیاں کرنے اور ایسے خیالات کو دل میں جگہ دینے سے حق اور حق بینی سے بہت دور جا پڑے ہیں اگر وہ مجھ سے لڑنے کو تیار ہوں تو اپنی خشک منطق سے جو چاہیں کہیں لیکن اگر وہ خدائے تعالیٰ سے خوف کر کے کسی قدر سوچیں تو یہ ایسی بات نہیں ہے جو ان کی نظر سے پوشیدہ رہ سکے نیک بخت

بقیہ حاشیہ

تہذیب کے برخلاف ہے لیکن خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر کہا اور ابوجہل تو خود مشہور ہے ایسا ہی ولید (بن) مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں استعمال کئے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۔ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۔ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۔ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۔ .... سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ[1] دیکھو سورہ القلم الجزو نمبر ۲۹۔ یعنی تو ان مکذّبوں کے کہنے پر مت چل جو بدل اس بات کے آرزومند ہیں کہ ہمارے معبودوں کو بُرا مت کہو اور ہمارے مذہب کی ہجو مت کرو تو پھر ہم بھی تمہارے مذہب کی نسبت ہاں میں ہاں ملاتے رہیں گے اور ان کی چرب زبانی کا خیال مت کر یہ شخص جو مداہنہ کا خواستگار ہے جھوٹی قسمیں کھانے والا اور ضعیف الرائے اور ذلیل آدمی ہے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا اور سخن چینی سے لوگوں میں تفرقہ ڈالنے والا اور نیکی کی

بیزار نہ ہو جاتے تو کوئی بھی پنڈت ان کو برا نہ کہتا۔ اب تو باوا صاحب ان پنڈتوں کی نظر میں کچھ بھی نہیں وید کے مکذب جو ہوئے۔

قولہ۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ویدوں کو نہ سنا نہ دیکھا۔ کیا کریں جو سننے اور دیکھنے میں آوے تو بدہ مان لوگ جو کہ ہٹی درہ گر ہے نہیں دے سب سمپر دای والے بیدمت میں آجاتے ہیں۔ یعنی نانک وغیرہ اس کے سکھوں نے نہ ویدوں کو سنا نہ دیکھا کیا کریں جو سننے یا دیکھنے میں آویں تو جو عقلمند متعصب نہیں وہ فوراً اپنی ٹھگ بدیا چھوڑ کر وید کی ہدایت میں آجاتے ہیں۔

اقول۔ اس تمام تقریر سے پنڈت صاحب کا مطلب صرف اتنا ہے کہ باوا نانک صاحب اور ان کے پیرو ٹھگ ہیں انہوں نے دنیا کے لئے دین کو بیچ دیا۔ مگر ہر چند یہ تو سچ ہے کہ باوا نانک صاحب نے وید کو چھوڑ دیا اور اس کو گمراہ کرنے والا طومار سمجھا لیکن پنڈت صاحب پر لازم تھا کہ یوں ہی باوا صاحب کے گرد نہ ہو جاتے اور ٹھگ اور مکّار ان کا نام نہ رکھتے بلکہ ان کے وہ تمام عقیدے جو گرنتھ میں درج ہیں اور مخالف وید ہیں اپنی کتاب کے کسی صفحہ کے ایک کالم میں لکھ کر دوسرے کالم میں اس کے مقابل پر وید کی تعلیمیں درج کرتے تا عقلمند خود مقابلہ کر کے دیکھ لیتے کہ ان دو تعلیموں سے سچی تعلیم کونسی معلوم ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف گالیاں دینے سے کام نہیں نکلتا۔ ہر یک حقیقت مقابلہ کے وقت معلوم ہوتی ہے اور ناحق گالیاں دینا سفلوں اور کمینوں کا کام ہے۔

قولہ۔ نانک جی بڑے دھنار اور رئیس بھی نہ تھے۔ پرنتو ان کے چیلوں نے نانک چندودے اور جنم ساکھی وغیرہ میں بڑے سدھ اور بڑے ایشرج والے لکھے ہیں۔ نانک جی برہما ادی سے ملے بڑی بات چیت کی سب نے ان کا مان کیا۔ نانک جی کے وواہ میں گھوڑے، رتھ، ہاتھی سونا چاندی موتی پنا ادی رتنوں سے جڑے ہوئے پارادار نتھا لکھا ہے۔ بھلا یہ گپوڑے نہیں تو کیا ہے یعنی نانک جی کہیں کے مالدار اور رئیس نہیں تھے۔ مگر ان کے چیلوں نے پوتھی نانک چندودی اور جنم ساکھی وغیرہ میں بڑے دولتمند اور بھگت کر کے لکھا ہے

توہین کا بالواسطہ طریقہ، بہتان اور خود اقراری معیار

مرزا قادیانی نے عیسائی پادری عبداللہ آتھم کی طرف ایک بات منسوب کرتے ہوئے کہا کہ:

یہ پادری آنحضرت ﷺ کو دجال کہتا ہے۔ (نقل کفر کفر نباشد)

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 6)

یہ واقعہ مرزا غلام قادیانی کے اس اسلوب کو نمایاں کرتا ہے جس میں گالی یا توہین کو براہِ راست کہنے کے بجائے کسی دوسرے کی طرف منسوب کر کے بیان کیا جاتا ہے۔ مرزا نے عیسائی پادری عبداللہ آتھم کی طرف یہ بات منسوب کی کہ وہ آنحضرت ﷺ کو "دجال" کہتا ہے، حالانکہ اس نسبت پر عیسائی حلقوں کی طرف سے اجتماعی تردید سامنے آئی کہ ہم مسلمانوں کے نبی ﷺ کے لیے ایسا لفظ استعمال نہیں کرتے۔ اس صورتِ حال میں اصل مسئلہ یہ نہیں رہتا کہ نسبت کس نے کی، بلکہ یہ ہے کہ توہین آمیز لفظ خود مرزا کی تحریر میں آیا اور اسی کے ذریعے عام قارئین تک پہنچا۔

بالواسطہ گالی بھی گالی ہے

گالی دینے کا ایک طریق یہ بھی ہوا کرتا ہے کہ دوسرے کی طرف گالی منسوب کر کے اس کا ذکر کیا جائے جیسے کوئی شخص کسی کو اپنے مونہہ سے تو حرامزادہ نہ کہے مگر یہ کہہ دے کہ فلاں شخص آپ کو حرامزادہ کہتا تھا یہ بھی گالی ہو گی جو اس نے دوسرے کو دی گو دوسرے کی زبان سے دلائی۔

(قادیانی اخبار الفضل 3 ستمبر 1935 صفحہ 6)

اصولی طور پر اگر کوئی شخص کسی کے بارے میں توہین آمیز لفظ خود نہ کہے مگر یہ کہہ دے کہ "فلاں تمہیں یہ کہتا تھا"، تو توہین کا اثر وہی رہتا ہے، کیونکہ لفظ اسی کے قلم یا زبان سے منتقل

ہوا۔اسی نکتے کی وضاحت قادیانی اخبار الفضل میں خود قادیانی حلقوں کی طرف سے کی گئی کہ دوسرے کی طرف منسوب کر کے گالی بیان کرنا بھی گالی ہی شمار ہوتی ہے۔ یوں یہ اصولی بات مرزا قادیانی کے اس طرزِ بیان پر براہِ راست منطبق ہوتی ہے۔

جب کسی فرد یا گروہ کی طرف ایک ایسی بات منسوب کی جائے جس کی وہ صراحتاً تردید کرے، تو وہ محض نقلِ قول نہیں رہتی بلکہ بہتان بن جاتی ہے۔ یہاں عیسائی پادری کی طرف منسوب نسبت کی تردید سامنے آنے کے بعد بھی یہ حقیقت برقرار رہتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے لیے "دجال" جیسے لفظ کا تذکرہ مرزا کے متن میں داخل ہوا، جو احترامِ رسالت ﷺ کے منافی ہے۔

یاد رہے کہ اسی قسم کی ایک حرکت انجینئر مرزا محمد علی نے بھی کی اور اس کی پاداش میں پاکستانی قانون کے مطابق اس پر 295C کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے جو تاحال جاری ہے اور اس کی سزا پاکستانی قانون میں پھانسی ہے۔

نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھے گی اور خارق عادت ترقی کرے گی اور ان کی یہ ترقی تعجب سے دیکھی جائے گی اور مخالف جو ہر ایک موقعہ پر شکست پاتے رہے ہیں جیسا کہ کتاب نزول المسیح میں میں نے لکھا ہے اگر اس پیشگوئی کے مطابق خدا نے اس جماعت اور دوسری جماعتوں میں کچھ فرق نہ دکھلایا تو ان کا حق ہوگا کہ میری تکذیب کریں اب تک جو انہوں نے تکذیب کی ہے اس میں تو صرف ایک لعنت کو خریدا ہے مثلاً بار بار شور مچایا کہ آتھم پندرہ مہینہ کے اندر نہیں مرا۔ حالانکہ پیشگوئی نے صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے گا تو پندرہ مہینہ میں نہیں مرے گا سو اس نے عین جلسہ مباحثہ پر ستّر معزز آدمیوں کے روبرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کہنے سے رجوع کیا اور نہ صرف یہی بلکہ اس نے پندرہ مہینہ تک اپنی خاموشی اور خوف سے اپنا رجوع ثابت کر دیا۔ اور پیشگوئی کی بناء یہی تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال کہا تھا لہٰذا اس نے رجوع سے صرف اس قدر فائدہ اُٹھایا کہ پندرہ مہینے کے بعد مرا مگر مر گیا یہ اس لئے ہوا کہ پیشگوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کے رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا اسی طرح وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں مگر کتاب نزول المسیح میں جو چھپ رہی ہے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سو ان میں سے مع ثبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں۔ اور کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اُس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اس کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی مگر بے شرمی سے یا بے خبری سے جو چاہے کہے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہوگئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں ان کی نظیر اگر گذشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور جگہ ان کی مثل نہیں ملے گی اگر میرے مخالف اسی طریق سے فیصلہ کرتے تو کبھی سے اُن کی آنکھیں کھل جاتیں اور میں ان کو ایک کثیر انعام دینے کو تیار تھا اگر وہ دنیا میں کوئی

۶ روزنامہ الفضل قادیان دارالامان مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء نمبرہ۵ جلد ۲۳

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک

کا انہیں شبہ ہو۔ اگر احمدی بالفرض عام مسلمانوں کے سامنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرنے سے اس خیال سے بچتے ہیں۔ تو اس طرح مسلمان ناراض ہوجائینگے تو ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کے سامنے تو وہ نڈر ہوکر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نعوذ باللہ ہتک کرتے ہوں گے۔ پس غیر احمدیوں کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے۔ کہ احمدی منافقت سے کام لے کر انہیں خوش کرنے کے لئے ان کے سامنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعریف کر دیتے ہیں۔ مگر ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں کے متعلق یہ بات نہیں کہی جاسکتی۔ پس میں کہتا ہوں

تصفیہ کا آسان طریق

یہ ہے۔ کہ ہندوؤں سکھوں اور عیسائیوں میں سے ایک ہزار آدمی چنا جائے۔ اور وہ مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر بتائیں۔ کہ احمدی عام مسلمانوں سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کے متعلق زیادہ جوش رکھتے ہیں۔ یا کم۔ اگر ایک ہزار سارے کا سارا یا اس کا بیشتر حصہ کیونکہ ایک دو جھوٹ بھی بول سکتے ہیں۔ یہ گواہی دے کہ اس نے احمدیوں کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کرنے والا اور آپ کے نام کو دنیا میں بلند کرنے والا پایا۔ تو اس قسم کا اعتراض کرنے والوں کو اپنے فعل پر شرمانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں۔ وہ لوگ جو ہمارے متعلق یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ وہ بار بار ہمارے متعلق اس اتہام کو دوہرا کر خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے ہیں۔ کیونکہ کسی پر

گالی دینے کا ایک طریق

یہ بھی ہوا کرتا ہے۔ کہ دوسرے کی طرف گالی منسوب کرکے اس کا ذکر کیا جائے۔ جیسے کوئی شخص کسی کو اپنے مونہہ سے تو حرامزادہ نہ کہے۔ مگر یہ کہہ دے۔ کہ فلاں شخص آپ کو حرامزادہ کہتا تھا یہ بھی گالی ہوگی۔ جو اس نے دوسرے کو دی۔ گو دوسرے کی زبان سے دلائی۔ پس اگر یہ تصفیہ کا طریق جو میں نے بیان کیا ہے اسے منظور نہ کریں تو میں کہونگا۔ ایسے اعتراض کرنے والے درحقیقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خود ہتک کرتے ہیں۔ گو اپنے منہ سے نہیں۔ بلکہ ہماری طرف ایک غلط بات منسوب کرکے

دوسرا طریق

یہ ہے۔ کہ ان مخالفین میں سے وہ علماء جنہوں نے سلسلہ احمدیہ کی کتب کا مطالعہ کیا ہوا ہو۔ پانچ سو یا ہزار میدان میں نکلیں ہم میں سے بھی پانچ سو یا ہزار میدان میں نکل آئیں گے۔ دونوں مباہلہ کریں۔ اور دعا کریں۔ کہ وہ فریق جو حق پر نہیں خدا تعالیٰ اسے اپنے عذاب سے ہلاک کرے۔ ہم دعا کریں گے۔ کہ اے خدا تو جو ہمارے

سینوں کے رازوں سے واقف

ہے۔ اگر تو جانتا ہے۔ کہ ہمارے دلوں میں واقعی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمت و محبت نہیں۔ اور ہم آپ کو سارے انبیاء سے افضل و برتر یقین نہیں کرتے اور نہ آپ کی غلامی میں نجات سمجھتے ہیں۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کا ایک خادم اور غلام نہیں جانتے۔ بلکہ درجہ میں آپ کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے بلند سمجھتے ہیں۔ تو اے خدا ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو اس جہان میں ذلیل و رسوا کر اور ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک کر اس کے مقابلہ میں وہ دعا کریں۔ کہ اے خدا ہم کامل یقین رکھتے ہیں۔ کہ احمدی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہتک کرتے۔ آپ کی

تحقیر و تذلیل پر خوش

ہوتے۔ اور آپ کے درجہ کو گرانے اور کم کرنے کی ہر وقت کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اے خدا اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے تو تو اس دنیا میں ہمیں اور ہمارے بیوی بچوں کو ذلیل و رسوا کر۔ اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک کر۔

یہ مباہلہ ہے۔

جو وہ ہمارے ساتھ کرلیں۔ اور خدا پر معاملہ چھوڑ دیں۔ پانچ سو یا ہزار کی تعداد میں ایسے علماء کا اکٹھا کرنا جو ہمارے سلسلہ کی کتب سے واقفیت رکھتے ہوں۔

آٹھ کروڑ مسلمانان ہند کے نمائندہ

کہلانے والوں کے لئے کوئی مشکل نہیں بلکہ معمولی بات ہے۔ اور ہم تو ان سے بہت تھوڑے ہیں۔ مگر پھر بھی ہم تیار ہیں کہ پانچ سو یا ہزار کی تعداد میں اپنے آدمی پیش کریں۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ جن لوگوں کو وہ اپنی طرف سے پیش کریں۔ وہ ایسے ہوں جو حقیقت میں ان کے نمائندہ ہوں۔ اگر وہ جاہل اور بیہودہ اخلاق والوں کو اپنی طرف سے پیش کریں۔ تو ہمیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ وہ یہ تسلیم کرلیں۔ کہ وہ ان کی طرف سے نمائندہ ہیں۔ ہاں

احرار کے سرداروں کے لئے

ضروری ہوگا۔ کہ وہ اس میں شامل ہوں مثلاً مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب شامل ہوں۔ مولوی حبیب الرحمن صاحب شامل ہوں۔ مسٹر مظہر علی صاحب اظہر شامل ہوں۔ چودہری افضل حق صاحب شامل ہوں۔ مولوی داؤد غزنوی صاحب شامل ہوں۔ اور ان کے علاوہ اور لوگ جن کو وہ منتخب کریں۔ شامل ہوں۔ پھر کسی ایسے شہر میں جس پر فریقین کا اتفاق ہو۔ یہ مباہلہ ہوجائے۔ مثلاً

گورداسپور میں

ہی یہ مباہلہ ہوسکتا ہے۔ جس مقام پر انہیں خاص طور پر ناز ہے۔ یا لاہور میں اس قسم کا اجتماع ہوسکتا ہے۔ ہم قسم کھا کر کہینگے کہ ہم پر اور ہماری بیوی بچوں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو۔ اگر ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کامل یقین نہ رکھتے ہوں آپ کو خاتم النبیین نہ سمجھتے ہوں۔ آپ کو افضل الرسل یقین نہ کرتے ہوں۔ اور قرآن کریم کو

تمام دنیا کی ہدایت و راہنمائی کیلئے آخری شریعت

نہ سمجھتے ہوں۔ اس کے مقابلہ میں وہ قسم کھا کر کہیں۔ کہ ہم یقین اور وثوق سے کہتے ہیں۔ کہ احمدی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں رکھتے۔ نہ آپ کو دل سے خاتم النبیین سمجھتے ہیں۔ اور آپ کی فضیلت اور بزرگی کے قائل نہیں بلکہ آپ کی توہین کرنے والے ہیں۔ اے خدا اگر ہمارا یہ یقین غلط ہے۔ تو ہم پر اور ہماری بیوی بچوں پر عذاب نازل کر۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ کی طرف سے خود بخود فیصلہ ہوجائے گا۔ کہ کونسا فریق اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ کون

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عشق

رکھتا ہے۔ اور کون دوسرے پر جھوٹا الزام لگاتا ہے۔ مگر یہ شرط ہوگی۔ کہ

عذاب انسانی ہاتھوں سے نہ ہو

بلکہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہو۔ اور ایسے سامانوں سے ہو۔ جو خدا تعالےٰ کی طرف منسوب کئے جاسکیں۔

دوسرا اتہام جو میں نے چند دن ہوئے سُنا ہے یہ ہے۔ کہ

منصوری میں احراریوں کا ایک جلسہ

مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں مسٹر حسام الدین صاحب ایک احراری نے جماعت احمدیہ کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلاتے ہوئے کہا۔ اگر خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بھی بجادی جائے۔ تو مرزائی لوگ اس کی کوئی پروا نہ کرینگے۔ بلکہ خوش ہونگے۔ اس کے جواب میں بھی میں کہتا ہوں۔

لعنۃ اللہ علی الکاذبین

خانہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا تو الگ رہی۔ ہم تو یہ بھی پسند نہیں کرسکتے۔ کہ خانہ کعبہ کی کسی اینٹ کو کوئی شخص بدنیتی سے اپنی انگلی بھی لگائے۔ اور ہمارے مکانات

کھڑے رہیں۔ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صحابی کو جب کفار مکہ قتل کرنے لگے۔ تو انہوں نے ان صحابی سے پوچھا۔ کہ کیا تمہارا دل نہیں چاہتا۔ کہ تم اس وقت مدینہ میں آرام سے بیٹھے ہوتے اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو تمہاری جگہ سزا دی جاتی۔ اس صحابی نے جواب دیا۔ کہ تم تو یہ کہتے ہو۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہاں میری جگہ ہوں۔ اور میں مدینہ میں آرام سے بیٹھا ہوں۔ میں تو یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ کہ میں اپنے گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو

مدینہ کی گلیوں میں چلتے ہوئے

کوئی کانٹا چبھ جائے۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں۔ کہ ہمیں تو یہ بھی پسند نہیں۔ کہ خانہ کعبہ کی طرف کوئی بدنیت آنکھ بھی اٹھائے۔ اور

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان ومذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی وعلمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی وانتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت وسلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح بیماری

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی مسیح بیماری

یہ رسالہ جھوٹے مدعیٔ نبوت و مسیحیت مرزا غلام قادیانی کی جسمانی، ذہنی اور عصبی بیماریوں کے تحقیقی جائزے کے لیے مرتب کیا جا رہا ہے۔ایک ایسا شخص جس نے اپنے آپ کو کبھی مسیح موعود، کبھی مہدی، اور آخرکار نبی ثابت کرنے کی جسارت کی، وہ اپنی پوری زندگی میں صحت و تندرستی کے جھوٹے دعوؤں اور مہلک بیماریوں کے دائمی حصار سے کبھی باہر نہ آ سکا۔مرزا قادیانی نے اپنے لیے یہ دعویٰ گھڑا کہ اس پر آسمانی تسلی نازل ہوئی اور اسے یہ بشارت دی گئی کہ:

ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے۔

(تذکرہ مجموعہ الہامات مرزا صفحہ 685)

لیکن عملی حقیقت اس کے بالکل برعکس نظر آتی ہے۔مرزا قادیانی کی زندگی بیماریوں کا ایسا مسلسل سلسلہ تھی جس میں پیچش، ہیضہ، مالیخولیا، مرگی، ضعفِ اعصاب، جنسی کمزوری، پیشاب کے امراض اور خوفناک وہم و خیالات نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں۔ یہ بیماریاں محض دشمنوں کے الزامات نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر، مرزا کی تحریروں، اس کے ملفوظات اور اس کے قریبی مریدوں کی شہادتوں سے ثابت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس رسالے میں ہر دعویٰ قادیانی کتب ہی کے حوالہ سے پیش کیا جائے گا تاکہ کسی کو انکار یا تاویل کا راستہ نہ مل سکے۔

اس رسالے کا مقصد محض بیماریوں کی فہرست دینا نہیں بلکہ یہ دکھانا ہے کہ جو شخص ذہنی و جسمانی انتشار کا شکار ہو، جو اپنے ہی بیان کردہ الہامات کے برخلاف عمر بھر مرض و کمزوری میں مبتلا رہا ہو، وہ کس طرح نبوت اور مسیحیت جیسے عظیم و مقدس منصب کا دعویٰ کر سکتا ہے۔آگے آنے والے ابواب میں ہم ایک ایک بیماری کو الگ عنوان کے تحت، مکمل حوالہ جات کے

ساتھ، تحقیقی اور تنقیدی انداز میں بیان کریں گے تاکہ قاری پر مرزا قادیانی کی اصل حقیقت پوری طرح منکشف ہو جائے۔

دو بیماریاں دو معجزے

دو زرد چادروں سے مراد:۔فرمایا کہ: دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اُترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔یعنی مراق اور کثرت بول۔

(ملفوظات مرزا قادیانی جلد دوم صفحہ 32،33)

مرزا غلام قادیانی نے اپنی دائمی بیماریوں کو بھی معجزہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی اور احادیثِ نبویہ کو اپنی جسمانی خرابیوں پر منطبق کر کے ایک نیا فتنہ گھڑا۔اس نے یہ دعویٰ کیا کہ آنحضرت ﷺ کی وہ پیشگوئی جو مسیح کے نزول کے وقت "دو زرد چادروں" کے پہننے سے متعلق ہے، دراصل اس کی اپنی بیماریوں کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ملفوظات میں صاف طور پر کہتا ہے کہ جس طرح مسیح کے لیے دو زرد چادروں کا ذکر آیا ہے، اسی طرح اسے بھی دو بیماریاں لاحق ہیں، ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی، جن میں اس کے بقول مراق اور کثرتِ بول شامل ہیں، جیسا کہ ملفوظات میں درج ہے۔

یہاں مرزا قادیانی کا فکری و ذہنی انحراف پوری طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ وہ نہ صرف واضح جسمانی امراض کو "معجزہ" قرار دے رہا ہے بلکہ احادیثِ نبویہ کے الفاظ کو ان کے حقیقی، متعارف اور مسلمہ مفہوم سے کاٹ کر اپنے اوہامِ باطلہ کے مطابق ڈھال رہا ہے۔ دو زرد

چادروں کا ذکر جسے امتِ مسلمہ صدیوں سے ایک ظاہری اور حقیقی علامت کے طور پر سمجھتی آئی ہے، مرزا نے اسے اپنے جسم کے اوپری اور نچلے حصے کی بیماریوں پر چسپاں کر کے حدیث کا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ یہ طرزِ فکر اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک بیماری نعمت، کمزوری معجزہ اور ذہنی اختلال روحانی کمال بن چکا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ جس شخص کی پوری زندگی بیماریوں، وہموں اور اعترافاتِ ضعف سے بھری ہو، وہ جب ان ہی امراض کو نبوی پیشگوئیوں کا مصداق ثابت کرنے لگے تو یہ محض خود فریبی نہیں بلکہ دین میں صریح تحریف کے مترادف بن جاتا ہے۔ آگے آنے والے مباحث میں واضح کیا جائے گا کہ مرزا قادیانی نے کس طرح بار بار اپنی بیماریوں کو کبھی الہام، کبھی نشان اور کبھی معجزہ بنا کر پیش کیا اور کس طرح اس کے یہ دعوے خود اس کی تحریروں کے بوجھ تلے دب کر بکھر جاتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کا غلیظ بیماریوں اور جسمانی عیوب سے محفوظ ہونا

اہلِ سنت والجماعت کا متفقہ اور مسلمہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کو نبوت کے منصب کے شایانِ شان جسمانی، اخلاقی اور ظاہری کمالات عطا فرمائے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام عام انسانوں کی طرح بیماریاں محسوس کرتے ہیں، بھوک پیاس لگتی ہے اور وقتی تکالیف پیش آتی ہیں، مگر وہ ایسی غلیظ، مکروہ، نفرت انگیز اور تحقیر آمیز بیماریوں سے محفوظ رکھے جاتے ہیں جو لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کریں، طبعی کراہت کا باعث بنیں یا دعوت و تبلیغ کے عمل میں رکاوٹ بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ امت کے جلیل القدر محدثین، متکلمین اور فقہاء نے اس مسئلہ کو عقائدِ نبوت کا حصہ قرار دیا ہے۔

قرآنِ کریم اس اصول کی بنیاد یوں رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو ہر اس چیز سے

بچا تا ہے جو لوگوں کو ان سے متنفر کر دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا کہ وہ انہیں صاف بتائے پھر اللہ گمراہ کرتا ہے جسے چاہے اور وہ راہ دکھاتا ہے جسے چاہے، اور وہی عزت و حکمت والا ہے۔

(سورہ ابراہیم آیت 4)

اس آیت سے اصول یہ نکلتا ہے کہ رسول کا ہر وہ وصف جو ابلاغِ دین میں رکاوٹ بنے، حکمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے، اور شدید، نفرت انگیز بیماریاں یقیناً دعوت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہوتی ہیں۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کو قادیانی حضرات بطور دفاع کے پیش کرتے ہیں تاکہ مرزا قادیانی کی بیماریوں پر پردہ پڑ جائے، حالانکہ اہلِ سنت کے محققین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت ایوب علیہ السلام کو بھی ایسی بیماری لاحق نہیں ہوئی تھی جو غلیظ، بدبودار، یا لوگوں کو متنفر کرنے والی ہو۔ علماء اسلام نے صراحت کی ہے کہ ان کی بیماری آزمائش تھی، نہ کہ ایسی حالت جس سے جسم گل جائے یا لوگ قریب بیٹھنے سے نفرت کریں، کیونکہ ایسی بیماری نبوت کے منصب کے منافی ہے۔

کتبِ عقائد میں اصولی طور پر یہ بات موجود ہے کہ انبیاء علیہم السلام ہر اس عیب سے پاک ہوتے ہیں جو لوگوں کو ان سے بدظن کرے۔ اکابر علماء نے واضح لکھا ہے کہ انبیاء نہ تو اخلاقی قباحتوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور نہ ہی ایسے جسمانی عیوب میں جو ان کے مقام کو

مجروح کریں۔حسن، وقار، اعتدالِ جسم اور نفرت سے پاک ہونا انبیاء علیھم السلام کی مشترکہ صفات میں سے ہے۔

اسی اصول کی روشنی میں اگر کوئی شخص اپنی شدید جسمانی، ذہنی اور غلیظ بیماریوں کو نبوی علامات، معجزات یا پیشگوئیوں کا مصداق قرار دے تو یہ اہلِ سنت کے متفقہ عقیدے کے سراسر خلاف ہے۔نبوت عزت، کمال اور رفعت کا منصب ہے، نہ کہ بیماریوں، کمزوریوں اور نفرت انگیز کیفیات کو تقدس کا لبادہ اوڑھانے کا نام۔ یہی معیار سامنے رکھ کر جھوٹے مدعیانِ نبوت کے تمام دعووں کو پرکھا جائے تو ان کی حقیقت خود بخود منکشف ہو جاتی ہے۔

رسول کا ہر عیب سے پاک ہونا

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کے بارے میں فرمایا:

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ

ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک تمہاری خُوبُو (خُلق) بڑی شان کی ہے۔

(سورہ القلم آیت 4)

ائمہ اہلِ سنت نے وضاحت کی ہے کہ "خُلُق" میں صرف باطنی اخلاق نہیں بلکہ ظاہری وقار، طبعی اعتدال اور نفرت سے پاک ہونا بھی شامل ہے، کیونکہ ظاہری کراہت باطنی اثر کو بھی مجروح کرتی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَٰذَا بَشَرًا إِنْ هَٰذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ

ترجمہ کنز الایمان: جب عورتوں نے یوسف کو دیکھا اس کی بڑائی بولنے لگیں اور اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بولیں اللہ کو پاکی ہے یہ تو جنس بشر

سے نہیں یہ تو نہیں مگر کوئی معزز فرشتہ۔

(سورہ یوسف آیت 31)

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو ظاہری حسن و وجاہت عطا فرماتا ہے، اور یہ حسن نبوت کے منافی نہیں بلکہ اس کا کمال ہے۔

قرآن، حدیث اور عقائدِ اہلِ سنت کی روشنی میں یہ بات قطعی طور پر ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو اگر کوئی تکلیف یا بیماری آتی بھی ہے تو وہ غلیظ، مکروہ اور لوگوں کو متنفر کرنے والی نہیں ہوتی، اور نہ ہی وہ ظاہری حسن و وقار کے منافی ہوتی ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنی شدید جسمانی یا ذہنی بیماریوں کو نبوی علامت، حدیث کا مصداق یا معجزہ قرار دے، وہ دراصل نبوت کے مسلمہ اصولوں سے صریح انحراف کرتا ہے۔

مرزا قادیانی کی بیماریوں کی لسٹ

حروف تہجی کے اعتبار سے مرزا قادیانی کی 270 بیماریوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

آماس: (سوزش)، آشوب چشم، آنکھوں سے پانی جاری ہونا، آنکھیں بند، آنکھوں کا درد، آنکھ دیکھنا، آنکھ کمزور، اُو چھو آنا، اب مرا کہ اب مرا، اُتھو آنا، احتلام، اُبکائیاں آنا، اسہال (ٹٹیاں آنا)، الٹی آنا، اسہال خونی (خونی ٹٹیاں)، اعصابی کمزوری، اعصابی مرض، اعضاء پر رعشہ، انگوٹھے کا نقرس، انگوٹھے کی سوجن، انگوٹھے کی سرخی، انگلی پر زخم، افیون خوری، ایک ایک بال سے آگ نکلنا، بیٹے کی بیماری، بال توڑ، بخار، بردِ اطراف، بیوی (مرزا قادیانی کی اہلیہ) کی بیماری، بار بار قضائے حاجت کو جانا، بدن میں دردناک جلن، بد حواسی، بزدلی، بھینگا پن، بھلکڑ پن (بہت زیادہ بھول جانے والا)، بت پرستی کی طرف مائل، بے تابی، باز و پر سیاہ داغ، بدن سرد، بدن دبوانا، بدن کو نہ سہارنا، بواسیر، بے توجہی، بیداری، بے چینی، بے ہوشی، پِت (گرمی دانے)، پاخانے کا مسئلہ، پٹھے کھچ جانا، پاگل

پن، پرانی کھانسی، پھٹی ہوئی ایڑیاں، پھنسیاں، پشت پر پھنسی، پیچش، پیر جھسوانا، پیشاب کی تکلیف، پاؤں کی سردی، پاؤں بھاری، تپ، تشنج دل، تنہائی پسند، تیس سال پرانا سر درد، تمام بدن سرد ہو جانا، تعلی باز، ٹی بی، ٹخنے کا پھوڑا، ثابت شدہ بیمار، جسم منحنی ہونا، جسم بے کار، جلاب، جلون، جریان، چڑے مار، چشم نیم باز، چیخ کر گرنا، چکر آنا، چہرہ زرد، حافظ ابتر، حافظہ کمزور، حیض آنا، حمل، حالت دگرگوں، خارش، خطرناک دوران سر، خفقان، خون ختم ہو جانا، خون کی الٹی، خون کے پاخانے، خواب میں عورتوں سے ملاقات، خشک کھانسی، خفیف دورہ، داڑھ میں کیڑا، دانت میں درد، دانت خراب، دایاں ہاتھ کمزور، دائمی مریض، در وصلب، دبوانے سے آرام آنے والی بیماری، درد گوش، درد چشم، دردناک حالت، دردناک جلن، در دو گروہ، دردسر، درد شدید، دروزہ، دعاؤں سے نہ جانے والی بیماریاں، دل کا مرض، دل کا اضطراب، دل کی بیماری، دل گھٹنا، دماغ پر کمزوری کا حملہ، دماغ میں فتور، دماغ کمزور، دم الٹ جانا، دم گھٹنا، دوری مرض، دودھ ہضم نہ ہوتا، دق، دوائی کھانے میں بے صبرا، دوران سر، دورے، دوران خون کا رک جاتا، دکھی زندگی۔

دیوانگی، ڈرپوک، ذہول، ذیابیطیس، ریزش، رسم پرست، رمضان کے دورے، رن مرید، رطوبات معدہ، رینگن، زبان بھاری، زبان بند، زبان کی تکلیف، زبان پر زخم، زکام، زبان میں لکنت، زحیر، زندگی سرد، زمین پر قدم نہ جمنا، سانپ نے کاٹ لیا، سمجھ نہ آنا، سانس کھینچ کھینچ کر آنا، سانس لمبا ہو کر آنا، سانس رک جاتا، سخت بخار، سخت بیمار، سخت دورا، سر گھوم جانا، سخت درجہ کا عارضہ، سر درد، سردی سے متلی، سردی کی شدت محسوس کرنا، سر میں چوٹ، سر کے بال پتلے، سفید بال، سل، سستی چھائی رہنا، ستمبر کی بیماری، سنکاپی، سوجن، سیلان ودماغ، سوداوی امراض، سینے پر انگارے رکھے ہوئے معلوم ہونا، شدت رمد، شوگر، صرع، ضعف، ضعف دماغ، ضعف قلب، طاعون، طاقت تحریر نہ ہوتا، طبیعت میں گھبراہٹ، طبیعت

سر گردان، طبیعت علیل، طبیعت بیمار، طبیعت گرنا، عصبی تکلیف، عدم برداشت، عصبی کمزوری، عوارض ضعف، علالت طبع، غرغرہ موت، غشی، غنودگی، فالج، قبض، قدم زمین پر نہ جمنا، قدیمی بیماری، قے، قریب المرگ، قولنج زحیری، قلت حرارت غریزی، کار بنکل کا خدشہ، کاہلی، کان درد، کالی بلا نظر آنا، کثرت پیشاب، کبر و نخوت پسند، کمیٔ خواب۔

کمزوری کا حملہ، کھانسی اور زکام، کھانسی، کالی کھانسی، کینسر، کروٹ بدلنا مشکل، گویا بدن میں روح نہیں، گردن کے پٹھے کھچ جانا، گڑ کا رسیا، گھبراہٹ، گپوڑیا، گھٹنے کا درد، گرمی دانے، گلا پکا ہوا، گلٹیاں، گنجا پن، لاچاری، لتاڑا، لڑکھڑا کر گرنا، لغو قصے کہانیاں سننے کی بیماری، مائی او پیا، معمولی پھنسی، مرض کا غلبہ، مرض دوار، مرض بول، مرض سدر، مراق، مختل الدماغ، مضمحل جسمانی قوی، مرگی، مضطربانہ حالت، مے نوشی کا عادی، موت پیچھے پیچھے، مسلوب القویٰ، مقعد سے خون آنا، مونڈھا کمزور، مردمی حالت کالعدم، موسمی بخار، نامردی، نعوظ کالعدم، نبض بند، نبض ضعیف، نبض بہت کمزور، نروس پا لیوریا، نزلہ، نوک دار داڑھ، نیم پاگل، نیم بند آنکھیں، نسیان، نا طاقتی، نو کرو وہٹی دا، نظر کمزور، وجع الاذن، ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہونا، ہسٹیریا، ہاتھ پیر سرد، ہاتھ میں چوٹ، ہاتھ میں غدود، ہونٹ خشک ہونا، ہسٹیریا، ہولناک عوارض، ہیضہ یعنی مرض الموت، یاوہ گوئی۔

یہ فہرست مرزا غلام قادیانی کی اپنی تحریروں، ملفوظات، اشتہارات، خطوط اور قادیانی لٹریچر میں موجود اعترافات سے ماخوذ ہے، جس میں اس کی جسمانی، ذہنی، عصبی، نفسیاتی اور جنسی بیماریوں کو حروفِ تہجی کی ترتیب سے جمع کیا گیا ہے۔ ان بیماریوں میں وقتی عوارض بھی شامل ہیں اور وہ امراض بھی جنہیں خود مرزا قادیانی نے قدیمی، دائمی، خطرناک، قریب المرگ اور مرض الموت جیسے الفاظ سے تعبیر کیا۔

اس فہرست کی اہمیت اس لیے بھی غیر معمولی ہے کہ یہ کسی مخالف، مناظر یا ناقد کی مرتب

کردہ نہیں بلکہ خود مرزا قادیانی کے بیانات، اعترافات اور اس کے قریبی مریدوں کی شہادتوں پر مشتمل ہے۔ یہاں جسمانی بیماریوں کے ساتھ ساتھ وہ ذہنی اور نفسیاتی کیفیات بھی شامل ہیں جن میں بدحواسی، نسیان، نیم پاگل پن، ہسٹیریا، یاوہ گوئی، خوفناک وہم، گھبراہٹ، دیوانگی اور اعصابی اختلال نمایاں طور پر سامنے آتے ہیں۔

اسی طرح جنسی امراض، ضعفِ باہ، نامردی، نعوظ کالعدم، جریان، احتلام اور دیگر عوارض بھی اسی فہرست کا حصہ ہیں، جو کسی بھی مدعیٔ نبوت و مسیحیت کے لیے نہ صرف باعثِ سوال بلکہ اہلِ سنت کے طے شدہ اصولِ نبوت کے سراسر منافی ہیں۔ مزید برآں، مرگی، فالج، صرع، طاعون، ہیضہ (مرض الموت)، ٹی بی، شوگر، ذیابیطیس، کینسر اور نبض کے شدید عوارض جیسی مہلک بیماریوں کا اعتراف اس دعوے کو بھی باطل کرتا ہے کہ "ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے"۔

یہ فہرست محض اعداد کا انبار نہیں بلکہ مرزا قادیانی کی پوری زندگی کا ایک طبی، ذہنی اور اعتقادی خاکہ ہے، جو یہ واضح کرتا ہے کہ وہ شخص جو خود کو مسیح، مہدی اور نبی کہتا رہا، وہ اپنی ہی تحریروں میں مرض، کمزوری، اضطراب اور زوال کی ایک طویل داستان چھوڑ گیا۔ آگے آنے والے ابواب میں انہی بیماریوں کو موضوعاتی گروپس میں تقسیم کر کے، ایک ایک مرض کو قادیانی حوالہ کے ساتھ تفصیل سے زیرِ بحث لایا جائے گا تاکہ قاری پر کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

مرزا قادیانی کا خود اعترافِ دائمُ المرض ہونا

مرزا غلام قادیانی نے اپنی تحریروں میں بار بار اپنے آپ کو ضعیف، کمزور، پیرانہ سال اور دائمُ المرض قرار دیا ہے، حالانکہ اسی شخص نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ اس کے خدا نے اس کی صحت کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ اس کے اپنے اعترافات اس دعوے کی صریح تردید کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ:

لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی اور وہ ایک جوان قوی ہیکل عمدہ صحت کا آدمی ہے اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے اور ضعیف اور دائم المرض اور طرح طرح کے عوارض میں مبتلا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 3)

(روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 17)

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 391)

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 556)

مرزا مزید اعتراف کرتا ہے کہ اس کی ساری جوانی اسی دعوے کی راہ میں گزر گئی اور اب وہ دائمُ المرض ہو چکا ہے، پیرانہ سالی کے کنارے پر پہنچ گیا ہے اور ساٹھ سال کے قریب عمر ہو چکی ہے۔اس کے باوجود وہ اپنی نبوت اور پیشگوئیوں کو خدائی نشان قرار دینے سے باز نہیں آتا۔

میری تمام جوانی اسی راہ میں گذری اور اب دائم المرض اور پیرانہ سالی کے کنارے پر پہنچ گیا ہوں اور ساٹھ سال کے قریب ہوں۔

(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 186)

اسی طرح چار لڑکوں کی پیشگوئی کے ضمن میں وہ خود اس حقیقت کو "حیرت انگیز نشان" کہتا ہے کہ ایک ایسا شخص جو پیرانہ سالی کو پہنچ چکا ہو اور اس کے ساتھ دائمُ المرض بھی ہو، وہ اپنے دعوے کی تائید میں آئندہ اولاد کی پیشگوئی کرے۔مزید آگے چل کر وہ اپنے آپ کو ایک "بڈھا کمزور دائمُ المرض آدمی" کہتا ہے جس کے متعلق اس کا اپنا بیان ہے کہ وہ ہر دم موت کی خطرناک حالت میں ہے،اس کے باوجود وہ پیشگوئیاں کر رہا ہے۔

اور یہ بات بھی ایک حیرت انگیز نشان ہے کہ انسان اپنے دعوے کی تائید میں چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی پیشگوئی ایسے وقت کرے کہ جبکہ ان میں سے ایک کا بھی وجود نہ ہو۔ اور جبکہ وہ خود پیرانہ سالی کے سن تک پہنچا ہو۔ اور ماسوا اِس کے دائم المرض ہو۔

(روحانی خزائن 15 صفحہ 146)

دیکھو ایک وہ زمانہ تھا کہ ان چار لڑکوں میں سے کوئی بھی نہ تھا اور اِس وقت ایک بڈھا کمزور دائم المرض آدمی جس کا ہر ایک دم موت کی خطرناک حالت میں ہے پیشگوئی کرتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 222)

سب سے زیادہ قابل توجہ اعتراف وہ ہے جس میں مرزا نہ صرف اپنے دائمُ المرض ہونے کو مانتا ہے بلکہ اسی بیماری کو حدیث کی تعبیر بنا کر پیش کرتا ہے۔ وہ صاف لکھتا ہے کہ میں ایک دائمُ المرض آدمی ہوں اور حدیثوں میں جن دو زرد چادروں کا ذکر ہے جن میں مسیح کے نازل ہونے کا بیان ہے، وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں، اور علمِ تعبیر کے مطابق ان کی مراد دو بیماریاں ہیں۔

مَیں ایک دائم المرض آدمی ہوں اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو ۲ زرد چادریں میرے شامل حال ہیں جن کی تعبیر علم تعبیر الرؤیا کے رُو سے دو بیماریاں ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 470)

ان تمام حوالہ جات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی نہ صرف عمر بھر بیماریوں میں مبتلا رہا بلکہ اس نے خود بارہا اپنے دائمُ المرض، کمزور اور قریب المرگ ہونے کا

اعتراف کیا۔اس کے باوجود "ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے" جیسے دعوے کرنا اور پھر دائمی بیماری کو نبوی علامات اور احادیث کی تعبیر قرار دینا، اس کے دعوائے مسیحیت و نبوت کی داخلی تضاد اور باطنی کمزوری کو پوری طرح بے نقاب کر دیتا ہے۔

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 30،20 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہو سکتا ہے۔فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814

تذکرہ ۶۸۵

۴۶- "اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا"[1] (البشریٰ صفحہ ۵۵)

۴۷- "دختر نیک آگاہی شان خورد تر چندیں سال"[2] (البشریٰ صفحہ ۵۷، ۶۳)

۴۸- "اے خدا اِس پیالہ کو ٹال دے" (البشریٰ صفحہ ۸۹)

۴۹- "نزول در قادیان"[3] (البشریٰ صفحہ ۹۶)

۵۰- "تیری نمازوں سے تیرے کام افضل ہیں"[4] (البشریٰ صفحہ ۹۹)

۵۱- مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ شرح قصیدہ "یَا عَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ" میں لکھتے ہیں کہ:-

"اِسی قصیدہ کے متعلق ایک اَور روایت مرحوم و مغفور حضرت پیر سراج الحق رضی اللہ عنہ کی ہے کہ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب یہ قصیدہ تصنیف فرما چکے تو آپ کا چہرۂ مبارک خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا کہ یہ قصیدہ جنابِ الٰہی میں قبول ہو گیا، اور خدا نے مجھ سے فرمایا جو اِس قصیدہ کو حفظ کرے گا اور ہمیشہ پڑھے گا مَیں اس کے دِل میں اپنی اور اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت کُوٹ کُوٹ کر بھر دوں گا اور اپنا قُرب عطا کروں گا۔"

(شرح القصیدہ صفحہ ۱، ۲- ۲۹ جون ۱۹۵۶ء)

۵۲- حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ:-

"ایک مرتبہ حضرت اقدسؑ کو خارش کی بہت سخت شکایت ہو گئی۔ تمام ہاتھ بھرے ہوئے تھے لکھنا یا دوسری ضروریات کا سرانجام دینا مشکل تھا۔ علاج بھی برابر کرتے تھے مگر خارش دُور نہ ہوتی تھی..... ایک دن (مَیں) حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عصر کے قریب وقت تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے ہاتھ بالکل صاف ہیں مگر آپ کے آنسو بہہ رہے ہیں..... مَیں نے جُرأت کر کے پوچھا کہ حضور آج خلافِ معمول آنسو کیوں بہہ رہے ہیں۔ حضورؑ نے فرمایا کہ میرے دِل میں ایک معصیت کا خیال گذرا کہ اللہ تعالیٰ نے کام تو اِتنا بڑا میرے سپرد کیا ہے اور اِدھر صحت کا یہ حال ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ اِس پر مجھے الہام ہوا[5]:-

"ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے"

---

[1] (ترجمہ) زمین اپنے رَبّ کے نُور سے جگمگا اُٹھی۔ (مرتّب)

[2] ان کی نیک لڑکی سب سے چھوٹی چند سال کی ہے۔ (مرتّب) نوٹ:- اِس الہام کے متعلق پیر صاحبؓ نے البشریٰ صفحہ ۶۳ پر لکھا ہے:- "الہام منقول از بیاض حضرتؑ آپ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی۔"

[3] (ترجمہ) قادیان میں نزول۔ (مرتّب) [4] یعنی جو عظیم الشان خدمات تُو اسلام کی تائید میں بجا لا رہا ہے۔ (مرتّب)

[5] یہ الہام غالباً ۱۸۹۱ء یا ۱۸۹۲ء کا ہے۔ حضرت قمر الانبیاء مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ نے خارش کی تکلیف کا واقعہ ۱۸۹۱ء بتلایا۔ (سیرت المہدی حصّہ اوّل صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷ روایت نمبر ۲۹۲)۔ اور حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ نے اسے ۱۸۹۲ء کا۔ (دیکھئے سیرت المہدی حصّہ سوم صفحہ ۵۳ روایت نمبر ۵۷۴)۔ (مرتّب)

السلام علیکم۔ الہام خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ بندہ کی الہام میں فضیلت نہیں۔ بلکہ اعمالِ صالحہ میں فضیلت ہے۔ اور اس میں کہ خدا تعالیٰ اس سے راضی ہو جاتے۔ سو نیک کاموں میں کوشش چاہیئے تاکہ موجبِ نجات ہو۔ والسلام۔ مرزا غلام احمد

مسیح موعود کے لیے نمازیں جمع کی جائیں گی

چونکہ کچھ مدت سے حضرت کی طبیعت دن کے دُوسرے حصّہ میں اکثر خراب ہو جاتی ہے۔ اس لیے نماز مغرب اور عشاء گھر میں با جماعت پڑھ لیتے ہیں۔ باہر تشریف نہیں لا سکتے۔ ایک دن نماز مغرب کے بعد چند عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا جو سُننے کے قابل ہے۔ (ایڈیٹر تشحیذ)

فرمایا:

کوئی یہ نہ دل میں گمان کرلے کہ یہ روز گھر میں جمع کرکے نماز پڑھا دیتے ہیں اور باہر نہیں جاتے۔ یہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلّم نے پیشگوئی کی کہ آنیوالا شخص نماز جمع کیا کرے گا۔ سو چھ مہینے تک تو باہر جمع کرواتا رہا ہوں۔ اب مَیں نے کہا کہ عورتوں میں بھی اس پیشگوئی کو پُورا کر دینا چاہیئے۔ چونکہ بغیر ضرورت کے نماز جمع کرنا ناجائز ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے مجھ کو بیمار کر دیا اور اس طرح سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا کر دیا۔ ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو پورا کرے۔ کیونکہ وہ پورا نہ ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ اس لیے ہر ایک کو وہ بات جو اس کے اختیار میں ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کے موافق پوری کر دینی چاہیئے اور خدا تعالیٰ خود بھی سامان مہیا کر دیتا ہے جیسا کہ مجھ کو بیمار کر دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو پورا کر دے۔ جیسا کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابیؓ سے فرمایا کہ تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جبکہ تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے سونے کے کڑے پہنائے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب کسریٰ کا ملک فتح ہوا۔ تو حضرت عمرؓ نے اس کو سونے کے کڑے جو لُوٹ میں آئے تھے، پہنائے۔ حالانکہ سونے کے کڑے یا کوئی اَور چیز سونے کی مردوں کے لیے ایسی ہی حرام ہے جیسا کہ اَور حرام چیزیں۔ لیکن چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے یہ بات نکلی تھی اس لیے پُوری کی گئی۔ اسی طرح ہر ایک دُوسرے انسان کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو پُورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

دو زرد چادروں سے مُراد

فرمایا کہ:

دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

پیشگوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اُترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اُوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرتِ بول۔ ہمارے مخالف مولوی اس کے معنے یہ کرتے ہیں۔ کہ وہ سچ مچ جوگیوں کی طرح دو چادریں اوڑھے ہوئے آسمان نیچے اُتریں گے۔ لیکن یہ غلط ہے۔ چونکہ معبّروں نے ہمیشہ زرد چادر کے معنے بیماری کے ہی لکھے ہیں۔ ہر ایک شخص جو زرد چادر دیکھے یا کوئی اَور زرد چیز تو اس کے معنے بیماری کے ہی ہوں گے اور ہر ایک شخص جو ایسا دیکھے آزما سکتا ہے کہ اس کے معنے یہی ہیں۔

صلح پسندی کے ساتھ مذہب کی غیرت ضروری ہے

دو عورتوں کے جھگڑے پر فرمایا کہ:

قرآن شریف میں آیا ہے وَالصُّلْحُ خَيْرٌ (النسآء:۱۲۹) اس لیے اگر آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا ہو جائے تو صُلح کر لینی چاہیئے کیونکہ اس میں خیر اور برکت ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ غیر مذاہب کے ساتھ بھی یہ بات رکھی جائے بلکہ اُن کے ساتھ سخت مذہبی عداوت رکھنا چاہیئے۔ جبتک مذہب کی غیرت نہ ہو انسان کا مذہب ٹھیک نہیں ہوتا۔ اب یہ جو ہندو عیسائی ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نکالتے ہیں تو کیا ہم اُن کے ساتھ صُلح رکھ سکتے ہیں بلکہ ان کی محفلوں میں بیٹھنا اور ان کے ساتھ دوستی کرنا اور ان کے گھروں میں جانا تو معصیت میں داخل ہے

جھگڑوں کی بنیاد بدظنّی ہوتی ہے

ہاں آپس میں جو ایک فرقہ میں ہوں تو لڑائی جھگڑا کی زیادہ تر بنیاد بدظنّی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ دوزخ میں دو تہائی آدمی بدظنّی کی وجہ سے داخل ہوں گے۔ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ قیامت کے دن مَیں لوگوں سے پُوچھوں گا کہ اگر تم مجھ پر بدظنّی نہ کرتے تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا تعالےٰ پر بدظنّی نہ کرتے تو یہ کیوں ہوتا۔ حقیقت میں اگر لوگ خدا تعالیٰ پر بدظنی نہ کرتے تو اس کے احکام پر کیوں نہ چلتے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ پر بدظنی کی اور کُفر اختیار کیا۔ اور بعض تو خدا کے وجُود تک کے منکر ہو گئے۔ تمام فسادوں اور لڑائیوں کی وجہ یہی بدظنّی ہے۔

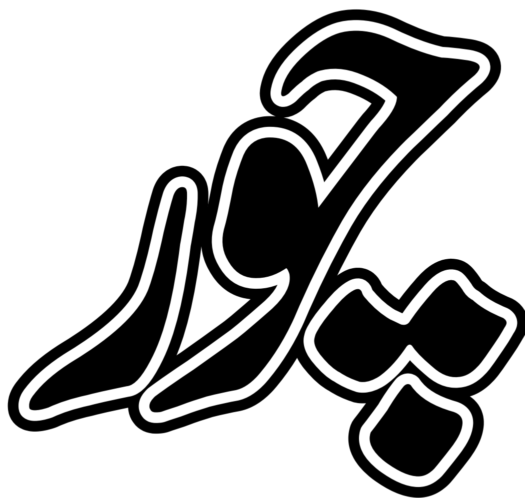
پیشگوئیوں کے مطابق زلزلوں کا وقوع

زلزلہ کی نسبت باتوں میں فرمایا کہ:

قرآن شریف میں زلزلہ آنے کی خبر دی گئی ہے کہ مسیح کے وقت ایسے زلزلے آئیں گے کہ شِدّت میں نہایت ہی سخت ہوں گے۔ اَبتک ان مولویوں نے

یہ رسالہ مرزا قادیانی کی زندگی کے چوری کے واقعات پر مبنی ہے جو اس کے چوری کی عادت کو بے نقاب کرتے ہیں
اس میں تاریخی حوالہ جات اور مستند کتب کی مدد سے مرزا قادیانی چور کے کردار کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے

مرزا قادیانی



مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی چور

زیرِنظر رسالہ مرزا غلام قادیانی کے اُن اخلاقی و عملی پہلوؤں کو بے نقاب کرنے کے لیے مرتب کیا جا رہا ہے جنہیں قادیانی لٹریچر عموماً پسِ پردہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس رسالے میں الزامات یا مخالفین کی روایات نہیں بلکہ خود قادیانی کتب، بالخصوص مرزا قادیانی کے گھر کے افراد کی بیان کردہ روایات کو بنیاد بنایا گیا ہے، تاکہ فیصلہ جذبات کے بجائے مستند حوالہ جات کی روشنی میں کیا جا سکے۔ چنانچہ اس تمہید میں سب سے پہلے مرزا قادیانی پر مالی خیانت اور پنشن میں بددیانتی کا وہ واقعہ پیش کیا جا رہا ہے جو اس کے بیٹے کی کتاب سیرت المہدی میں اس کی والدہ کے حوالے سے منقول ہے، اور جو مرزا قادیانی کے کردار پر ایک گہرا سوالیہ نشان قائم کرتا ہے۔ یہ واقعہ نہ صرف امانت و دیانت کے دعوؤں کی نفی کرتا ہے بلکہ آئندہ آنے والے حوالہ جات کے لیے ایک فکری بنیاد بھی فراہم کرتا ہے کہ جس شخص کی جوانی کا آغاز ہی اس قسم کے افعال سے ہو، اس کے بعد کے دعوے کس معیار پر پرکھے جانے چاہئیں۔

مرزا قادیانی پنشن چور

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کرلی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا۔ اور اِدھر اُدھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔ حضرت مسیح

موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 38، روایت نمبر 49)

مرزا قادیانی پنشن چور روایت کی توضیح

سیرت المہدی روایت نمبر 49 میں مرزا قادیانی کی والدہ کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے جس کے مطابق جوانی کے زمانے میں وہ اپنے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے، اس موقع پر مرزا امام الدین ان کے ساتھ ہولیا، پنشن وصول ہونے کے بعد دھوکہ دہی سے قادیان لانے کے بجائے مرزا قادیانی کو ادھر اُدھر پھراتا رہا، یہاں تک کہ سارا روپیہ خرچ کر کے چھوڑ کر چلا گیا، اور روایت کے الفاظ کے مطابق مرزا قادیانی اس شرمندگی کے باعث گھر واپس نہ آیا۔ اس روایت کی اہمیت اس لیے بڑھ جاتی ہے کہ یہ کسی مخالف کی نہیں بلکہ خود قادیانی بیانیے کی کتاب میں، خاندانی ذریعے سے نقل ہوئی ہے۔ اس سے نہ صرف مالی بدانتظامی اور چوری کا پہلو سامنے آتا ہے بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ جس شخصیت کو بعد میں روحانی پیشوا کے طور پر پیش کیا گیا، اس کی عملی زندگی میں ایسے واقعات بھی موجود تھے جن پر اخلاقی سوالات اُٹھتے ہیں۔

پنشن چوری کا تحقیقی و اخلاقی جائزہ

یہ روایت کسی مخالف کی نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر میں، وہ بھی قریبی خاندانی ذریعے سے محفوظ ہے، اس لیے اسے محض الزام کہہ کر رد کرنا علمی دیانت کے خلاف ہے۔ اس واقعے کا اخلاقی پہلو نہایت سنگین ہے، کیونکہ پنشن امانت ہوتی ہے، خاص طور پر جب وہ خاندان کے بزرگ کے حق کی ہو۔ اگر کوئی شخص ایسی امانت کی حفاظت نہ کر سکے، یا اس کے ضیاع کا سبب بنے، تو یہ عام اخلاقی معیار پر بھی قابل گرفت ہے۔ پھر یہ سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں دعویٰ کیا جائے کہ وہ نبی، مہدی یا اللہ کی طرف سے مامور ہے، کیا

اس کے شایانِ شان ہے کہ وہ مالی معاملات میں اس قدر غیر ذمہ داری، دھوکے میں آنا، یا امانت کے ضیاع کا مرتکب ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں مسلمہ اصول یہ ہے کہ وہ صغائر و کبائر، خاص طور پر خیانت اور بددیانتی جیسے امور سے محفوظ ہوتے ہیں، کیونکہ ان کا کردار ہی امت کے لیے معیار اور نمونہ ہوتا ہے۔

یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ واقعہ میں صرف دھوکے میں آنے کی بات نہیں بلکہ نتیجہ یہ نکلا کہ پنشن کی رقم ضائع ہوگئی اور حق دار تک نہ پہنچی۔ شریعت اور اخلاق دونوں کی رو سے امانت کا ضیاع سنگین جرم ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جوانی کے زمانے میں بھی اس معیار پر پورا نہ اتر سکے، تو بعد کے بلند دعوے اس کردار سے ٹکرا جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ واقعہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت و مہدویت کے لیے ایک بنیادی سوالیہ نشان بن جاتا ہے، کیونکہ نبی کی شان یہ نہیں کہ اس کے دامن پر مالی خیانت، امانت کے ضیاع، یا ایسی شرمناک صورتحال کا سایہ پڑے کہ وہ گھر لوٹنے سے بھی کترائے۔

نتیجتاً، قادیانی کتب میں محفوظ یہ واقعہ محض ایک تاریخی قصہ نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور اعتقادی معیار کا مسئلہ ہے، جو یہ ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کا کردار ان اوصاف سے خالی تھا جو قرآن و سنت کی روشنی میں انبیاء اور اللہ کے مامور بندوں کے لیے لازم سمجھے جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی پنشن چور واقعہ اور تاویلات

اسی روایت کے آخر میں مرزا کی پنشن چوری پر پردہ ڈالنے کے لیے مرزے کے بیٹے بشیر احمد ایم اے کو مجبوراً وضاحتی بیان دینا پڑا کہ:

> اس روایت سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سیالکوٹ میں ملازم ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ سے مرزا امام الدین نے دادا صاحب کی پنشن کا روپیہ دھوکا دے کر اڑا لیا تھا کیونکہ جیسا کہ

خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے
آپ کی ملازمت اختیار کرنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے والد
صاحب ملازمت کے لئے زور دیتے رہتے تھے ورنہ آپ کی اپنی
رائے ملازمت کے خلاف تھی اسی طرح ملازمت چھوڑ دینے کی بھی
اصل وجہ یہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملازمت کو ناپسند
فرماتے تھے اور اپنے والد صاحب کو ملازمت ترک کر دینے کی
اجازت کے لئے لکھتے رہتے تھے لیکن دادا صاحب ترک ملازمت کی
اجازت نہیں دیتے تھے مگر بالآخر جب دادی صاحبہ بیمار ہوئیں تو دادا
صاحب نے اجازت بھجوادی کہ ملازمت چھوڑ کر آجاؤ۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 39، روایت نمبر 49)

پنشن چوری کا واقعہ محض ایک معمولی لغزش نہیں بلکہ اخلاقی، شرعی اور دعوائی اعتبار سے نہایت سنگین ہے۔ روایت کے مطابق مرزا قادیانی اپنے دادا کی پنشن وصول کرنے گیا، پنشن وصول کرنے کے بعد وہ رقم قادیان لانے کے بجائے ایک شخص مرزا امام الدین کے ساتھ اِدھر اُدھر خرچ ہوتی رہی، یہاں تک کہ سارا روپیہ ضائع ہو گیا، اور مرزا قادیانی شرمندگی کے باعث گھر واپس آنے کی ہمت نہ کر سکا۔ یہ واقعہ خود قادیانی لٹریچر میں موجود ہے اور کسی مخالف کی گھڑی ہوئی کہانی نہیں۔

یہاں بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا نبی، مہدی یا مجدد کی یہ شان ہو سکتی ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرے یا کم از کم امانت کی حفاظت میں اس درجہ ناکام ہو کہ سارا مال ضائع ہو جائے؟ شریعتِ اسلامیہ میں امانت کی ادائیگی ایمان کی بنیادی علامت ہے۔ قرآن وسنت کی رو سے خیانت، دھوکہ اور مالی بے احتیاطی صریح اخلاقی جرم ہیں، جبکہ انبیاء

علیہم السلام کو بعثت سے قبل بھی صادق و امین ہونا لازم قرار دیا گیا ہے۔

دلچسپ اور قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ اسی روایت کے فوراً بعد مرزا قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر احمد ایم اے کو وضاحتی بیان دینا پڑتا ہے۔ اس وضاحت میں اصل واقعے کی تردید نہیں کی گئی بلکہ صرف یہ وضاحت کی گئی ہے کہ مرزا قادیانی کی بعد کی ملازمت کو اس پنشن کے واقعے سے نہ جوڑا جائے۔ گویا پنشن کے ضائع ہونے کا واقعہ تسلیم شدہ ہے، البتہ اس کے نتائج کو نرم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ واقعہ اتنا معروف اور ناقابلِ انکار تھا کہ اسے جھٹلایا نہیں جا سکا، صرف تاویل کے پردے میں چھپانے کی سعی کی گئی۔

یہ طرزِ عمل خود قادیانی لٹریچر کے اندرونی تضاد کو بے نقاب کرتا ہے۔ ایک طرف مرزا قادیانی کو معصوم، مقدس اور خدا کا برگزیدہ ظاہر کیا جاتا ہے، اور دوسری طرف اسی خاندان کی کتاب میں ایسا واقعہ درج ہے جو ایک عام دیانت دار انسان کے معیار پر بھی پورا نہیں اترتا، چہ جائیکہ نبی یا مہدی کے معیار پر۔

نتیجتاً یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ پنشن چوری یا پنشن کے ضائع ہونے کا یہ واقعہ مرزا قادیانی کے دعوائے نبوت پر ایک کاری ضرب ہے، کیونکہ جو شخص مالی امانت کی حفاظت نہ کر سکا، اس کے لیے وحی، نبوت اور مہدویت جیسے عظیم دعوے کرنا نہ صرف غیر معقول بلکہ دینِ اسلام کے مسلمہ اصولوں کے سراسر خلاف ہے۔

پنشن کی رقم 700 روپے

اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی۔ اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 36، روایت نمبر 48)

انگریزی گورنمنٹ کی آمد پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہو گئی سات سو کی ایک پنشن غلام مرتضیٰ اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اس کے گرد و نواح پر ان کے حقوق مالکانہ قائم رہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 118، روایت نمبر 132)

مرزا قادیانی پنشن چور تحقیقی و تنقیدی تجزیہ

سیرت المہدی کی روایت نمبر 49 کے مطابق مرزا قادیانی اپنی جوانی میں اپنے دادا کی سالانہ پنشن وصول کرنے گئے، رقم وصول کرنے کے بعد مرزا امام الدین کے ساتھ باہر نکلے، وہ انہیں دھوکے سے اِدھر اُدھر لیے پھرتا رہا اور آخر کار ساری رقم خرچ کر کے چھوڑ گیا، جبکہ مرزا قادیانی شرمندگی کے باعث گھر واپس نہ آئے۔ یہ واقعہ خود مرزا کے گھر کی عورت کی روایت سے منقول ہے، جو کسی مخالف کی نہیں بلکہ خاندانی بیان کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اس کی اہمیت اور ذمہ داری دونوں بڑھ جاتی ہیں۔

اسی روایت کے فوراً بعد مرزا کے بیٹے بشیر احمد ایم اے کو وضاحتی نوٹ لکھنا پڑا جس میں اس بات سے توجہ ہٹانے کی کوشش کی گئی کہ کہیں یہ سمجھ نہ لیا جائے کہ مرزا قادیانی نے پنشن ضائع ہونے کے سبب ملازمت اختیار کی یا بعد میں ترکِ ملازمت کی وجہ یہی واقعہ تھا۔ یہ وضاحت دراصل اصل واقعہ کے وقوع کو رد نہیں کرتی بلکہ محض نتائج کی توجیہ پیش کرتی ہے، جو اس بات کا قرینہ ہے کہ خود مرتب کو بھی واقعہ کے اخلاقی اثرات کا ادراک تھا۔

پنشن کی مقدار کے بارے میں سیرت المہدی کی دیگر روایات واضح کرتی ہیں کہ انگریز حکومت کے بعد خاندانی جاگیر ضبط ہوئی اور غلام مرتضیٰ و اس کے بھائیوں کے لیے سات سو روپے سالانہ کی اعزازی پنشن مقرر کی گئی۔ اس زمانے میں سات سو روپے سالانہ ایک خطیر رقم

تھی، جس کا یوں ضائع ہو جانا محض معمولی واقعہ نہیں بلکہ مالی بددیانتی اور غیر ذمہ داری کی سنگین مثال بنتا ہے۔

اخلاقی و دینی معیار کے لحاظ سے سوال یہ ہے کہ جس شخصیت کو نبی، مہدی یا مجدد کے بلند دعوے منسوب کیے جائیں، کیا اس کی سیرت میں پنشن جیسی امانت کے ضائع ہونے، دھوکے میں آنے یا خاموشی سے اس پر پردہ ڈالنے کی گنجائش ہونی چاہیے؟ انبیاء کی شان امانت، دیانت، ضبطِ نفس اور اعلیٰ اخلاق سے عبارت ہوتی ہے؛ مالی معاملات میں لغزشیں اور پھر ان پر توجیہات، نبوت کے معیار سے صریحاً متصادم نظر آتی ہیں۔

نتیجتاً، سیرت المہدی کی داخلی روایات اور بعد کی وضاحتیں مل کر یہ تاثر دیتی ہیں کہ پنشن کے واقعہ پر اصل حقیقت کو بدلنے کے بجائے اس کے اثرات کو ہلکا دکھانے کی کوشش کی گئی۔ یہ اس رسالے کے موضوع کے عین مطابق ہے کہ مرزا قادیانی کی سیرت میں مالی بددیانتی کے شواہد خود قادیانی مصادر میں محفوظ ہیں، اور ایسے شواہد کسی بھی نبی یا مہدی کے دعوے کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ٹھہرتے۔

قدیم 700 روپے موجودہ رقم کا تخمینہ

ایک آنہ کا گوشت آٹھ آدمی کھائیں۔ اس وقت ایک آنہ کا سیر خام گوشت آتا تھا۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 166، روایت نمبر 167)

اس زمانہ میں دو روپیہ میں بکرا مل جاتا تھا۔ اور ہم نے پانچ پیسے میں سیر گوشت خریدا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 760، روایت نمبر 852)

تاریخی قیمت کا حساب حوالہ جات کے مطابق

ایک بکرا دو روپیہ میں ملتا تھا

ایک روپیہ = 100 پیسے

1 بکرا قیمت 2 روپے = 200 پیسے

گوشت کی قیمت:

5 پیسے میں 1 سیر گوشت (خام گوشت)

اس طرح 1 بکرا 40 سیر گوشت

موجودہ قیمت کا حساب

موجودہ بکرا 80 ہزار روپے

موجودہ کلو گوشت 3 ہزار روپے

تبدیل کرنے کا طریقہ

تاریخی بکرا 40 سیر گوشت

موجودہ قیمت میں 1 کلو گوشت 3 ہزار روپے تقریباً

موجودہ بقرے کی قیمت 1 لاکھ 20 ہزار

نتیجہ

تخمینہ: 700 روپے کی تاریخی پنشن آج کے حساب سے تقریباً 3 کروڑ 36 لاکھ روپے کے برابر بنتی ہے۔

مرزا چور، مرزا چوہا

میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 213، روایت نمبر 227)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی کی اپنی عادت کو خود اسی کے خاندان کی روایت کے ذریعے بیان کیا گیا ہے، اور یہ بات نہ کسی مخالف نے گھڑی ہے نہ کسی بیرونی ذریعے سے آئی ہے، بلکہ سیرت المہدی جیسی داخلی قادیانی کتاب میں محفوظ ہے، جو مرزا کے بیٹے نے مرتب کی۔

اس روایت میں صاف لفظوں میں اعتراف موجود ہے کہ مرزا قادیانی کو دادا اور والد کی کتابیں چوری کر کے لے جانے کی عادت تھی۔ یہاں ''چوری'' کوئی استعارہ نہیں بلکہ صریح لفظ ہے، اور اسی عادت کی وجہ سے گھر کے بڑے باقاعدہ طور پر یہ کہتے تھے کہ ''ہماری کتابوں کو ایک چوہا لگ گیا ہے''۔ یہ جملہ محض مزاح نہیں بلکہ ایک مستقل رویّے کی نشاندہی کرتا ہے جو بار بار پیش آنے والے عمل پر بولا جاتا ہے۔

اہم بات یہ ہے کہ یہ واقعہ بچپن کی کسی وقتی شرارت کے طور پر پیش نہیں کیا گیا، بلکہ ''میری عادت تھی''، جیسے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ ایک جاری اور پہچانی جانے والی روش تھی۔ اگر کسی شخص کے بارے میں یہ مانا جائے کہ وہ اللہ کا نبی، مہدی یا معصوم ہستی ہے، تو اس کے کردار میں امانت، دیانت اور اخلاقی پاکیزگی بنیادی شرط سمجھی جاتی ہے۔ چوری جیسا عمل، چاہے کتابوں کا ہی کیوں نہ ہو، ان صفات کے بالکل منافی ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی قابلِ غور ہے کہ قادیانی لٹریچر عام طور پر مرزا قادیانی کے ہر فعل کو تقدس کا رنگ دینے کی کوشش کرتا ہے، مگر اس مقام پر کوئی تاویل، کوئی روحانی تعبیر یا کوئی انکاری وضاحت موجود نہیں۔ صاف اعتراف ہے اور خاندان کے افراد کا ردِّ عمل بھی درج ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بات اس گھر میں معروف اور تسلیم شدہ تھی۔

اس روایت کا خلاصہ یہ بنتا ہے کہ مرزا قادیانی کے بارے میں چوری کا الزام محض

مخالفین کا پروپیگنڈا نہیں، بلکہ اس کے اپنے خاندانی بیانات سے ثابت ہے، اور یہی امر اس کے دعوائے نبوت و مہدویت کے اخلاقی و عملی معیار پر ایک بنیادی سوالیہ نشان قائم کرتا ہے۔

قادیان کا چور مولوی، ذلت کا انجام

میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ پھر تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہ مولوی چوری کے الزام کے نیچے آ کر سخت ذلیل ہوا۔

(سیرت المہدی حصہ اول، صفحہ 70، روایت نمبر 97)

یہ مختصر مگر نہایت معنی خیز جملہ دراصل ایک بڑے اخلاقی المیے کی نشان دہی کرتا ہے۔ ''میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ پھر تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہ مولوی چوری کے الزام کے نیچے آ کر سخت ذلیل ہوا'' یہ بیان کسی مخالف کا نہیں بلکہ خود قادیانی لٹریچر کا ہے، جسے مرزا قادیانی کے بیٹے نے بلا جبر و اکراہ محفوظ کیا۔

یہاں چند بنیادی نکات از خود سامنے آتے ہیں۔

اوّل: جس شخص کو بعد میں نبی، مہدی اور مسیح قرار دیا گیا، اسی کے بارے میں ''چوری کے الزام'' کا اعتراف قادیانی ماخذ میں موجود ہے، اور وہ بھی اس انداز میں کہ اس الزام کے نتیجے میں اسے ''سخت ذلیل'' ہونا پڑا۔ نبی یا مہدی کے کردار کا بنیادی وصف امانت، صدق اور اخلاقی بلندی ہوتا ہے، جبکہ یہاں ابتدا ہی میں بدنامی اور ذلت کا ذکر ہے۔

دوم: یہ الزام کسی دور کے دشمن یا بعد کے ناقد نے نہیں لگایا، بلکہ خاندان کے قریبی افراد اور قادیان کے ماحول سے تعلق رکھنے والے اشخاص کی روایات میں محفوظ ہے۔ اگر یہ واقعہ جھوٹا یا بے بنیاد ہوتا تو اسے سیرت المہدی جیسی ''مقدس سوانح'' میں جگہ ہی نہ دی جاتی۔

سوم: اس روایت کو پہلے بیان کردہ اعترافات کے ساتھ رکھا جائے جہاں مرزا خود اپنی

زبان سے کتابیں ''چوری نکال کرلے جانے'' کو عادت قرار دیتا ہے اور گھر والے اسے ''چوہا'' کہہ کر پکارتے تھے تو یہ واقعہ محض ایک اتفاق نہیں رہتا بلکہ ایک مستقل نفسیاتی واخلاقی رویّے کی شکل اختیار کرلیتا ہے۔

چہارم: سوال محض چوری کا نہیں، بلکہ دعویٔ نبوت سے پہلے کی سیرت کا ہے۔ اہلِ اسلام کے نزدیک انبیاءعلیہم السلام کا اخلاق دعویٰ سے پہلے بھی بے داغ ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی جوانی میں چوری کے الزام تلے ذلیل ہو چکا ہو، اس کے بارے میں یہ سوال ناگزیر ہے کہ کیا ایسا کرداروحی، نبوت اور روحانی پیشوائی کا اہل ہوسکتا ہے؟

قادیانی کتب کی اپنی شہادت کے مطابق، مرزا قادیانی پر چوری کا الزام لگا، اور وہ اس کے نتیجے میں ذلیل بھی ہوا۔ یہ واقعہ نہ صرف اس کے ذاتی کردار پر سوالیہ نشان ہے بلکہ اس کے بعد کیے گئے تمام روحانی ونبوی دعوؤں کی بنیاد کو بھی ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''مرزا قادیانی چور'' کا عنوان محض ایک الزام نہیں بلکہ ان کے اپنے مآخذ سے ثابت شدہ حقیقت ہے۔

جعلی مسیح چور ایمان کا لٹیرا

> واقعی منہاج نبوت کے مقابلہ میں جس پر حضرت مسیح موعود کو قائم کیا گیا اور جس نے روحانیت کا ایک سورج چڑھا دیا۔ یہ دود آمیز مکدر اور عارضی روشنی جس سے بسا اوقات ایک چور بھی لوگوں کے قلوب سے ایمان واسلام کا اثاثہ چرانے کی نیت سے اپنی سیاہ کاری میں ممد بنا سکتا ہے کب ٹھہر سکتی تھی۔
>
> (سیرت المھدی حصہ اول، صفحہ 133، روایت نمبر 143)

مرزا قادیانی خود اپنے منہ سے اعتراف کرتا ہے کہ اسے اپنے دادا اور والد کی کتابیں

چوری کر کے لے جانے کی عادت تھی، حتیٰ کہ گھر کے بزرگ اس فعل کو دیکھ کر اسے طنزاً ''چوہا'' کہا کرتے تھے جو کتابیں چرا لے جاتا ہے۔ یہ بیان کسی مخالف کا نہیں بلکہ خود مرزا کا اعتراف ہے، جو اس کی عادتِ خفیہ چوری کو واضح کرتا ہے، اور یہ بات مسلم اخلاقی اصولوں کے مطابق سخت معیوب بلکہ فاسقانہ فعل ہے۔

قادیان میں چوری کے الزام پر ذلت کا ذکر

میاں عبداللہ صاحب کا بیان موجود ہے کہ ایک مولوی قادیان میں چوری کے الزام میں بری طرح ذلیل ہوا۔ اگرچہ یہاں نام صراحت سے نہیں لیا گیا، مگر سیاق و سباق اور قادیان کے محدود دائرے میں یہ واقعہ ایک ایسے شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے جو مذہبی دعووں کے ساتھ وابستہ تھا، اور یہ بات واضح کرتی ہے کہ قادیان کے ماحول میں چوری جیسے افعال کوئی انوکھا واقعہ نہ تھے بلکہ باعثِ رسوائی سمجھے جاتے تھے۔

ایمان اور نبوت کے مقابل چوری کی تمثیل

روایت نمبر 143 میں ایک نہایت معنی خیز تمثیل استعمال کی گئی ہے، جس میں واضح کیا گیا ہے کہ جس طرح ایک چور اندھیرے اور دھندلی روشنی میں لوگوں کے مال پر ہاتھ صاف کرتا ہے، اسی طرح ایک جھوٹا مدعیِ روحانیت لوگوں کے ایمان و اسلام کو لوٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ تشبیہ محض ادبی نہیں بلکہ ایک گہرا فکری نکتہ رکھتی ہے کہ اخلاقی چوری اور اعتقادی چوری میں اصل میں ایک ہی روح کارفرما ہوتی ہے، یعنی امانت میں خیانت۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ مرزا قادیانی کی ذات میں چوری کا تصور محض الزام نہیں بلکہ خود اس کے اعتراف، قریبی روایات اور قادیانی ماخذات سے ثابت ہے، اور جس شخص کے بارے میں یہ مان لیا جائے کہ وہ دنیاوی امانت میں خیانت کرتا رہا، اس کے بارے میں نبوت، مہدویت یا دینی امانت کا دعویٰ عقلاً، شرعاً اور

اخلاقاً نا قابل قبول ٹھہرتا ہے، کیونکہ انبیاء کی شان امانت، صدق اور عصمت سے عبارت ہے، نہ کہ خفیہ چوری اور اعترافِ جرم سے۔

ساری عمر چوری چکاری

یعنی کسی خاص مقام یا خاص حالت یا خاص قسم کے دل کے خیالات کا نام الہام الٰہی رکھنے والا نہ ہو۔ اور نہ خود خدائی کا دعوٰے دار بنتا ہو۔ جیسا کہ نیچریوں یا برہم سماجیوں یا بہائیوں کا خیال ہے۔ اگر یہ شرائط جو آیت لَوْتَقَوَّلَ سے ثابت ہیں مفقود ہوں تو خواہ ایک شخص تیئس ۲۳ سال چھوڑ کر دوسو سال بھی زندگی پائے وہ لَوْتَقَوَّلَ عَلَیْنَا کے وعید کے ماتحت سزا نہیں پائے گا۔ گو وہ اور طرح مجرم ہو اور دوسری سزائیں بھگتے جیسا کہ مثلاً وہ شخص جو خواہ ساری عمر چوری یا دھوکہ یا فریب یا اکل بالباطل وغیرہ کے جرائم میں ماخوذ ہو کر ان جرموں کی سزائیں پاتا رہا ہو۔ اگر وہ ڈاکہ زن نہیں ہے تو وہ کبھی بھی ڈاکہ کے جرم کی سزا نہیں پا سکتا۔

(سیرت المہدی حصہ دوم، صفحہ 282، روایت نمبر 305)

ساری عمر چوری چکاری اور الہام کے دعوے کا تعلق

1. مرزا قادیانی کا کردار:

اقتباس میں واضح کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں چوری، دھوکہ اور فریب کو معمول بنا لیا تھا۔ اس میں نہ کوئی حقیقی روحانی مقصد یا الہامی دعویٰ پایا جاتا ہے، نہ ہی وہ خود کو خدا کا نمائندہ یا الہامی راستہ دکھانے والا نبی یا مہدی قرار دیتا۔

2. الہام اور خدائی دعوے کے بغیر جرم:

اس حوالہ میں آیت ''لَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا'' کی روشنی میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی الہامی یا خدائی دعوے کے تحت جرم نہ کرے، تو چاہے وہ ساری زندگی چوری یا دھوکہ کرتا رہے، اسے اس مخصوص وعید کی سزا نہیں ملتی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی جیسے لوگ، جنہوں نے نہ الہام کا دعویٰ درست طور پر کیا اور نہ خدائی مقام کا دعویٰ، اس وعید کے تحت نہیں آئیں گے، لیکن پھر بھی ان کی چوری اور دھوکہ بازی اخلاقی اور سماجی اعتبار سے قابل مذمت ہے۔

3. سزاؤں اور جرائم کا فرق:

اقتباس یہ واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی اگرچہ ساری عمر چوری اور دھوکہ میں مبتلا رہا، مگر یہ الگ بات ہے کہ وہ ڈاکہ یا الہامی دعوے کے جرم کی سزا سے نہیں گزرتا۔ اس سے یہ فرق واضح ہوتا ہے کہ اخلاقی کمزوری اور الہامی جھوٹ کے دعوے کا انجام مختلف ہوتا ہے۔

4. اخلاقی و دینی تناظر:

یہ حوالہ مرزا قادیانی کے طرزِ عمل کی اخلاقی اور دینی حقیقت کو اجاگر کرتا ہے:

ساری زندگی چوری، دھوکہ اور فریب میں رہنا ایک برا اخلاقی فعل ہے۔

کسی بھی نبی یا مہدی ہونے کے دعوے کے بغیر ایسا عمل نہ صرف شرعی بلکہ انسانی اعتبار سے بھی قابل مذمت ہے۔

مرزا کے دعووں کی بنیاد میں غیر معقولیت اور جھوٹ پنہاں ہے، جو اسے حقیقی نبی یا مہدی کی شان سے غیر مطابقت رکھتا ہے۔

مرزا قادیانی کی زندگی، چوری اور دھوکہ بازی کے ساتھ گزری، اور اس میں کوئی حقیقی الہام یا خدائی دعویٰ موجود نہ تھا۔ یہ ثابت کرتا ہے کہ وہ نہ صرف ایک نبی یا مہدی کی صفات سے خالی تھا بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی قابل تنقید تھا۔

قادیان کا بڈھا چور

ان دنوں قادیان میں مسلمان عموماً بے نماز تھے۔ قمار بازی میں مشغول رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آبادی کم تھی۔ ان دنوں بڈھا فقیر چور مشہور تھا۔

(سیرت المہدی حصہ سوم، صفحہ 694، روایت نمبر 759)

سیرت المہدی میں بیان کیا گیا ہے کہ ان دنوں قادیان میں مسلمان عام طور پر بے نماز اور قمار بازی میں مشغول تھے۔ مسلمانوں کی تعداد کم تھی، اور مذہبی و اخلاقی اقدار کی پاسداری کمزور تھی۔ یہ پس منظر اس بات کو واضح کرتا ہے کہ قادیان کی سوسائٹی میں عام لوگوں کی اخلاقی سطح نیچلی تھی، اور معاشرتی نظم وضبط کمزور تھا۔

بڈھا فقیر چور کا کردار

ان حالات میں ایک ''بڈھا فقیر چور'' مشہور ہوا۔ یہ واقعہ معاشرتی بدعنوانی اور جرائم کے عام رجحان کی نشاندہی کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قادیان میں چوری اور دھوکہ بازی نہ صرف مرزا قادیانی تک محدود تھی بلکہ عام افراد میں بھی یہ رویہ پایا جاتا تھا۔

اخلاقی و دینی پہلو

سماجی بدعنوانی، قمار اور نماز ترک کرنے کی عادات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معاشرے میں اخلاقی و دینی تربیت کمزور تھی۔

بڈھا چور کے مشہور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چوری اور دھوکہ بازی معاشرتی سطح پر بھی قابل قبول یا عام ہو چکی تھی، جس نے اخلاقی معیار کو مزید گرا دیا۔

مرزا قادیانی کے کردار کے ساتھ تعلق

یہ حوالہ تنقیدی زاویے سے یہ بھی واضح کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کی چوری اور دھوکہ

بازی ایک ایسے ماحول میں وقوع پذیر ہوئی جہاں معاشرتی اور اخلاقی اقدار پہلے ہی کمزور تھیں۔ اس سے یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ مرزا کے جرائم صرف ذاتی نہ تھے بلکہ ایک عام سماجی رویے کی عکاسی بھی کرتے ہیں۔

قادیان میں بڈھا فقیر چور اور عمومی اخلاقی زوال یہ ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی کے اخلاقی رویے اس زمانے کے معاشرتی ماحول سے جڑے ہوئے تھے، اور اس کا اخلاقی اور دینی نقصان محض فردی نہیں بلکہ معاشرتی سطح پر بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

چور کی تعبیر داماد

حضرت مسیح موعود فرمایا کرتے تھے کہ خواب میں چور کی تعبیر داماد بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا چور ہوتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ چہارم، صفحہ 2، روایت نمبر 978)

حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ خواب میں چور کی تعبیر داماد بھی ہوتی ہے۔ اس بیان کا مطلب یہ ہے کہ چوری صرف مال یا روپیہ تک محدود نہیں، بلکہ بعض اوقات انسانی رویوں، تعلقات یا سماجی ذمہ داریوں میں بھی چوری کی تشبیہ ہوسکتی ہے۔

چور کا لفظ صرف مالی چوری تک محدود نہیں، بلکہ کسی کی نیت، عزت یا حق پر ڈاکہ ڈالنے کی صورت میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

داماد کی تعبیر ایک مثال کے طور پر دی گئی ہے کہ جو شخص ذاتی مفاد کے لیے تعلقات یا ذمہ داریوں میں دھوکہ دیتا ہے، وہ بھی ایک قسم کا چور ہے۔

یہ بیان مرزا قادیانی کی اخلاقی صفات اور اس کی دھوکہ بازی کے تجزیہ کے لیے اہم ہے۔ مرزا کی چوری اور دھوکہ بازی نہ صرف مال و دولت تک محدود تھی بلکہ اس کے اخلاقی رویے بھی اسی تشبیہ کے دائرے میں آتے ہیں، جو معاشرتی اور روحانی اعتبار سے قابل

مذمت ہیں۔

چوری کی تعبیر داماد کے ساتھ جوڑ کر حضرت مسیح موعود نے یہ سکھایا کہ دھوکہ بازی اور چوری صرف مالی نہیں بلکہ اخلاقی اور سماجی سطح پر بھی نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ یہ حوالہ مرزا قادیانی کی چوری اور دھوکہ بازی کو مزید واضح اور تنقیدی زاویے سے سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

جن اسماء کے گرد چوکور خطوط دکھائے گئے ہیں وہ ان لوگوں کے نام ہیں جو ۱۸۶۵ء میں قادیان میں حصہ دار درج تھے۔ قادیان کی کل ملکیت پانچ حصوں میں تقسیم کی گئی تھی۔ دو حصے اولاد مرزا تصدق جیلانی کو آئے تھے اور دو حصے اولاد مرزا گُل محمد صاحب کو اور ایک حصہ خاص مرزا غلام مرتضٰی صاحب کو بحیثیت منصرم کے آیا تھا جو بعد میں صرف ان کی اولاد میں تقسیم ہوا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے دادا صاحب کی وفات کے بعد غیر قابض شرکاء نے مرزا امام الدین وغیرہ کی فتنہ پردازی سے ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب پر دخل یابی جائیداد کا دعوٰی دائر کر دیا اور بالآخر چیف کورٹ سے تایا صاحب کے خلاف فیصلہ ہوا۔ اس کے بعد پسران مرزا تصدق جیلانی اور مرزا غلام غوث ولد مرزا قاسم بیگ کا حصہ تو اس سمجھوتے کے مطابق جو پہلے سے ہو چکا تھا مرزا اعظم بیگ لاہوری نے خرید لیا جس نے مقدمہ کا سارا خرچ اسی غرض سے برداشت کیا تھا اور پسران غلام محی الدین صاحب اپنے اپنے حصہ پر خود قابض ہو گئے۔ مرزا غلام حسین کی چونکہ نسل نہیں چلی اس لئے ان کا حصہ پسران مرزا غلام مرتضٰی صاحب و پسران مرزا غلام محی الدین کو آ گیا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس وقت مرزا تصدق جیلانی اور مرزا قاسم بیگ کی تمام شاخ معدوم ہو چکی ہے۔ **علی ہذا القیاس** مرزا غلام حیدر کی بھی شاخ معدوم ہے۔ ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب اور مرزا امام الدین اور مرزا کمال الدین بھی لاولد فوت ہوئے۔ ہاں مرزا نظام الدین کا ایک لڑکا مرزا گُل محمد موجود ہے مگر وہ احمدی ہو کر حضرت صاحب کی روحانی اولاد میں داخل ہو چکا ہے۔ **قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ''یَنْقَطِعُ اٰبَاؤُکَ وَیُبْدَءُ مِنْکَ''** (تذکرہ صفحہ ۳۹۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء) اور یہ الہام اس وقت کا ہے جب آپ کے شجرہ خاندانی کی یہ تمام شاخیں سرسبز تھیں۔

﴿49﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا۔ اور اِدھر اُدھر پھراتا رہا۔ پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور

چلا گیا۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے واپس گھر نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ کہیں ملازم ہو جائیں اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے اور کچھ عرصہ تک وہاں ملازمت پر رہے۔ پھر جب تمہاری دادی بیمار ہوئیں تو تمہارے دادا نے آدمی بھیجا کہ ملازمت چھوڑ کر آجاؤ جس پر حضرت صاحب فوراً روانہ ہو گئے۔ امرتسر پہنچ کر قادیان آنے کے واسطے یکہ کرایہ پر لیا۔ اس موقعہ پر قادیان سے ایک اور آدمی بھی آپ کے لینے کے لئے امرتسر پہنچ گیا۔ اس آدمی نے کہا یکہ جلدی چلاؤ کیونکہ ان کی حالت بہت نازک تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگا بہت ہی نازک حالت تھی جلدی کرو کہیں فوت نہ ہو گئی ہوں۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی تھیں کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ میں اسی وقت سمجھ گیا کہ دراصل والدہ فوت ہو چکی ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ ہوتیں تو وہ شخص ایسے الفاظ نہ بولتا۔ چنانچہ قادیان پہنچے تو پتہ لگا کہ واقعی وہ فوت ہو چکی تھیں۔ والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ہمیں چھوڑ کر پھر مرزا امام الدین اِدھر اُدھر پھرتا رہا۔ آخر اس نے چائے کے ایک قافلہ پر ڈاکہ مارا اور پکڑا گیا مگر مقدمہ میں رہا ہو گیا۔ حضرت صاحب فرماتے تھے کہ معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہماری وجہ سے ہی اسے قید سے بچا لیا ورنہ خواہ وہ خود کیسا ہی آدمی تھا ہمارے مخالف یہی کہتے کہ ان کا ایک چچا زاد بھائی جیل خانہ میں رہ چکا ہے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیالکوٹ کی ملازمت ۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء کا واقعہ ہے۔

(اس روایت سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سیالکوٹ میں ملازم ہونا اس وجہ سے تھا کہ آپ سے مرزا امام الدین نے دادا صاحب کی پنشن کا روپیہ دھوکا دے کر اڑا لیا تھا کیونکہ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے آپ کی ملازمت اختیار کرنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ آپ کے والد صاحب ملازمت کے لئے زور دیتے رہتے تھے ورنہ آپ کی اپنی رائے ملازمت کے خلاف تھی اسی طرح ملازمت چھوڑ دینے کی بھی اصل وجہ یہی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ملازمت کو ناپسند فرماتے تھے اور اپنے والد صاحب کو ملازمت ترک کر دینے کی اجازت کے لئے لکھتے رہتے تھے لیکن دادا صاحب ترک ملازمت کی اجازت نہیں دیتے تھے مگر بالآخر جب دادی صاحبہ بیمار ہوئیں تو دادا صاحب نے اجازت بھجوا دی کہ ملازمت چھوڑ کر آجاؤ۔)

ان کے زمانہ میں سکھوں کی طرف سے ہماری جدّی ریاست پر حملے شروع ہو گئے تھے اور کئی گاؤں چھن بھی گئے تھے مگر انہوں نے بڑا حصہ جاگیر کا بچائے رکھا ان کی وفات کے بعد جو غالباً ۱۸۰۰ء میں واقع ہوئی ان کے لڑکے مرزا عطا محمد صاحب خاندان کے رئیس ہوئے ان کے زمانہ میں رام گڑھی سکھوں نے ساری ریاست چھین لی اور ان کو قادیان میں جو ان دنوں میں فصیل سے محفوظ تھا محصور ہونا پڑا۔ آخر سکھوں نے دھوکے سے شہر پر قبضہ پالیا اور ہمارے کتب خانے کو جلا دیا اور مرزا عطا محمد صاحب کو مع اپنے عزیزوں کے قادیان سے نکل جانا پڑا۔ چنانچہ مرزا عطا محمد صاحب بیگووال ریاست کپورتھلہ میں چلے گئے جہاں کے سکھ رئیس نے ان کو بڑی عزت سے جگہ دی اور مہمان رکھا۔ چند سال کے بعد مرزا عطا محمد صاحب کو دشمنوں نے زہر دلوا دیا اور وہ فوت ہو گئے اس وقت ہمارے دادا صاحب کی عمر چھوٹی تھی مگر والدہ صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ باوجود اس کے وہ اپنے والد صاحب کا جنازہ قادیان لائے تا خاندانی مقبرہ میں دفن کریں۔ یہاں کے سکھوں نے مزاحمت کی لیکن قادیان کی عام پبلک خصوصاً کمیں لوگوں نے دادا صاحب کا ساتھ دیا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ سکھوں کو خوف پیدا ہوا کہ بغاوت نہ ہو جاوے اس لئے انہوں نے اجازت دے دی۔ اس کے بعد دادا صاحب واپس چلے گئے۔ اس زمانہ میں سکھوں نے ہماری تمام جائداد اور مکانات پر قبضہ کیا ہوا تھا اور بعض مسجدوں کو بھی دھرم سالہ بنالیا تھا۔ پھر راجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں رام گڑھیوں کا زور ٹوٹ گیا اور سارا ملک راجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت آ گیا۔ اس وقت دادا صاحب نے راجہ سے اپنی جدّی جائداد کا کچھ حصہ واپس حاصل کیا اور قادیان واپس آ گئے اس کے بعد دادا صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی مرزا غلام محی الدین صاحب نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت کئی فوجی خدمات انجام دیں۔ چنانچہ یہ سب باتیں کتاب پنجاب چیفس مصنفہ سرلیپل گریفن میں مفصل درج ہیں۔ سکھ حکومت کے اختتام پر پھر ملک میں بدامنی پھیلی اور ہمارے خاندان کو پھر مصائب کا سامنا ہوا چنانچہ ہمارے دادا صاحب اور ان کے بھائی مرزا غلام محی الدین صاحب کے قلعہ بسراواں میں قید کئے جانے کا واقعہ غالباً اسی زمانہ کا ہے۔ اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی۔ اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسّی رہ گئی اور پھر تایا

وہاں بارہ سال تک امن کی زندگی بسر کی۔اس کی وفات پر رنجیت سنگھ نے جو رام گڑھیہ مسل کی جاگیر پر قابض ہو گیا تھا غلام مرتضٰی کو قادیان واپس بلا لیا اور اس کی جدّی جاگیر کا ایک معقول حصہ اسے واپس کر دیا۔ اس پر غلام مرتضٰی اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ کی فوج میں داخل ہو گیا اور کشمیر کی سرحد اور دوسرے مقامات پر قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

نونہال سنگھ شیر سنگھ اور دربار لاہور کے دور دوراں میں غلام مرتضٰی ہمیشہ فوجی خدمت پر مامور رہا۔۱۸۴۱ء میں یہ جرنل ونچورا کے ساتھ منڈی اور کلّو کی طرف بھیجا گیا اور ۱۸۴۳ء میں ایک پیادہ فوج کا کمیندار بنا کر پشاور روانہ کیا گیا۔ ہزارہ کے مفسدے میں اس نے کارہائے نمایاں کئے اور جب ۱۸۴۸ء کی بغاوت ہوئی تو وہ اپنی سرکار کا وفادار رہا اور اس کی طرف سے لڑا۔اس موقعہ پر اس کے بھائی غلام محی الدین نے بھی اچھی خدمات کیں۔ جب بھائی مہاراج سنگھ اپنی فوج کو لئے دیوان مولراج کی امداد کے واسطے ملتان جارہا تھا تو غلام محی الدین اور دوسرے جاگیرداران لنگر خان ساہیوال اور صاحب خان ٹوانہ نے مسلمان آبادی کو برانگیختہ کیا اور مصر صاحب دیال کی فوج کے ساتھ مل کر باغیوں پر حملہ کر کے ان کو شکست فاش دی اور دریائے چناب کی طرف دھکیل دیا جہاں چھ سو سے زیادہ باغی دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہو گئے۔

انگریزی گورنمنٹ کی آمد پر اس خاندان کی جاگیر ضبط ہو گئی مگر سات سو کی ایک پنشن غلام مرتضٰی اور اس کے بھائیوں کو عطا کی گئی اور قادیان اور اس کے گردونواح پر ان کے حقوق مالکانہ قائم رہے۔اس خاندان نے غدر ۱۸۵۷ء میں نہایت عمدہ خدمات کیں۔ غلام مرتضٰی نے بہت سے آدمی بھرتی کئے اور اس کا بیٹا غلام قادر اس وقت جنرل نکلسن کی فوج میں تھا جب کہ افسر موصوف نے تریموگھاٹ پر نمبر ۴۶ نیو انفنٹری کے باغیوں کو جو سیالکوٹ سے بھاگے تھے تہ تیغ کیا تھا۔ جنرل نکلسن نے غلام قادر کو ایک سند دی جس میں یہ لکھا کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں خاندان قادیان نے ضلع کے دوسرے تمام خاندانوں سے زیادہ وفاداری دکھائی ہے۔

﴿133﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ رسالہ کشف الغطاء میں جو حکام گورنمنٹ کے واسطے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا تھا حضرت مسیح موعود تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ مَیں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور فرمایا کہ صبح اور شام کا وقت خاص طور پر برکات کے نزول کا وقت ہوتا ہے۔ اور اس وقت فرشتوں کا پہرہ بدلتا ہے۔ ایسے وقت کی برکات سے اپنے آپ کو محروم نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں کبھی مجبوری ہو تو عشاء کی نماز سے ملا کر مغرب کی نماز جمع کی جاسکتی ہے۔ مائی کا کو نے بیان کیا کہ اس وقت سے ہمارے گھر میں کسی نے مغرب کی نماز قضا نہیں کی اور ہمارے گھروں میں یہ طریق عام طور پر رائج ہو گیا ہے کہ شام کا کھانا مغرب سے پہلے ہی کھا لیتے ہیں تا کہ مغرب کی نماز کو صحیح وقت پر ادا کر سکیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مائی کا کو نے جو قضا کا لفظ استعمال کیا ہے یہ عرف عام میں غلط طور پر استعمال ہونے لگا ہے۔ ورنہ اس کے اصلی معنے پُورا کرنے اور ادا کرنے کے ہیں نہ کہ کھونے اور ضائع کرنے کے۔ مجھے اس کا اس لئے خیال آیا کہ مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب نے بھی ایک جگہ اس لفظ کے غلط استعمال کے متعلق ذکر کیا ہے۔

﴿852﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ مائی کا کو نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ جب حضرت صاحب نے جماعت میں بکروں کی قربانی کا حکم دیا تھا۔ تو ہم نے بھی اس ارشاد کی تعمیل میں بکرے قربان (صدقہ) کروائے تھے۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مَیں نے خواب دیکھا۔ کہ ایک بڑا بھاری جلوس آ رہا ہے اور اس جلوس کے آگے کوئی شخص رتھ میں سوار ہو کر چلا آ رہا ہے۔ جس کے ارد گرد پردے پڑے ہوئے ہیں اور لوگوں میں شور ہے کہ محمد ﷺ آ گئے۔ محمد ﷺ آ گئے۔ میں نے آگے بڑھ کر رتھ کا پردہ اُٹھایا تو اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ کیا تم نے صدقہ نہیں کیا؟ مَیں نے کہا۔ حضور ہم نے تو صدقہ کروا دیا ہے۔ آپ نے فرمایا اور کروا دو۔ چنانچہ مَیں نے اور صدقہ کروا دیا۔ اس زمانہ میں دو روپیہ میں بکرا مل جاتا تھا۔ اور ہم نے پانچ پیسے میں سیر گوشت خریدا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ غالباً اس زمانہ کی بات ہے جب حضرت صاحب ۱۹۰۵ء والے زلزلہ کے بعد باغ میں جا کر ٹھہرے تھے۔

﴿853﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک شخص

جب بڑی مسجد میں جاتے تھے تو گرمی کے موسم میں کنوئیں سے پانی نکلوا کر ڈول سے ہی مُنہ لگا کر پانی پیتے تھے اور مٹی کی تازہ ٹِنڈ یا تازہ آبخورہ میں پانی پینا آپ کو پسند تھا۔ اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب اچھے تلے ہوئے کرارے پکوڑے پسند کرتے تھے کبھی کبھی مجھ سے منگوا کر مسجد میں ٹہلتے ٹہلتے کھایا کرتے تھے۔ اور سالم مرغ کا کباب بھی پسند تھا چنانچہ ہوشیار پور جاتے ہوئے ہم مُرغ پکوا کر ساتھ لے گئے تھے۔ مولی کی چٹنی اور گوشت میں مونگرے بھی آپ کو پسند تھے۔ گوشت کی خوب بُھنی ہوئی بوٹیاں بھی مرغوب تھیں۔ چپاتی خوب سِکی ہوئی جو سِکنے سے سخت ہو جاتی ہے پسند تھی۔ گوشت کا پتلا شوربہ بھی پسند کرتے تھے جو بہت دیر تک پکتا رہا ہو۔ حتّٰی کہ اس کی بوٹیاں خوب گل کر شوربہ میں اس کا عرق پہنچ جاوے۔ سکنجبین بھی پسند تھی۔ میاں جان محمد مرحوم آپکے واسطے سکنجبین تیار کیا کرتا تھا۔ نیز میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت صاحب نے ایک دفعہ یہ بھی فرمایا تھا کہ گوشت زیادہ نہیں کھانا چاہیے جو شخص چالیس دن لگا تار کثرت کے ساتھ صرف گوشت ہی کھاتا رہتا ہے اسکا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دال، سبزی ترکاری کے ساتھ بدل بدل کر گوشت کھانا چاہیے بھیڑ کا گوشت ناپسند فرماتے تھے۔ میٹھے چاول گُڑ یعنی قند سیاہ میں پکے ہوئے پسند فرماتے تھے۔ ابتدا میں چائے میں دیسی شکر (جو گُڑ کی طرح ہوتی ہے) ڈال کر استعمال فرماتے تھے۔ شوربہ کے متعلق فرماتے تھے کہ گاڑھا کیچڑ جیسا ہم کو پسند نہیں۔ ایسا پتلا کرنا چاہیے کہ ایک آنہ کا گوشت آٹھ آدمی کھائیں۔ اس وقت ایک آنہ کا سیر خام گوشت آتا تھا۔

﴿168﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ کوئی شخص حضرت صاحب کیلئے ایک تسبیح تحفہ لایا۔ وہ تسبیح آپ نے مجھے دے دی اور فرمایا لو اس پر درود شریف پڑھا کرو۔ وہ تسبیح بہت خوبصورت تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ تسبیح کے استعمال کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام طور پر پسند نہیں فرماتے تھے۔

﴿169﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ حضرت صاحب بیان فرماتے تھے کہ قیامت کو ایک شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگا اور اللہ اس سے دریافت کرے گا کہ

جان کے قادیان تشریف لانے سے پہلے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔)

﴿226﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح اللہ صاحب باغبانپورہ لاہور سے سیکھا تھا۔ اسکے بعد دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔

﴿227﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی۔ اور اس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ **میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔**

﴿228﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔ ؎

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا — ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے — تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے — مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے صبر دل سے گیا — ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنا دے — کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی — بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر — دلا اک بار شوروغل مچادے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی — سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم — کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

مناسب موقع پر میرا یہ اشتہار بیعت پڑھ کر سنا دیں اور میں خود بھی آپ کے لیکچر میں آؤں گا۔اس نے وعدہ کر لیا۔ چنانچہ حضرت صاحب اس کے وعظ میں تشریف لے گئے لیکن اس نے وعدہ خلافی کی اور حضور کا اشتہار نہ سنایا بلکہ جس وقت لوگ منتشر ہونے لگے اس وقت سنایا مگر اکثر لوگ منتشر ہو گئے تھے۔حضرت صاحب کو اس پر بہت رنج ہوا فرمایا ہم اس کے وعدہ کے خیال سے ہی اس کے لیکچر میں آئے تھے کہ ہماری تبلیغ ہوگی ورنہ ہمیں کیا ضرورت تھی۔اس نے وعدہ خلافی کی ہے۔میاں عبداللہ صاحب کہتے تھے کہ پھر تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہ مولوی چوری کے الزام کے نیچے آکر سخت ذلیل ہوا۔

﴿98﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب حضرت صاحب نے پہلے دن لدھیانہ میں بیعت لی تو اس وقت آپ ایک کمرہ میں بیٹھ گئے تھے اور دروازہ پر شیخ حامد علی کو مقرر کر دیا تھا۔اور شیخ حامد علی کو کہہ دیا تھا کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ کے اندر بلاتے جاؤ چنانچہ آپ نے پہلے حضرت خلیفہ اوّل کو بلوایا ان کے بعد میر عباس علی کو پھر میاں محمد حسین مراد آبادی خوش نویس[1] کو اور چوتھے نمبر پر مجھ کو اور پھر ایک یادو اور لوگوں کو نام لے کر اندر بلایا پھر اس کے بعد شیخ حامد علی کو کہہ دیا کہ خود ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جاؤ۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ اوائل میں حضور ایک ایک کی الگ الگ بیعت لیتے تھے لیکن پھر بعد میں اکٹھی لینے لگ گئے۔اور میاں عبداللہ صاحب نے بیان کیا کہ پہلے دن جب آپ نے بیعت لی تو وہ تاریخ ۲۰؍رجب ۱۳۰۶ء ھجری مطابق ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء تھی[2] اور اس وقت بیعت کے الفاظ یہ تھے۔’’آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھونگا اور ۱۲؍جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ

---

[1] جو ابتدائی رجسٹر بیعت کنندگان مجھے حال ہی میں ملا ہے اس کے اندراج کے لحاظ سے ان کا نام نمبر ۱۱ پر درج ہے (سیرت المہدی حصہ سوم)

[2] رجسٹر بیعت کنندگان سے پہلے دن کی بیعت ۱۹؍رجب اور ۲۱؍مارچ ظاہر ہوتی ہے۔یعنی نہ صرف تاریخ مختلف ہے بلکہ قمری اور شمسی تاریخوں کا مقابلہ بھی غلط ہو جاتا ہے اس اختلاف کی وجہ سے میں نے گزشتہ جنتری کو دیکھا تو وہاں سے مطابق زبانی روایت ۲۰؍رجب کو ۲۳؍مارچ ثابت ہوئی ہے۔پس یا تو رجسٹر کا اندراج چند دن بعد میں ہونے کی وجہ سے غلط ہو گیا ہے اور یا اس ماہ میں چاند کی رؤیت جنتری کے اندراج سے مختلف ہوئی ہوگی۔واللہ اعلم

زمانہ میں جو آخَـرِیْـنَ مِـنْهُـمْ کا زمانہ ہے حقیقت حال منکشف کی گئی چنانچہ جب حضرت مسیح موعودؑ نے منشی صاحب کو یہ فرمایا کہ اگر آپ نے کسی شخص کو اپنی توجہ سے گرالیا تو اس کا نتیجہ یا فائدہ کیا ہوا یعنی دینی اور روحانی لحاظ سے اس توجہ نے کیا فائدہ دیا کیونکہ یہ بات تو مشق کے ساتھ ایک دہریہ بھی اپنے اندر پیدا کرسکتا ہے تو منشی صاحب کی آنکھیں کھل گئیں اوران کو پتہ لگ گیا کہ خواہ ہم علم توجہ میں کتنا بھی کمال حاصل کرلیں لیکن اگر لوگ حقیقی تقویٰ وطہارت اور تعلق باللہ کے مقام کو حاصل نہیں کرتے تو یہ بات روحانی طور پر کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی۔ واقعی منہاج نبوت کے مقابلہ میں جس پر حضرت مسیح موعودؑ کو قائم کیا گیا اور جس نے روحانیت کا ایک سورج چڑھا دیا۔ یہ دود آمیز مکدر اور عارضی روشنی جس سے بسا اوقات ایک چور بھی لوگوں کے قلوب سے ایمان واسلام کا اثاثہ چرانے کی نیت سے اپنی سیاہ کاری میں مد بنا سکتا ہے کب ٹھہر سکتی تھی۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ منشی احمد جان صاحب لدھیانوی ایک بڑے صوفی مزاج آدمی تھے اور اپنے علاقہ کے ایک مشہور پیر سجادہ نشین تھے مگر افسوس کہ حضرت صاحب کے دعویٰ مسیحیت سے پہلے ہی فوت ہوگئے۔ ان کو حضرت مسیح موعودؑ سے اس درجہ عقیدت تھی کہ ایک دفعہ انہوں نے آپ کو مخاطب کر کے یہ شعر فرمایا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر تم مسیحا بنو خدا کے لئے

منشی صاحب موصوف کی لڑکی سے حضرت خلیفہ اوّل کی شادی ہوئی اور حضرت مولوی صاحب کی سب نرینہ اولاد انہی کے بطن سے ہے۔ منشی صاحب کے دونوں صاحبزادے قادیان میں ہی ہجرت کر کے آگئے ہوئے ہیں اور منشی صاحب کے اکثر بلکہ قریباً سب متبعین احمدی ہیں۔ نیز خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب منشی صاحب مرحوم سے خود نہیں ملے لہٰذا انہوں نے کسی اور سے یہ واقعہ سنا ہوگا۔

﴿144﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چند مہمانوں کی دعوت کی اور ان کے واسطے گھر میں کھانا تیار کروایا مگر عین جس وقت کھانے کا وقت آیا اتنے ہی اور مہمان آگئے اور مسجد مبارک مہمانوں سے بھر گئی۔ حضرت صاحب نے اندر کہلا بھیجا کہ اور مہمان آگئے ہیں کھانا زیادہ بھجواؤ۔ اس پر بیوی صاحبہ نے حضرت صاحب کو اندر بلوا بھیجا

ممتاز ومتباین یقین کرتا ہو۔بطریق افترا بقائمی ہوش وحواس الفاظ معیّنہ کی صورت میں کوئی قول یا اقوال منسوب کر کے اس بات کا دعویٰ شائع کرے کہ یہ کلام خدا نے مجھے الہام کیا ہے اور وہ خدائی کلام کو خود اپنے کلام اور خیالات سے ہر طرح ممتاز ومتباین قرار دیتا ہو۔یعنی کسی خاص مقام یا خاص حالت یا خاص قسم کے دل کے خیالات کا نام الہام الٰہی رکھنے والا نہ ہو۔اور نہ خود خدائی کا دعوےدار بنتا ہو۔جیسا کہ نیچریوں یا برہم سماجیوں یا بہائیوں کا خیال ہے۔اگر یہ شرائط جو آیت لَوْتَقَوَّلَ سے ثابت ہیں مفقود ہوں تو خواہ ایک شخص تیئس ۲۳ سال چھوڑ کر دوسو سال بھی زندگی پائے وہ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا کے وعید کے ماتحت سزا نہیں پائے گا۔گو وہ اور طرح مجرم ہو اور دوسری سزائیں بھگتے جیسا کہ مثلاً وہ شخص جو خواہ ساری عمر چوری یا دھوکہ یا فریب یا اکل بالباطل وغیرہ کے جرائم میں ماخوذ ہو کر ان جرموں کی سزائیں پاتا رہا ہو۔اگر وہ ڈاکہ زن نہیں ہے تو وہ کبھی بھی ڈاکہ کے جرم کی سزا نہیں پاسکتا۔فَافْھَم۔

﴿306﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول رضی اللہ عنہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ کسی بحث کے دوران میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی مخالف نے کوئی حوالہ طلب کیا اس وقت وہ حوالہ حضرت کو یاد نہیں تھا اور نہ آپ کے خادموں میں سے کسی اور کو یاد تھا لہٰذا شماتت کا اندیشہ پیدا ہوا مگر حضرت صاحب نے بخاری کا ایک نسخہ منگایا اور یونہی اس کی ورق گردانی شروع کر دی اور جلد جلد ایک ایک ورق اس کا الٹانے لگ گئے اور آخر ایک جگہ پہنچ کر آپ ٹھہر گئے اور کہا کہ لو یہ لکھ لو۔دیکھنے والے سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔اور کسی نے حضرت صاحب سے دریافت بھی کیا۔جس پر حضرت صاحب نے فرمایا کہ جب میں نے کتاب ہاتھ میں لے کر ورق اُلٹانے شروع کئے تو مجھے کتاب کے صفحات ایسے نظر آتے تھے کہ گویا وہ خالی ہیں اور ان پر کچھ نہیں لکھا ہوا اسی لئے میں ان کو جلد جلد الٹاتا گیا آخر مجھے ایک صفحہ ملا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ وہی حوالہ ہے جس کی مجھے ضرورت ہے۔گویا اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرف کیا کہ سوائے اس جگہ کے کہ جس پر حوالہ درج تھا باقی تمام جگہ آپ کو خالی نظر آئی۔

ایک دفعہ مَیں نے سوال کیا تھا کہ ارواح ایک دفعہ ہی پیدا کردی گئی تھیں یا مختلف وقتوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا جواب مجھے یاد نہیں رہا۔ اسی طرح ایک دفعہ مَیں نے سوال کیا کہ اگر تمام ارواح مکتی پائینگی۔ تو خدا کا خزانہ خالی ہوجائے گا۔ تو پھر خدا بے کار بیٹھے گا؟

اسی طرح ایک اور سوال کیا کہ خدا قادر ہے۔ کیا وہ کوئی اور خدا پیدا کرسکتا ہے۔ جواب فرمایا ''نہیں'' مَیں نے کہا۔ تب خدا کی قادریت ٹوٹ جاتی ہے۔ فرمایا۔ نہیں۔ کیونکہ اس کی صفت **وَحْدَہٗ لَاشَرِیک** کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب شرکاء کو ذلیل کرنا نہ چاہتے تھے اور نہ ہی کسی کی بُرائی چاہتے تھے۔ شرکاء گھر میں بھی مرزا صاحب کی عزت کرتے تھے۔

بحث کے متعلق جو مَیں آپ سے کبھی کبھی سوالاً جواباً کیا کرتا تھا۔ فرمایا۔ کہ دو خطوط متوازی لیں خواہ ان کو کتنی دور تک بڑھاتے چلے جاؤ وہ کبھی نہ ملیں گے۔ اسی طرح بحث کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ مرزا صاحب منطق بھی جانتے تھے اور سکول میں کوئی جماعت نہ پڑھے ہوئے تھے۔ مَیں نے مرزا صاحب کو نہ کبھی بدنظری کرتے دیکھا اور نہ سُنا۔ بلکہ وہ بدنظری کو ناپسند فرماتے اور دوسروں کو روکتے تھے۔ ہمیشہ ادب کا لحاظ رکھتے تھے اور زائرین کی عزت و تکریم کرتے تھے۔ جب کبھی کوئی چیز منگواتے، پیسے پہلے دیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب چشم پوش تھے۔ کبھی کسی میلہ یا تماشہ یا کسی اور مجلس میں نہ جایا کرتے۔ بلکہ ان کے بیٹے شرم کی وجہ سے آپ کے پاس نہ آتے تھے۔ نوکروں کے ساتھ مساوات کا سلوک کرتے تھے۔ ان دنوں مرزا صاحب اکیلے صبح سویرے اور شام کو سیر کو جایا کرتے تھے۔ مَیں نے ان کو پانچوں نمازیں مسجد میں پڑھتے دیکھا ہے۔ گھر سے چھوٹی سی گلی مسجد کو جاتی تھی۔ اس راستہ سے گذر کر مسجد میں جاتے تھے۔ صرف اکیلے ہی ہوا کرتے تھے۔ اگر دو تین ہوجاتے تو مرزا صاحب جماعت کے ساتھ نماز پڑھتے اور اگر اکیلے ہوتے تو اکیلے ہی پڑھ لیتے۔ **ان دنوں قادیان میں مسلمان عموماً بے نماز تھے۔ قمار بازی میں مشغول رہتے تھے۔ مسلمانوں کی آبادی کم تھی۔ ان دنوں بڈھا فقیر چور مشہور تھا** اور نہالہ برہمن اور خوشحال چند۔ یہ دونوں مقدمہ باز مشہور تھے۔ نہالہ برہمن نے اپنی دونوں لڑکیاں چوری کے الزام میں قید کروادی تھیں۔ خوشحال چند

﴿977﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ تمام انبیاء کے نام چونکہ خدا کی طرف سے رکھے جاتے ہیں اس لئے ہر ایک کے نام میں اس کی کسی بڑی صفت کی پیشگوئی موجود ہوتی ہے ۔مثلاً آدم، گندم گوں اقوام کا باپ۔ ابراہیم، قوموں کا باپ۔ اسماعیل، خدا نے دعا کو سن لیا۔ یعنی اولاً اولاد کے متعلق ابراہیم کی دعا کو سن لیا اور پھر مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں اسماعیل کی پکار سن لی اور پانی مل گیا اور آبادی کی صورت پیدا ہوگئی۔ اسحٰق، اصل میں اضحاک ہے چنانچہ قرآن شریف فرماتا ہے فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ (ھود: ۷۲)۔ نوح کا اتنی لمبی عمر نوحہ کرنا مشہور ہے۔ مسیح، سفر کرنے والا، خدا کا ممسوح۔ سلیمان جس کے متعلق قرآن فرماتا ہے۔ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (النحل: ۴۵)۔ ایسا بادشاہ جو نہ صرف خود مسلم تھا بلکہ جس کے طفیل ایک شہزادی بمعہ اپنے اہل ملک کے اسلام لائی۔ مریم بتول یعنی کنواری۔ چنانچہ فرماتا ہے اِنِّیْ نَذَرْتُ لَکَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا (اٰل عمران: ۳۶)۔ یعقوب۔ پیچھے آنے والا۔ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (ھود: ۷۲) یوسف۔ يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ (یوسف: ۸۵)۔ محمد ﷺ، تمام کمالات کا جامع جس کی ہر جہت سے تعریف کی جائے یعنی کامل محمود و محبوب اور معشوق۔ **احمد**، نہایت حمد کرنے والا یعنی عاشق صادق وغیرہ وغیرہ۔

﴿978﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ خواب میں چور کی تعبیر داماد بھی ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی ایک قسم کا چور ہوتا ہے۔ اسی طرح جوتی کی تعبیر عورت ہوتی ہے اور عورت کی تعبیر دنیا۔ ہاتھوں کی تعبیر بھائی ہوتی ہے اور دانت ٹوٹ جائے تو تعبیر یہ ہے کہ کوئی عزیز مر جائے گا۔ اوپر کا دانت ہو تو مرد نیچے کا ہو تو عورت۔

﴿979﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔میاں فیاض علی صاحب کپورتھلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ کپورتھلہ کی جماعت میں ہم پانچ آدمی جماعت کے نام سے نامزد تھے۔ (۱) خاکسار فیاض علی (۲) منشی اروڑا صاحب تحصیل دار مرحوم (۳) منشی محمد خان صاحب مرحوم (۴) منشی عبد الرحمٰن صاحب (۵) منشی ظفر احمد صاحب کاتب جنگ مقدس۔ ان سب کو حضرت مسیح موعود نے ۳۱۳ میں شمار کیا ہے اور مجموعی طور پر اور

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814

ہماری دیگر کتب کی فہرست

قادیانی توحید | قادیانی کلمہ
قادیانی کذاب | مرزا قادیانی کے 200 جھوٹ
مرزا قادیانی کی بیان کردہ ضعیف احادیث | مرزا قادیانی چوہڑہ
عقیدہ ختم نبوت | معراج جسمانی (قادیانی اعتراضات کے جوابات)
قادیانی کرتوتیں | قادیانی عقیدہ اجرائے نبوت
عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام | قادیانی عقیدہ وفاتِ مسیح علیہ السلام
عقیدہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ | قادیان کا جعلی امام مہدی
مرزا قادیانی مسیح بیماری | مرزا قادیانی کتی دا بچہ
مرزا قادیانی زانی | مرزا قادیانی شرابی
مرزا قادیانی ٹھرکی | مرزا قادیانی حرامی
مرزا قادیانی مسیح گالی باز | زانی ابن زانی (مرزے کا بیٹا بشیر)
مرزا قادیانی دیوث | مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر
مرزا قادیانی سدومی | مرزا قادیانی مسیح ٹھگ
مرزا قادیانی مسیح افیمی | مرزا قادیانی نامرد
بندروں سوروں کی جماعت احمدیہ | قادیانی نماز
قادیانی مرزا کی مقعد کے چھونے | قادیانی فرشتے
قادیانی فرقے | قادیانیوں کی پہچان
قادیانی مسیح اِن ہیرا منڈی | مرزا قادیانی چور
مرزا قادیانی ابو دارس | مرزا قادیانی مراقی
مرزا قادیانی کی پیدائش | قاضی یار محمد قادیانی کے کارنامے

ان تمام کتب کے حصول کے لیے ہمارے وٹس ایپ پر رابطہ کریں۔

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح نامرد

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ



+923247448814

مرزا قادیانی مسیح نامرد

یہ رسالہ ایک خالص تحقیقی و تنقیدی مطالعہ ہے جس میں مرزا غلام قادیانی کے اپنے تحریری اقرارات، جماعتِ احمدیہ کے داخلی مآخذ، اور مستند تاریخی حوالہ جات کی روشنی میں ایک مخصوص دعویٰ کا جائزہ لیا گیا ہے، یعنی وہ دعویٰ جس میں خود مرزا غلام قادیانی نے اپنی بعض جسمانی و ازدواجی کیفیات کا ذکر کیا ہے۔ اس رسالے کا مقصد الزام تراشی یا جذباتی مناظرانہ اسلوب نہیں، بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ آیا مرزا غلام قادیانی کے اپنے بیانات، ان کے طبی دعووں اور ان کے خاندانی حالات کے مابین کوئی واضح تطبیق پائی جاتی ہے یا نہیں۔

زیرِ بحث نکتہ یہ ہے کہ اگر شادی کے زمانے میں مرزا غلام قادیانی اپنی تحریروں کے مطابق کسی ایسے مرض میں مبتلا تھا جسے وہ خود صراحت یا کنایہ کے ساتھ بیان کرتا ہے، تو پھر بعد ازاں اولاد کا پیدا ہونا کس طرح ثابت کیا جائے گا، اور اس کی کیا توجیہ پیش کی جاتی ہے۔ یہ سوال براہِ راست قادیانی لٹریچر اور ان کے اپنے دعووں سے پیدا ہوتا ہے، نہ کہ کسی بیرونی مفروضے سے۔

اس رسالے میں چند منتخب اور واضح حوالہ جات پیش کیے جائیں گے، جن میں اصل متون، سیاق و سباق اور زمانی ترتیب کا خاص خیال رکھا جائے گا، تاکہ قاری خود یہ سمجھ سکے کہ مسئلہ کہاں پیدا ہوتا ہے اور جماعتِ احمدیہ اس داخلی تضاد کو کس طرح حل کرتی ہے، یا آیا واقعی کوئی حل موجود ہے بھی یا نہیں۔ اس اعتبار سے یہ رسالہ ایک سوالیہ و تحقیقی دستاویز ہے، جس کا مخاطب خاص طور پر وہ افراد ہیں جو قادیانیت کے دعووں کو بلا تحقیق قبول کرنے کے عادی ہیں۔

نامردی کا قادیانی الہام

نومبر ۱۸۸۴ء ''ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا......میری حالت ِمردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا...... کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے......غرض اس ابتلا کے وقت میں نے جنابِ الٰہی میں دُعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعے سے دوائیں بتلائیں۔

(تذکرہ صفحہ 108)

اس اقتباس میں سب سے بنیادی اور فیصلہ کن بات یہ ہے کہ مرزا غلام قادیانی خود شادی کے عین وقت اپنی جسمانی کیفیت کو بیان کر رہا ہے، اور یہ بیان کسی مخالف کا نہیں بلکہ اس کی اپنی تحریر اور اعتراف ہے۔ وہ واضح الفاظ میں کہتا ہے کہ دل و دماغ سخت کمزور تھے، متعدد امراض کا شکار رہ چکا تھا، اور سب سے اہم جملہ یہ ہے کہ ''میری حالتِ مردمی کالعدم تھی''۔ عربی و اردو اسلوب میں ''حالتِ مردمی'' کا اطلاق صریح طور پر ازدواجی و تولیدی صلاحیت پر ہوتا ہے، اور ''کالعدم'' کا لفظ کسی وقتی کمزوری نہیں بلکہ عدمِ موجودگی کے مفہوم کو ادا کرتا ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی نہایت اہم ہے کہ مرزا غلام قادیانی اس کیفیت کو وقتی گھبراہٹ یا نفسیاتی کیفیت قرار نہیں دے رہا، بلکہ اسے اپنی مجموعی جسمانی کمزوری، سابقہ امراض اور ''پیرانہ سالی کے رنگ'' سے جوڑ رہا ہے۔ مزید برآں اس کے بقول اس کے بعض قریبی دوستوں نے بھی اسی بنیاد پر اس شادی پر افسوس کا اظہار کیا کہ وہ اس قابل نہ تھا، جو اس بات کی تائید ہے کہ یہ

معاملہ محض ان کا ذاتی وہم نہیں بلکہ ایک معروف اور محسوس شدہ حالت تھی۔

اس اقتباس میں دعا اور الہام کے ذریعے دوا بتائے جانے کا ذکر بعد میں آتا ہے، جو بذاتِ خود اس بات کا اعتراف ہے کہ شادی کے وقت یہ حالت بالفعل موجود تھی، اور اس سے نجات بعد میں مطلوب تھی، نہ کہ پہلے سے حاصل شدہ۔ چنانچہ زمانی ترتیب کے لحاظ سے یہ تسلیم کرنا ناگزیر ہے کہ شادی کے وقت مرزا غلام قادیانی خود اپنی "حالتِ مردمی" کے کالعدم ہونے کا اقرار کر رہا ہے۔

یہی وہ بنیادی نکتہ ہے جس سے آگے چل کر ایک ناگزیر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر شادی کے وقت یہ حالت بالفعل موجود تھی، تو بعد ازاں اولاد کے ظہور کا معاملہ کس طرح سمجھا جائے گا، اور اس کی توجیہ قادیانی لٹریچر میں کہاں اور کس صورت میں پیش کی گئی ہے۔ یہی سوال اس رسالے کی آئندہ بحث کی بنیاد بنتا ہے۔

نکاح کے وقت حالتِ نامردمی کا صریح اقرار

ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ باعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطیس اور دردسر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلا دیا۔

(حیات احمد جلد دوم حصہ سوم صفحہ 360)

یہ اقتباس سابقہ حوالہ سے بھی زیادہ واضح، تفصیلی اور فیصلہ کن ہے، کیونکہ یہاں مرزا غلام قادیانی نے اپنی جسمانی حالت کے اسباب اور پس منظر کو خود گنوا کر بیان کیا ہے، اور یوں کسی تاویل یا عذر کی گنجائش باقی نہیں رہنے دی۔ وہ صراحت کے ساتھ بتاتا ہے کہ شادی کے وقت دل و دماغ کی سخت کمزوری، متعدد پرانے امراض، خصوصاً ذیابیطس، دردِ سر مع دورانِ سر، اور بعض اوقات تشنجِ قلب جیسی سنگین کیفیات اس کے ساتھ لاحق تھیں۔ یہ تمام بیماریاں محض وقتی یا معمولی نوعیت کی نہیں بلکہ مزمن اور دیرینہ امراض کے زمرے میں آتی ہیں، جو انسان کی عمومی صحت ہی نہیں بلکہ ازدواجی و تولیدی صلاحیت پر بھی براہِ راست اثر ڈالتی ہیں۔

ان اسباب کو ذکر کرنے کے فوراً بعد مرزا غلام قادیانی کا یہ کہنا کہ "اس لئے میری حالتِ مردمی کالعدم تھی" نہایت معنی خیز ہے، کیونکہ یہاں "اس لئے" کا لفظ علت و معلول کا رشتہ قائم کر رہا ہے۔ گویا وہ خود فیصلہ صادر کر رہا ہے کہ مذکورہ امراض کا لازمی نتیجہ اس کی مردمی حالت کا کالعدم ہونا تھا۔ اس کے بعد "پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی" کا اضافہ اس کیفیت کو مزید پختہ کر دیتا ہے، کیونکہ یہ جملہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خود کو عملی طور پر بڑھاپے کی حالت میں سمجھتا تھا، حالانکہ عمر کے اعتبار سے وہ اس درجے کا بوڑھا نہ تھا۔

مزید اہم پہلو یہ ہے کہ وہ اس معاملے کو محض ذاتی احساس تک محدود نہیں رکھتا، بلکہ کہتا ہے کہ اس کے بعض دوستوں نے اس شادی پر افسوس کیا، اور اس بابت ایک خط بھی موجود تھا جسے اس نے اپنی جماعت کے "بہت سے معزز لوگوں" کو دکھایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بات صرف اس کے دل کی کیفیت یا اندرونی کمزوری نہ تھی، بلکہ ایک معروف اور تسلیم شدہ حقیقت تھی جس پر جماعت کے معزز افراد بھی مطلع تھے۔

اس اقتباس کی روشنی میں یہ نکتہ پوری قوت سے سامنے آتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی شادی کے وقت اپنی ازدواجی صلاحیت کے فقدان کا نہ صرف اقرار کر رہا ہے بلکہ اسے

بیماریوں، بڑھاپے کے اثرات اور اجتماعی مشاہدے سے جوڑ رہا ہے۔ یہی اقرار اس رسالے کے بنیادی سوال کو مزید گہرا کر دیتا ہے کہ اگر شادی کے وقت یہ حالت بالفعل موجود تھی، اور جماعت کے معززین تک اس کا چرچا تھا، تو بعد میں اولاد کے ظہور کی توجیہ قادیانی موقف میں کس بنیاد پر قائم کی جاتی ہے، اور کیا وہ خود ان اعترافات کے ساتھ ہم آہنگ ہے یا نہیں۔

مرزا غلام قادیانی کا صریح اور ذاتی اعترافِ نامردی

جس قدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں
کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک
مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا
(مکتوبات احمد جلد دوم، مکتوب نمبر 15 صفحہ 27)

یہ اقتباس سابقہ تمام حوالہ جات پر نہایت مضبوط، صریح اور قطعی اضافہ ہے، کیونکہ یہاں مرزا غلام قادیانی کسی بیرونی راوی، دوست یا مخالف کی بات نقل نہیں کر رہا بلکہ براہِ راست اپنی داخلی کیفیت، ذہنی یقین اور ذاتی احساس کو تحریری صورت میں بیان کر رہا ہے۔ الفاظ "مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں" کسی بھی تاویل، مجاز یا مبالغے کے محتاج نہیں، بلکہ یہ ایک واضح اور دوٹوک اقرار ہے، جو خود صاحبِ تحریر کی زبان سے صادر ہو رہا ہے۔

اس اقتباس میں چند نہایت اہم نکات قابلِ غور ہیں۔ اول یہ کہ مرزا غلام قادیانی ضعفِ دماغ کے عارضے کو غیر معمولی شدت کے ساتھ بیان کرتا ہے اور مخاطَب کو یہ یقین دلاتا ہے کہ شاید اس درجے کا ضعف اسے لاحق بھی نہ ہو۔ ضعفِ دماغ کا یہ اعتراف محض ذہنی کمزوری تک محدود نہیں رہتا بلکہ آگے چل کر براہِ راست ازدواجی اور مردمی کیفیت سے جوڑ دیا جاتا

ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک یہ عارضہ عملی زندگی، خصوصاً ازدواجی صلاحیت پر اثر انداز ہو رہا تھا۔

دوسرا نہایت فیصلہ کن نکتہ یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ: "جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں"۔ یہاں "نئی شادی" کا ذکر اس بات کو قطعی بنا دیتا ہے کہ یہ کیفیت شادی سے پہلے یا شادی کے فوراً بعد کی ہے، نہ کہ کسی بعد کے عارضی مرحلے کی۔ پھر "مدت تک" کا لفظ وقتی شک یا لمحاتی وہم کی نفی کر دیتا ہے، کیونکہ مدت تک قائم رہنے والا یقین عام طور پر مسلسل تجربے اور مشاہدے کے بغیر پیدا نہیں ہوتا۔

تیسرا پہلو یہ ہے کہ وہ اس کیفیت سے نکلنے کے لیے کسی طبی علاج یا فوری جسمانی بہتری کا ذکر نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ: "آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا"۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسئلہ اس کے نزدیک اس قدر سنگین تھا کہ اس کا حل اسے طویل انتظار، صبر اور غیر معمولی دعا میں نظر آ رہا تھا، جو خود اس بیماری کی شدت پر دلالت کرتا ہے۔

اس اقتباس کی مجموعی حیثیت یہ ہے کہ اب ہمارے سامنے صرف بیماریوں کی فہرست، دوستوں کے افسوس، جماعتی خطوط یا شادی کے وقت کی کمزوری ہی نہیں، بلکہ خود مرزا غلام قادیانی کا ذاتی اور تحریری اعتراف موجود ہے کہ وہ ایک عرصے تک اپنے آپ کو نامرد سمجھتا رہا۔ اس اعتراف کے بعد یہ سوال محض ایک الزام یا اعتراض نہیں رہتا بلکہ ایک سنجیدہ تحقیقی اشکال بن جاتا ہے کہ اگر یہ کیفیت واقعی موجود تھی، اور وہ خود اسے تسلیم کر رہا ہے، تو پھر اولاد کے مسئلے پر قادیانی بیانیہ کن اصولوں اور کس تسلسل کے تحت قائم کیا جاتا ہے۔

مرزا کی نامردی پر قریبی حلقے کا افسوس

میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے

افسوس کیا۔

(سیرت نصرت جہاں بیگم صفحہ 518)

اس عبارت کی معنوی اور تحقیقی اہمیت اس لیے دو چند ہو جاتی ہے کہ یہاں مرزا غلام قادیانی کی حالتِ مردمی کے کالعدم ہونے کا ذکر کسی مخالف کی تحریر میں نہیں بلکہ اس بیوی کی سیرت میں محفوظ ہے جس کا تعلق براہِ راست مرزا غلام قادیانی کی ازدواجی زندگی سے تھا۔ ”میری حالت مردمی کالعدم تھی“ ایک ایسا جملہ ہے جو نہ صرف صراحت کے ساتھ جنسی صلاحیت کی نفی کرتا ہے بلکہ کسی تاویل، نفسیاتی عذر یا مبہم کمزوری کی گنجائش بھی باقی نہیں چھوڑتا۔ اس کے ساتھ ہی ”پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی“ کا اضافہ اس کیفیت کو وقتی یا حادثاتی نہیں بلکہ مستقل اور ہمہ گیر ظاہر کرتا ہے، گویا شادی کے وقت مرزا غلام قادیانی خود کو عملی طور پر بڑھاپے کی کیفیت میں دیکھ رہا تھا۔

اس اقتباس کا ایک نہایت اہم اور نظر انداز نہ کیا جا سکنے والا پہلو یہ ہے کہ یہاں صرف مرزا غلام قادیانی کی ذاتی رائے بیان نہیں ہو رہی بلکہ اس کے ”بعض دوستوں“ کے افسوس کا ذکر بھی موجود ہے۔ یہ افسوس اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ معاملہ خفیہ یا محض اندرونی احساس تک محدود نہ تھا بلکہ قریبی حلقوں میں اس کمزوری کا چرچا اور ادراک موجود تھا۔ اگر یہ محض وسوسہ، عارضی مرض یا وقتی ذہنی کیفیت ہوتی تو نہ دوستوں کے افسوس کی نوبت آتی اور نہ اسے اس انداز میں محفوظ کیا جاتا۔

یہ اقتباس سابقہ حوالہ جات کے ساتھ مل کر ایک مسلسل اور مربوط تصویر پیش کرتا ہے کہ شادی کے وقت مرزا غلام قادیانی خود بھی اپنی مردمی صلاحیت کو کالعدم سمجھتا تھا، اس کے دوست بھی اسی بنیاد پر اس نکاح کو ناموزوں تصور کرتے تھے، اور بعد ازاں خود مرزا غلام قادیانی نے مکتوبات میں مدت تک نامرد ہونے کے یقین کا اعتراف کیا۔ اس تسلسل کے

بعد قادیانیت کے لیے یہ سوال ناگزیر ہو جاتا ہے کہ اگر شادی کے وقت اور اس کے بعد یہ کیفیت مسلم اور معروف تھی تو پھر اولاد کے ظہور کی حقیقت کو کس اصول اور کس فارمولے کے تحت سمجھایا جاتا ہے۔ یہی وہ بنیادی اشکال ہے جس پر اس رسالے کی پوری بحث قائم ہے اور جس سے فرار ممکن نہیں۔

شادی کے وقت نامردی کا علانیہ اعتراف

ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور درد سر مع دوران سر قدیم سے میرے شامل حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا۔ اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا۔ اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلا دیا ہے جیسے اخویم مولوی نورالدین صاحب اور اخویم مولوی برہان الدین وغیرہ۔ مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ باعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 203)

یہ اقتباس مرزا غلام قادیانی کے اعترافات میں اس اعتبار سے سب سے زیادہ وزنی اور ناقابل انکار ہے کہ یہاں محض ذاتی احساس، داخلی کیفیت یا نفسیاتی گمان بیان نہیں ہو رہا

بلکہ اپنی نامردی اور شدید جسمانی کمزوری کا اعتراف کھلے طور پر جماعت کے معزز اور مرکزی افراد کے سامنے ثابت کیا جا رہا ہے۔"میری حالت مردمی کالعدم تھی" ایک صریح، غیر مبہم اور قطعی جملہ ہے جس میں کسی قسم کی تاویل، مجاز یا مجمل مفہوم کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مزید یہ کہ اس کیفیت کو محض ایک علامت یا وقتی ضعف قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس کے اسباب بھی بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں، جیسے ذیابیطیس، قدیم دردِ سر مع دورانِ سر اور بعض اوقات تشنجِ قلب، جن سب کے مجموعے کو خود مرزا غلام قادیانی اپنی مردمی حالت کے کالعدم ہونے کی بنیادی وجہ قرار دے رہا ہے۔

اس اقتباس کا ایک نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ یہاں نامردی کے اعتراف کو ذاتی دائرے تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ اس پر دوستوں کے افسوس، جماعت کے معززین کی آگاہی اور بیرونی شخصیات کی تصدیق بھی شامل ہے۔ مولوی نورالدین، مولوی برہان الدین اور دیگر اکابرین کو خط دکھلانے کا ذکر اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ یہ معاملہ مرزا غلام قادیانی کے نزدیک اتنا واضح اور مسلم تھا کہ اسے جماعت کے ذمہ دار افراد کے سامنے پیش کرنے میں کوئی تردد محسوس نہ کیا گیا۔ اس کے ساتھ مولوی محمد حسین ایڈیٹر "اشاعۃ السنہ" کی طرف سے ہمدردی کے اظہار اور حکیم محمد شریف کی زبانی اس بات کی تصدیق کہ "آپ باعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے" اس اعتراف کو محض خود بیانی نہیں رہنے دیتی بلکہ خارجی شہادت کے درجے پر فائز کر دیتی ہے۔

یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ اگر یہ کیفیت محض وسوسہ، وہم یا وقتی ذہنی کمزوری ہوتی تو نہ اس کا اس قدر تفصیلی تذکرہ کیا جاتا، نہ جماعت کے اکابرین کو خطوط دکھائے جاتے اور نہ ہی معزز اشخاص کی جانب سے ہمدردی اور عدمِ اہلیت کی تصدیق سامنے آتی۔ اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ شادی کے وقت مرزا غلام قادیانی نہ صرف خود کو عملی طور پر نامرد سمجھتا تھا بلکہ

اس کے قریبی حلقے اور معاصرین بھی اسی حقیقت کو تسلیم کیے ہوئے تھے۔

یہ حوالہ سابقہ تمام اقتباسات کے ساتھ مل کر ایک مسلسل، مربوط اور ناقابلِ تردید تصویر قائم کرتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی نے خود اپنی تحریروں میں شادی کے وقت مردمی کے کالعدم ہونے، جسمانی ضعف کی شدت اور ازدواجی اہلیت کے فقدان کا بار بار اور کھلے لفظوں میں اعتراف کیا۔ اب قادیانیت کے سامنے بنیادی سوال یہی رہ جاتا ہے کہ ایسی صریح تصریحات کے بعد اولاد کے ظہور کو کس اصول، کس توجیہ اور کس عقیدے کے تحت ثابت کیا جائے گا۔ یہی وہ مرکزی اشکال ہے جس پر اس رسالے کی بحث قائم ہے اور جس سے بچنے کی کوئی علمی راہ باقی نہیں رہتی۔

پیرانہ سالی کی علامات خود مرزا میں پائی جاتی تھیں

> اس کے بعد پھر تیسرا زمانہ آتا ہے کہ علم کے بعد پھر لاعلمی آجاتی ہے۔اور حواس میں اور دوسرے قویٰ میں فتور آنے لگتا ہے۔ یہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہے۔ بہت سے لوگ اس زمانہ میں بالکل حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور قویٰ بیکار ہو جاتے ہیں۔ اکثر لوگوں میں جنون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ ان میں ۶۰ یا ۷۰ سال کے بعد انسان کے حواس میں فتور آجاتا ہے۔ غرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں بے ہوش ہوتا ہے اور ضعف و تکامل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔

(حضرت مسیح موعود کی دو اہم تقریریں،29 دسمبر 1940 کی تقریر صفحہ 2)

یہ اقتباس اس بحث میں غیر معمولی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ یہاں پیرانہ سالی کی کوئی

بیرونی یا مخالفین کی گھڑی ہوئی تعریف پیش نہیں کی جا رہی بلکہ خود مرزا غلام قادیانی کی زبان سے پیرانہ سالی کی علامات اور آثار تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ مرزا کے مطابق پیرانہ سالی وہ مرحلہ ہے جس میں علم کے بعد لاعلمی آجاتی ہے، حواس میں فتور پیدا ہو جاتا ہے، جسمانی اور ذہنی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں، اعصاب اور قویٰ بیکار ہونے لگتے ہیں، بعض اوقات جنون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور انسان ہوش میں ہوتے ہوئے بھی بے ہوشی کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مزید یہ کہ مرزا واضح کرتا ہے کہ ساٹھ یا ستر سال کے بعد اکثر خاندانوں میں انسان کے حواس میں فتور آجانا ایک معروف اور مشاہدہ شدہ حقیقت ہے۔

اب جب اس تعریف کو مرزا غلام قادیانی کے اپنے سابقہ اعترافات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو تصویر بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ وہ خود اقرار کر چکا ہے کہ شادی کے وقت اس کی "حالتِ مردمی کالعدم" تھی، وہ شدید جسمانی کمزوری، ذیابیطس، دردِ سر مع دورانِ سر اور تشنجِ قلب جیسے امراض میں مبتلا تھا اور اس کی زندگی "پیرانہ سالی کے رنگ" میں ڈھل چکی تھی۔ یعنی جو علامات وہ یہاں پیرانہ سالی کی بیان کر رہا ہے، انہی کا اطلاق وہ اپنی ذات پر پہلے ہی کر چکا ہے۔

یہ نکتہ نہایت فیصلہ کن ہے کہ مرزا غلام قادیانی نے پیرانہ سالی کو محض بڑھاپے کا نام نہیں دیا بلکہ اسے حواس کے فتور، قویٰ کے بیکار ہونے، جسمانی و ذہنی طاقتوں کے ضائع ہو جانے اور انسان کے ہوش میں بے ہوش ہونے سے تعبیر کیا ہے۔ یہی وہ کیفیت ہے جسے وہ خود اپنی شادی کے وقت اپنی حالت کے طور پر بیان کرتا ہے۔ اس طرح پیرانہ سالی کا اطلاق اس کی ذات پر کسی مخالف کی طرف سے نہیں بلکہ خود اس کی تصریحات کی روشنی میں ثابت ہوتا ہے۔

یہ اقتباس اس دعوے کو بھی باطل کر دیتا ہے کہ "حالتِ مردمی کالعدم" محض وقتی یا نفسیاتی

کیفیت تھی، کیونکہ مرزا کے نزدیک پیرانہ سالی ایک ایسا مرحلہ ہے جس میں ضعف و تکامل اپنا مستقل اثر دکھاتا ہے اور قویٰ و صلاحیتیں زائل ہو جاتی ہیں۔ جب خود مرزا اپنی زندگی کو اس مرحلے میں داخل شدہ قرار دے رہا ہے تو پھر ازدواجی قوت اور تولیدی اہلیت کے دعوے محض دعویٰ رہ جاتے ہیں، دلیل نہیں بنتے۔

اس طرح یہ حوالہ سابقہ تمام اعترافات کی فکری اور نظری بنیاد فراہم کرتا ہے اور ثابت کرتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی کی نامردی کا بیان محض ایک جملہ نہیں بلکہ اس کی اپنی بیان کردہ پیرانہ سالی کی تعریف کا لازمی نتیجہ ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں قادیانیت کے لیے سوال مزید گہرا اور ناقابلِ فرار ہو جاتا ہے۔

مرزے کی صحت کا ٹھیکہ

اور اِدھر صحت کا یہ حال ہے کہ آئے دن کوئی نہ کوئی شکایت رہتی ہے۔ اِس پر مجھے الہام ہوا کہ:

''ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے''

(تذکرہ صفحہ 787)

مرزا غلام قادیانی نے خود اپنے تذکرے میں اعتراف کیا ہے کہ اگرچہ مرزے کی خدا نے اس کی صحت کا ٹھیکہ لیا تھا، یعنی اسے زندگی اور صحت کی فراہمی میں تحفظ عطا کیا گیا تھا، مگر اس کے باوجود وہ مختلف امراض کا شکار رہا اور اس کی نامردی اور دیگر جسمانی کمزوریاں مسلسل جاری رہیں۔ وہ لکھتا ہے:

''ہم نے تیری صحت کا ٹھیکہ لیا ہے۔''

یہ عبارت خود مرزا کے اپنے اعتراف کی تصدیق کرتی ہے کہ خدا نے اسے زندہ رکھا مگر مکمل تندرستی اور صحت نہ دی، اور یہ حالت اس کے لیے ایک طرح کا خدائی عذاب یا

امتحان تھی۔ واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی جسمانی لحاظ سے مکمل طور پر تندرست نہ تھا اور اس کے جسم میں کمزوری، امراضِ مزمن اور نامردی کے اثرات مسلسل موجود رہے۔

یہ نقطہ نہ صرف اس کے جسمانی ضعف کی گواہی دیتا ہے بلکہ سوال بھی پیدا کرتا ہے کہ ایسے شخص سے اولاد کی پیدائش کیسے ممکن ہوئی، جو قادیانیت کے دعووں کے تناظر میں ایک سنجیدہ اعتراض ہے۔

مئی ۱۸۸۴ء ''پھر ایسا اتفاق ہوا کہ ایک صاحب الٰہی بخش نام اکونٹنٹ نے کہ جو اس کتاب[2] کے معاون ہیں۔ کسی اپنی مشکل میں دعا کے لئے درخواست کی اور بطور خدمت پچاس روپیہ بھیجے اور جس روز یہ خواب آئی اس روز سے دو چار دن پہلے ان کی طرف سے دعا کے لئے الحاح ہو چکا تھا مگر یہ عاجز نواب[3] صاحب کے لئے مشغول تھا اس لئے ان کے لئے دُعا کرنے کو کسی اور وقت پر موقوف رکھا اور جس روز نواب صاحب کے لئے بشارت دی گئی تھی تو اس دن خیال آیا کہ آج منشی الٰہی بخش کے لئے توجہ سے دعا کریں سو بعد نماز عصر جب وقتِ صفا پایا اور دعا کا ارادہ کیا گیا تو پھر بھی دل نے یہی چاہا کہ اس دعا میں بھی نواب صاحب کو شامل کر لیا جائے سو اس وقت نواب صاحب اور منشی الٰہی بخش دونوں کے لئے دعا کی گئی۔ بعد دُعا اسی جگہ الہام ہوا۔

نُنَجِّيْهِمَا مِنَ الْغَمِّ

یعنی ہم اِن دونوں کو غم سے نجات دیں گے...... پھر چند روز کے بعد نواب صاحب کا خط آ گیا کہ سرائے کا کام جاری ہو گیا ہے۔'' (از مکتوب بنام میر عباس علی شاہ صاحب۔ مکتوبات احمد جلد ۱ صفحہ ۶۰۳، ۶۰۴ مطبوعہ ۲۰۰۸ء)

نومبر ۱۸۸۴ء ''ایک ابتلا مجھ کو اس شادی[4] کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا...... میری حالتِ مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا...... کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے...... غرض اس ابتلا کے وقت میں نے جنابِ الٰہی میں دُعا کی اور مجھے اس نے دفع مرض کے لئے اپنے الہام کے ذریعے سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے چنانچہ وہ دوا میں نے طیّار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کیا کہ وہ پُرصحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دُنیا میں مل سکتی

---

[1] مراد نواب علی محمد خان صاحب آف جھجر (مرزا بشیر احمد) [2] براہین احمدیہ (مرزا بشیر احمد)
[3] مراد نواب علی محمد خان صاحب آف جھجر (مرزا بشیر احمد) [4] جو ۱۷ نومبر ۱۸۸۴ء کو دہلی میں ہوئی۔ (مرزا بشیر احمد)

ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہے گا۔ سو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی کے بعد ہر ایک بارِ شادی سے مجھے سبکدوش رکھا اور مجھے بہت آرام پہنچایا کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا جیسا کہ اس نے میری کی۔ اور کوئی والدہ پوری ہشیاری سے دن رات اپنے بچہ کی ایسی خبر نہیں رکھتی جیسا کہ اس نے میری رکھی اور جیسا کہ اس نے بہت عرصہ پہلے براہین احمدیہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ **یَا اَحْمَدُ اسْکُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ** ایسا ہی وہ بجالایا۔ معاش کا غم کرنے کے لئے کوئی گھڑی اس نے میرے لئے خالی نہ رکھی اور خانہ داری کے مہمات کے لئے کوئی اضطراب اس نے میرے نزدیک آنے نہ دیا۔ ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور مَیں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردِ سر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شاملِ حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنّج قلب بھی تھا اس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو مَیں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلا دیا

بقیہ نوٹ۔ تھی **سُبْحَانَ اللّٰہِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی زَادَ مَجْدَكَ یَنْقَطِعُ اٰبَآؤُكَ وَیُبْدَءُ مِنْكَ** یعنی سب پاکیاں خدا کے لئے ہیں جو نہایت برکت والا اور عالی ذات ہے اس نے تیری بزرگی کو زیادہ کیا اب سے تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع ہوگا اور ابتدا خاندان کا تجھ سے کیا جائے گا۔ یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام اپنے نئے خاندان کا بانی ہوا ایسا ہی تو بھی ہوگا کیونکہ الہام میں بار بار اس عاجز کا نام ابراہیم رکھا گیا ہے جیسا کہ براہین صفحہ ۵۶۱ میں یہ الہام ہے۔ **سَلَامٌ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ صَافَیْنَاہُ وَنَجَّیْنَاہُ مِنَ الْغَمِّ تَفَرَّدْنَا بِذَالِكَ فَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی** ۔ یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام ہم نے ابراہیم سے صافی محبت کی اور اس کو غم سے نجات دی۔ ہم ہی اس بات سے خاص ہیں پس اگر تم مقام اصطفاء چاہتے ہو تو تم اس مقام پر اپنا قدم عبودیت رکھو جو ابراہیم یعنی اس عاجز کا مقام ہے۔ **منه**

مکتوب نمبر ۱۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ازطرف عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمد بخدمت اخویم مخدوم ومکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اس کو غور سے پڑھا۔ جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی ان کریمانہ قدرتوں کو، جن کو میں نے بذاتِ خود آزمایا ہے اور جو میرے پر وارد ہو چکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے اور بڑے بڑے مصائب شدائد سے مخلصی بخشتا ہے اور جس کی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہے ضرور اُس پر مصائب نازل کرتا ہے تا اُسے معلوم ہو جاوے کہ کیونکر وہ نومیدی سے امید پیدا کرسکتا ہے۔ غرض فی الحقیقت وہ نہایت ہی قادر و کریم و رحیم ہے۔ البتہ صبر چاہیے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت سے وابستہ ہے۔ جس قدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو۔ جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں۔ آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا تو اللہ جلّشانہٗ نے اس دعا کو قبول فرمایا۔ اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اس قدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کرسکتا۔ **خدا تعالیٰ سے زیادہ تر کامل معالج اور کوئی بھی نہیں۔** ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم بالکل اپنے تئیں نکمے اور بے ہُنر سمجھیں اور ہر طرف سے قطع امید کر کے ایک ہی آستانہ کے منتظر رہیں۔ سو اگر آپ مجھے بشرط صبر و شکیب کہنے کی اجازت دیں تو میں اسی کامل معالج سے آپ کے علاج کی درخواست کرتا رہوں گا۔ بشرطیکہ آپ عجلت نہ کریں۔ طلبگار باید صبور و حمول۔

اب مجھے کسی تدبیر ظاہری پر اعتقاد نہیں رہا۔ میں جانتا ہوں کہ تدبیر صائب بھی تب ہی سوجھتی ہے کہ جب خود قادر مطلق بند سے رہا کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں اس بات سے بہت ہی خوش ہوں اس طرح کہ جس طرح کوئی نہایت راحت بخش نشاط میں ہوتا ہے کہ ہم ایسا قادر و کریم اپنا مولا رکھتے ہیں کہ جو قدرت بھی رکھتا ہے اور رحم بھی۔ آج میں نے چار کتابیں سیالکوٹ میں رجسٹری کرا کر بھیج دی ہیں۔ اطلاعاً لکھا گیا ہے۔ والسلام ☆

۲۲ رفروری ۱۸۸۷ء خاکسار۔ غلام احمد از قادیان

☆ الحکم ۱۷ راگست ۱۹۰۳ء صفحہ ۳

الحکم نمبر ۳۰ جلد ۷ — ۳ — مورخہ ۱۷۔ اگست ۱۹۰۳ء

حجۃ اللہ حضرت امام الملۃ مسیح موعود کے مکتوبات

حضرت حکیم الامت کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مخدومی مکرمی مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ والمنت کہ کل کے خط سے بخیر و عافیت آپ کے واپس تشریف آوری کی خوشخبری معلوم ہوئی بشیر احمد عرصہ تین ماہ تک برابر بیمار رہا تین چار دفعہ ایسی حالت نازک تک پہنچ گیا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ شاید دو چار دم باقی ہیں مگر عجیب قدرت قادر ہے کہ ان سخت خطرناک حالتوں تک پہنچا کر پھر اون سے رہائی بخشتا رہا ہے اب بھی کسیقدر علالت باقی ہے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ آثار خطرناک نہیں ہیں بے شک ایسے اوقات شدید ابتلا کے وقت ہوتے ہیں اور ایسے وقتوں کے دعا بھی عجیب قسم کی دعا ہوتی ہیں سو الحمد للہ والمنت کہ آپ ایسے وقتوں میں یاد آجاتے ہیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد از قادیان

۲۰ جولائی ۱۸۸۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یہ عاجز بباعث شدت درد سر جو کئی دن سے لاحق ہے اور آج کچھ تخفیف ہے مگر ضعف بہت ہے تحریر جواب سے قاصر رہا ہے۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا آپ پر بہت ہی فضل و کرم ہے جسکا غور سے مطالعہ کرنیکے بعد آپ اوس کا شکر ادا نہیں کر سکیں گے رہی خبر بابت فکر و تردد سو وہ بھی کسی بڑی مصلحت کے لئے جس کی حقیقت تک انسان کو رسائی نہیں ایک وقت مقررہ تک لگائے گئے ہیں اور وقت مقررہ کے آنے سے دور بھی ہو جائینگے الم تعلم ان اللہ علی کل شیء قدیر اس احقر ناچیز کے دعا بھی انشاء اللہ منقطع نہیں ہونگے جب تک کشود کار پیدا نہ ہو ولم اکن بدعائک شقیا اور دینی امور میں اگر کچھ قبض ہو یا اعمال صالحہ بسر غلبتی تو پھر بھی مقام شکر ہے کہ اس نقصان حالت کے لئے دل جلتا ہے اور کباب ہوتا ہے یہ بھی تو ایک بڑی نیکی بلکہ نیکی کے حصول کے لئے دل غمگین ہوا ہے۔ ہم لوگ بکلی اپنے اختیار میں نہیں فعلت العلل میری سر پر ہے جو مدبر و حکیم ہے بمقتضا مصلحت و حکمت جو چاہتا ہے ہم سے معاملہ کرتا ہے فرض کیا اگر وہ ہمیں دوزخ میں بھی ڈالے تو وہ دوزخ ہمیں بہشت سے اچھا ہے ہم کیسے ہی نالائق ہوں مگر پھر اوس کے ہیں سے

گر نباشد بدوست رہ بردن۔

شرط عشق است در طلب مردن

خاکسار غلام احمد از قادیان

۲۰ مارچ ۱۸۸۷ء

از طرف عاجز عائذ باللہ غلام احمد

بخدمت اخویم مخدوم و مکرم مولوی حکیم نورالدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ عنایت نامہ پہنچا اور کئی بار میں نے اوس کو غور سے پڑھا جب میں آپ کی ان تکلیفوں کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی اون کریمانہ قدرت کو جن کو میں نے بذات خود آزمایا ہے اور جو میرے پر وارد ہو چکی ہیں تو مجھے بالکل اضطراب نہیں ہوتا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ خداوند کریم قادر مطلق ہے اور بڑے بڑے مصائب شدائد سے مخلصی بخشتا ہے۔ اور جس کی معرفت زیادہ کرنا چاہتا ہے ضرور اس پر مصائب نازل کرتا ہے تا اوسے معلوم ہو جاوے کہ کیونکر وہ ناامیدی سے امید پیدا کر سکتا ہے غرض فی الحقیقت وہ نہایت ہی قادر و کریم و رحیم ہے البتہ صبر چاہیے کہ ہر ایک چیز اپنے وقت سے وابستہ ہے جسقدر ضعف دماغ کے عارضے میں یہ عاجز مبتلا ہے مجھے یقین نہیں کہ آپ کو ایسا ہی عارضہ ہو جب میں نے نئی شادی کی تھی تو مدت تک مجھے یہی یقین رہا کہ میں نامرد ہوں آخر میں نے صبر کیا اور دعا کرتا رہا۔ تو اللہ جلشانہ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ضعف قلب تو اب بھی مجھے اسقدر ہے کہ میں بیان ہی نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ سے زیادہ تر کامل معالج اور کوئی بھی نہیں ہماری سعادت اسی میں ہے کہ ہم بالکل اپنے تئیں نکما اور بے ہنر سمجھیں اور ہر طرف سے قطع امید کر کے ایک ہی آستانہ کے منتظر رہیں سو اگر آپ مجھے بشرط صبر و شکیب رکھنے کے اجازت دیں تو میں اسی کامل معالج سے آپ کے علاج کی درخواست کرتا رہوں گا بشرطیکہ آپ عجلت نہ کریں سے

طالب کار باید صبور و حمول

اب مجھے کسی تدبیر ظاہری پر اعتقاد نہیں رہا۔ میں جانتا ہوں کہ تدبیر صائب بھی تبھی سوجھتی ہے کہ جب خود قادر مطلق بندہ سے رہا کرنا چاہتا ہے۔ مگر میں اس بات سے بہت ہی خوش ہوں۔ اس طرح کہ جسطرح کوئی نہایت راحت بخش نشاط میں ہوتا ہے کہ ہم ایسا قادر و کریم اپنا مولا رکھتے ہیں کہ جو قدرت بھی رکھتا ہے اور رحم بھی۔ آج میں نے چار کتابیں سیالکوٹ میں رجسٹری کرا کر بھیجدی ہیں۔ اطلاعاً لکھا گیا۔

والسلام

خاکسار غلام احمد از قادیان

مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۸۸ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

نحمدہ و نصلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکات

کل عنایت نامہ پہنچا مبلغ سو روپیہ پہلے اس سے پہنچ گیا تھا جزاکم اللہ خیرا اس عاجز کا دماغ نہایت ضعیف ہو گیا ہے ابھی آنجناب کا کام نہیں ہو سکتا ایک خط کا لکھنا مشکل ہے اللہ جلشانہ غیب سے قوت فرماوے۔ مولوی محمد حسین صاحب بہت دور جا پڑے ہیں جو شخص اس دنیا سے دل نہ لگاوے اور اپنی حالت پر نظر کرے اور اپنے قصوروں کا تدارک چاہے خدا تعالیٰ اوسکو بصیرت بخش دیتا ہے ورنہ بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون کا مصداق ہو جاتا ہے مولوی محمد حسین ایک مقام اور ایک رائے پر ٹھہر گئے ہیں اور وہ مقام اور وہ رائے انہیں پسند آگیا ہے لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اسی پر اون کی موت ہو تو اونہیں اس طبقہ میں جانا پڑیگا جس میں مجوبین جایا کرتے ہیں خدا تعالیٰ صدق اور صادقین کی طلب اون میں پیدا کرے اور زنگ موجودہ سے انہیں نجات دے ورنہ اون کی خطرناک حالت بجہ منقولی طور پر معلومات کے وسعت یا معقولی طور پر کچھ تخیل و قال کا مادہ ایک ملحد میں بھی پیدا ہو سکتا ہے جائے فخر نہیں اور نہ اس سے وہ قدوس خوش ہو سکتا ہے جس کے دلوں پر نظر ہے سچائی اور راستبازی اور انقطاع الی اللہ میں انسان کی نجات ہے ورنہ علم بھی ہو تو کیا فائدہ سے

خر بیست بروکتابے چند۔ محمد حسین کی حالت نہایت نازک ہے اور انہیں اس کی خبر نہیں

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

خاکسار غلام احمد از قادیان ۷ دسمبر ۱۸۸۸ء

میری حالتِ مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی اس لئے میری اس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلا دیا ہے جیسے اخویم مولوی نور دین صاحب اور اخویم مولوی برہان الدین وغیرہ۔ مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ ''آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اس لائق نہ تھے اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں۔ ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی ابتلا پیش آوے۔'' یہ ایک چھوٹے سے کاغذ پر رقعہ ہے جواب تک اتفاقاً میرے پاس محفوظ رہا ہے اور میری جماعت کے پچاس کے قریب دوستوں نے بچشمِ خود اس کو دیکھ لیا اور خط پہچان لیا ہے اور مجھے امید نہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب اس سے انکار کریں اور اگر کریں تو پھر حلف دینے سے حقیقت کھل جائے گی۔ غرض اس ابتلا کے وقت میں نے جناب الٰہی میں دعا کی اور مجھے اس نے رفع مرض کیلئے اپنے الہام کے ذریعہ سے دوائیں بتلائیں اور میں نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک فرشتہ وہ دوائیں میرے منہ میں ڈال رہا ہے۔ چنانچہ وہ دوا میں نے تیار کی اور اس میں خدا نے اس قدر برکت ڈال دی کہ میں نے دلی یقین سے معلوم کرلیا کہ وہ پُرصحت طاقت جو ایک پورے تندرست انسان کو دنیا میں مل سکتی ہے وہ مجھے دی گئی اور چار لڑکے مجھے عطا کئے گئے اگر دنیا اس بات کو مبالغہ نہ سمجھتی ہو تو میں اس جگہ اس واقعہ حقہ کو جو اعجازی رنگ میں ہمیشہ کیلئے مجھے عطا کیا گیا بہ تفصیل بیان کرتا تا معلوم ہوتا کہ ہمارے قادر و قیوم کے نشان ہر رنگ میں ظہور میں آتے ہیں اور ہر رنگ میں اپنے خاص لوگوں کو وہ خصوصیت عطا کرتا ہے جس میں دنیا کے لوگ شریک نہیں ہو سکتے۔ میں اس زمانہ میں اپنی کمزوری کی وجہ سے ایک بچہ کی طرح تھا اور پھر اپنے تئیں خداداد طاقت میں پچاس مرد کے قائم مقام دیکھا۔ اس لئے میرا یقین ہے کہ ہمارا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ ؎

''قریباً چودہ برس کا عرصہ گزرا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ میری اس بیوی کو چوتھا لڑکا پیدا ہوا ہے اور تین پہلے موجود ہیں اور یہ بھی خواب میں دیکھا تھا کہ اس پسر چہارم کا عقیقہ بروز دوشنبہ یعنی پیر ہوا ہے اور جس وقت یہ خواب دیکھی تھی اس وقت ایک بھی لڑکا نہ تھا۔ یعنی کوئی بھی نہیں تھا اور خواب میں دیکھا تھا کہ اس بیوی سے میرے چار لڑکے ہیں اور چاروں میری نظر کے سامنے موجود ہیں

شادی میں تجھے کچھ فکر نہیں کرنا چاہیے۔ ان تمام ضروریات کا رفع کرنا میرے ذمہ رہے گا۔ سو قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے اپنے وعدہ کے موافق اس شادی کے بعد ہر ایک بارِ شادی سے مجھے سبکدوش رکھا اور مجھے بہت آرام پہنچا۔ کوئی باپ دنیا میں کسی بیٹے کی پرورش نہیں کرتا جیسا کہ اُس نے میری کی۔ اور کوئی والدہ پوری ہشیاری سے دن رات اپنے بچہ کی ایسی خبر نہیں رکھتی جیسا کہ اُس نے میری رکھی اور جیسا کہ اُس نے بہت عرصہ پہلے براہین احمدیہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ **یا احمد اسکن انت وزوجک الجنۃ** ۔ ایسا ہی وہ بجالایا۔ معاش کا غم کرنے کے لئے کوئی گھڑی اُس نے میرے لئے خالی نہ رکھی۔ اور خانہ داری کے مہمات کے لئے کوئی اضطراب اُس نے میرے نزدیک آنے نہ دیا۔ ایک ابتلا مجھ کو اس شادی کے وقت یہ پیش آیا کہ بباعث اِس کے کہ میرا دل اور دماغ سخت کمزور تھا اور میں بہت سے امراض کا نشانہ رہ چکا تھا اور دو مرضیں یعنی ذیابیطس اور دردسر مع دورانِ سر قدیم سے میرے شاملِ حال تھیں جن کے ساتھ بعض اوقات تشنج قلب بھی تھا۔ اِس لئے میری حالت مردمی کالعدم تھی اور پیرانہ سالی کے رنگ میں میری زندگی تھی۔ اِس لئے میری اِس شادی پر میرے بعض دوستوں نے افسوس کیا۔ اور ایک خط جس کو میں نے اپنی جماعت کے بہت سے معزز لوگوں کو دکھلا دیا ہے جیسے اخویم مولوی نورالدین صاحب اور اخویم مولوی برہان الدین وغیرہ۔ مولوی محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعۃ السنہ نے ہمدردی کی راہ سے میرے پاس بھیجا کہ ’’آپ نے شادی کی ہے اور مجھے حکیم محمد شریف کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ بباعث سخت کمزوری کے اِس لائق نہ تھے۔ اگر یہ امر آپ کی روحانی قوت سے تعلق رکھتا ہے تو میں اعتراض نہیں کرسکتا کیونکہ میں اولیاء اللہ کے خوارق اور روحانی قوتوں کا منکر نہیں ورنہ ایک بڑے فکر کی بات ہے۔ ایسا نہ ہو کہ

کچھ ایسا از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ نفسِ امّارہ غالب آجاتا ہے۔اس کے بعد پھر تیسرا زمانہ آتا ہے کہ عِلم کے بعد پھر لاعلمی آجاتی ہے۔اور حواس میں اور دوسرے قویٰ میں فتور آنے لگتا ہے۔یہ پیرانہ سالی کا زمانہ ہے۔بہت سے لوگ اس زمانہ میں بالکل حواس باختہ ہو جاتے ہیں اور قویٰ بیکار ہو جاتے ہیں۔اکثر لوگوں میں جنون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ ان میں ۶۰ یا ۷۰ سال کے بعد انسان کے حواس میں فتور آجاتا ہے۔غرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں بے ہوش ہوتا ہے اور ضعف و تکاہل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔انسان کی عمر کی تقسیم اِنہیں تین زمانوں پر ہے اور یہ تینوں ہی خطرات اور مشکلات میں ہیں۔پس اندازہ کرو کہ خاتمہ بالخیر کے لئے کس قدر مشکل مرحلہ ہے۔

بچپن کا زمانہ تو ایک مجبوری کا زمانہ ہے۔اس میں سوائے لہو،لعب اور کھیل کود اور چھوٹی چھوٹی خواہشوں کے اور کوئی خواہش ہی نہیں ہوتی۔ساری خواہشوں کا منتہا کھانا پینا ہی ہوتا ہے۔دنیا اور اس کے حالات سے محض ناواقف ہوتا ہے۔اُمورِ آخرت سے بکلّی ناآشنا اور لاپروا ہوتا ہے۔عظیم الشان امور کی اسے کوئی خبر ہی نہیں ہوتی۔وہ نہیں جانتا کہ دنیا میں اس کے آنے کی کیا غرض اور مقصد ہے۔یہ زمانہ تو یوں گذر گیا۔اس کے بعد جوانی کا زمانہ آتا ہے۔کچھ شک نہیں کہ اس زمانہ میں اس کے معلومات بڑھتے ہیں اور اس کی خواہشوں کا حلقہ وسیع ہوتا ہے مگر جوانی کی مَستی اور نفسِ امّارہ کے جذبات عقل مار دیتے ہیں اور ایسی مشکلات میں پھنس جاتا ہے اور ایسے ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ اگر ایمان بھی لاتا ہے تب بھی نفسِ امّارہ اور اس کے جذبات اپنی طرف کھینچتے ہیں اور اُسے ایمان اور اس کے ثمرات سے دور پھینک دینے کے لئے حملے کرتے ہیں۔اس کے بعد جو پیرانہ سالی کا زمانہ ہے وہ تو بجائے خود ایسا نکمّا اور ردّی ہوتا ہے جیسے کسی چیز سے عرق نکال لیا جاوے اور اس کا پھوگ باقی رہ جاوے۔اِسی طرح پر انسانی عمر کا پھوگ بڑھاپا ہے۔انسان اس

مرزا قادیانی کی سیکسی پیدائش کی کہانی خود مرزا بے حیاء کی زبانی

مرزا قادیانی نے اپنی پیدائش کے غیر معمولی اور بے حیاء پہلوؤں کو خود اپنی زبان میں بیان کیا

پیدائش مرزا قادیانی

قادیانی کتب کے سکین کی روشنی میں

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی کی پیدائش

تمہیدی مقدمہ

زیرِنظر رسالہ ''مرزا قادیانی کی پیدائش''، کسی الزام تراشی یا جذباتی ردِعمل کا مجموعہ نہیں بلکہ قادیانی لٹریچر ہی میں موجود اُن بیانات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ہے جن میں مرزا غلام قادیانی اپنی پیدائش کے حالات اس انداز سے بیان کرتا ہے جو نہ صرف سلیم الفطرت انسانی ذوق کے منافی ہے بلکہ انبیاء و صلحاء کے بیان کردہ اسالیبِ وقار سے بھی یکسر مختلف ہے۔ اس رسالے کا مقصد یہ ہے کہ اصل ماخذات کی بنیاد پر، بغیر کسی اضافہ یا تحریف کے، وہ مواد قارئین کے سامنے رکھا جائے جو خود قادیانی کتب میں درج ہے، تاکہ قاری براہِ راست متن کو دیکھ کر اپنی رائے قائم کر سکے۔

اس تمہیدی مقدمے میں واضح کیا جاتا ہے کہ بحث کا محور مرزا قادیانی کے وہ خودنوشت بیانات ہیں جن میں وہ اپنی ولادت کے واقعات کو غیر مہذب اور فحش پیرائے میں بیان کرتا ہے، اور اسی بیان کو اپنی مخصوص مذہبی تعبیرات اور دعووں کے ساتھ جوڑتا ہے۔ یہ طرزِ بیان نہ صرف ایک عام انسان کے لیے باعثِ نفرت ہے بلکہ اُس شخص کے لیے بدرجۂ اولیٰ ناقابلِ قبول ہے جو اپنے آپ کو مامور من اللہ یا روحانی پیشوا کے منصب پر فائز سمجھتا ہو۔ اسی بنیاد پر اس رسالے میں یہ سوال اصولی طور پر اٹھایا جائے گا کہ کیا اس نوعیت کے بیانات کسی الہامی شخصیت کے شایانِ شان ہو سکتے ہیں۔

مزید یہ کہ اس رسالے میں مرزا قادیانی کی پیدائش کے ضمن میں بیان ہونے والے دیگر کرداروں، خصوصاً دائی کے ذکر، کو بھی تحقیقی زاویے سے پرکھا جائے گا۔ یہ تمام گفتگو قیاس آرائی یا سنی سنائی باتوں پر نہیں بلکہ قادیانی کتب کے اصل متون، ان کے مستند ایڈیشنز،

مضبوط حوالہ جاتی تفصیلات، اور جہاں ممکن ہو وہاں اصل صفحات کے اسکینز کی بنیاد پر کی جائے گی، تاکہ تحقیق کی دیانت اور علمی معیار برقرار رہے۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رکھی گئی ہے کہ اس رسالے کا اسلوب جذباتی خطابت کے بجائے دستاویزی اور استنادی ہوگا۔ مقصد محض کسی کو اشتعال دلانا نہیں بلکہ یہ دکھانا ہے کہ مرزا قادیانی کے اپنے الفاظ اور اس کے اپنے مذہبی ذخیرے کس طرح اس کی شخصیت، اس کے دعووں اور اس کے فکری معیار کو خود ہی مشتبہ بنا دیتے ہیں۔ قاری سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پیش کردہ مواد کو پورے تناظر کے ساتھ پڑھے، حوالہ جات کا خود جائزہ لے، اور پھر نتیجہ اخذ کرے۔

اسی تمہیدی بنیاد پر آگے چل کر تفصیلی مضامین میں ایک ایک حوالہ، اس کا پس منظر، اس کے الفاظ کا مفہوم، اور اس کے دینی و اخلاقی مضمرات پر مفصل گفتگو کی جائے گی، تاکہ ''مرزا قادیانی کی پیدائش'' کے موضوع پر یہ رسالہ محض ایک دعویٰ نہیں بلکہ مضبوط شواہد پر قائم ایک مکمل تحقیقی دستاویز بن سکے۔

آدم سے تشبیہ اور خدا کو باپ قرار دینے کا تصور

کیونکہ دنیا میں کوئی روحانی انسان موجود نہ تھا جس سے یہ آدم روحانی توّلد پاتا۔ اس لئے خدا نے خود روحانی باپ بن کر اس آدم کو پیدا کیا۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 478)

مرزا قادیانی اپنی پیدائش کے قصے کا آغاز ایک ایسے دعوے سے کرتا ہے جو محض ذاتی حکایت نہیں رہتا بلکہ اعتقادی حدود کو براہِ راست چیلنج کرتا ہے۔ ابتدائی سطور میں وہ اپنے آپ کو ''آدمِ روحانی'' سے تشبیہ دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ چونکہ اس کی پیدائش کے وقت کوئی ''روحانی انسان'' موجود نہ تھا جس سے یہ تولد ہو سکتا، اس لیے خدا نے خود ''روحانی باپ'' بن کر

اسے پیدا کیا۔ اس بیان میں تشبیہ کی حد محض مثال تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایک ایسا مفہوم جنم لیتا ہے جس میں خدا اور بندے کے رشتے کو باپ اور بیٹے کے قالب میں ڈھال دیا گیا ہے۔

اعتقادی لغزش اور الفاظ کی سنگینی

یہ تعبیر محض استعاراتی زبان کا بے ضرر استعمال نہیں بلکہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہے جو اسلامی عقیدۂ توحید کے مروجہ اور مسلمہ فہم سے متصادم ہیں۔ اسلام میں خدا کی نسبت باپ کے طور پر کرنا نہ صرف غیر معروف ہے بلکہ صریح طور پر مردود تصور کیا جاتا رہا ہے۔ یہاں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ ''خدا نے خود روحانی باپ بن کر اس آدم کو پیدا کیا''، ایک ایسی فکری لغزش ہے جو خدا کی ذات کے بارے میں وہی اسلوب اختیار کرتی ہے جسے مسلمان ہمیشہ سے غیر اسلامی بلکہ نصاریٰ کے مخصوص عقائد سے جوڑتے آئے ہیں۔

تشبیہِ آدم اور خود مرکزیت

مزید برآں، اپنے آپ کو حضرت آدم سے تشبیہ دینا، اور وہ بھی اس انداز سے کہ جیسے ایک نئی نوعِ انسانیت یا روحانی سلسلے کی ابتدا اسی ذات سے ہو رہی ہو، خود مرکزیت اور دعویٰ برتری کی ایک واضح مثال ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی حیثیت اسلام میں ایک مسلمہ نبی اور انسانیت کے جدِ امجد کی ہے، جبکہ یہاں اس تشبیہ کو ایک نئے روحانی آغاز کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے، جس کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مرزا قادیانی خود کو عام انسانوں اور حتیٰ کہ صالحین کے دائرے سے بھی اوپر لے جاتا ہے۔

تمہیدی انحراف کی حیثیت

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ یہ پورا قصہ محض اختتامی صفحات میں نہیں بلکہ اسی ابتدائی تحریر سے ایک ایسے انحراف کی بنیاد رکھ دیتا ہے جو آگے چل کر پیدائش کے واقعات کی غیر فطری،

غیر مہذب اور فحش تفصیلات تک جا پہنچتا ہے۔ گویا آغاز ہی ایک ایسے تصور سے کیا گیا ہے جو اعتقادی اعتبار سے محل نظر ہے، اور یہی آغاز بعد کے پورے بیانیے کے مزاج کو واضح کر دیتا ہے۔

اس رسالے میں ان صفحات کو تسلسل کے ساتھ بیان کرنے کا مقصد یہی ہے کہ قاری یہ دیکھ سکے کہ مرزا قادیانی نے اپنی پیدائش کے قصے کی ابتدا کن الفاظ اور کن تصورات سے کی، اور وہ تصورات کس طرح اسلامی عقیدے سے متصادم ہوتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ یوں یہ ابتدائی عبارت محض ایک اقتباس نہیں بلکہ پورے قصے کا فکری مقدمہ ہے، جو مرزا قادیانی کے دعووں، اسلوبِ بیان اور اعتقادی معیار کو خود اسی کی تحریر کی روشنی میں پرکھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا جیسا کہ الہام یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ میں اس کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور بعض گذشتہ اکابر نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ وہ انتہائی آدم جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے اپنی جسمانی خِلقت کے رُو سے جوڑا پیدا ہوگا یعنی آدم صفی اللہ کی طرح مذکر اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم الاولاد ہوگا۔
>
> (روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 478)

''یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا......'' سے شروع ہونے والی یہ عبارت اپنے اندر کئی نہایت سنگین اور قابل توجہ دعوے سموئے ہوئے ہے، جو محض ایک ذاتی کیفیت کے بیان تک محدود نہیں رہتے بلکہ براہِ راست اعتقادی انحراف کی شکل اختیار کر

لیتے ہیں۔

آخری آدم ہونے کا دعویٰ

سب سے پہلا اور بنیادی نکتہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی خود کو ''آخری آدم'' قرار دیتا ہے۔ یہ دعویٰ حضرت آدم علیہ السلام کی حیثیت کو محض تاریخی شخصیت تک محدود کر کے ایک نئے ''آدم'' کے تصور کو جنم دیتا ہے، جو اسلامی عقیدے کے مسلمہ فہم کے سراسر خلاف ہے۔ اسلام میں حضرت آدم علیہ السلام واحد آدم ہیں، اور کسی دوسرے شخص کو ''آدمِ آخر'' یا ''انتہائی آدم'' کہنا ایک نئی اعتقادی اصطلاح گھڑنے کے مترادف ہے۔

الہام کی خودساختہ توجیہ

اس عبارت میں ''آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ'' جیسے قرآنی اسلوب سے ماخوذ الفاظ کو اپنی ذات پر منطبق کر کے ایک ''لطیف اشارہ'' قرار دیا گیا ہے۔ یہ طریقۂ استدلال درحقیقت قرآن کے الفاظ کو ان کے اصل مفہوم اور تاریخی محل سے کاٹ کر ذاتی دعوے کے حق میں استعمال کرنے کی کوشش ہے، جو تفسیر نہیں بلکہ تحریفِ معنوی کی ایک واضح صورت ہے۔

مہدی کامل اور خاتمِ ولایت عامہ کا اعلان

اسی عبارت میں مرزا قادیانی خود کو ''مہدی کامل'' اور ''خاتمِ ولایت عامہ'' قرار دیتا ہے۔ یہ دونوں القابات نہ صرف انتہائی عظیم دعوے ہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے متفقہ عقائد سے متصادم بھی ہیں۔ خصوصاً ''خاتمِ ولایت عامہ'' کا تصور ایک ایسے تسلسل روحانیت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا مرکز مرزا کی ذات بن جاتی ہے، اور یوں وہ خود کو تمام اولیاء کے سلسلے کا آخری اور کامل نمونہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

جسمانی خلقت میں مذکر و مؤنث ہونے کا دعویٰ

انتہائی تشویشناک پہلو یہ ہے کہ وہ اپنی جسمانی پیدائش کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے

کہ وہ ''مذکر اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوا''، اور اس کو حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دیتا ہے۔ یہ بیان نہ صرف فطرتِ انسانی کے خلاف ہے بلکہ اس کا ذکر جس انداز میں کیا گیا ہے وہ بعد کے صفحات میں آنے والی غیر مہذب تفصیلات کا پیش خیمہ معلوم ہوتا ہے۔ اس قسم کے دعوے نہ کسی دینی روایت میں ثابت ہیں اور نہ ہی سلیم عقل انہیں قبول کرتی ہے۔

خاتم الاولاد ہونے کی توجیہ

آخر میں ''خاتم الاولاد'' ہونے کا ذکر بھی اسی غیر معمولی اور غیر فطری پیدائش کے ساتھ جوڑا گیا ہے، گویا یہ سب امور کسی خاص الہامی منصوبے کے تحت وقوع پذیر ہوئے ہوں۔ یہاں ذاتی جسمانی حالت کو روحانی عظمت اور انتخابِ الٰہی کی دلیل بنا کر پیش کیا گیا ہے، جو ایک بار پھر خود تقدیسی اور غلو پر مبنی ذہنیت کو ظاہر کرتا ہے۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو محض ایک طبعی واقعہ نہیں بلکہ ایک عظیم روحانی و اعتقادی علامت بنا کر پیش کرتا ہے، جس کے ذریعے وہ خود کو آدم، مہدی، خاتمِ ولایت اور منفرد الہامی ہستی کے طور پر منوانا چاہتا ہے۔ یہی وہ نقطۂ آغاز ہے جہاں سے اس کی تحریر عام انسانی بیان سے نکل کر صریح اعتقادی انحراف کی راہ پر گامزن ہو جاتی ہے، اور یہی انحراف آگے چل کر مزید شدید اور قابل اعتراض صورتیں اختیار کرتا ہے۔

خاتم الاولاد، کامل انسان

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی
> عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 479)

مرزا قادیانی اپنی پیدائش کے بیان کو مزید آگے بڑھاتے ہوئے خود کو ''آخری آدم''

قرار دیتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جوڑا پیدا ہوا، جیسا کہ اس کے بقول ایک الہام میں ’’آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ‘‘ کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ پھر وہ یہ اضافہ کرتا ہے کہ بعض گذشتہ اکابر نے الہام پا کر یہ پیشگوئی کی تھی کہ وہ ’’انتہائی آدم‘‘ جو ’’مہدی کامل‘‘ اور ’’خاتمِ ولایتِ عامہ‘‘ ہے، اپنی جسمانی خلقت کے اعتبار سے جوڑا پیدا ہوگا، یعنی آدم صفی اللہ کی طرح مذکر اور مؤنث کی صورت پر، اور وہ ’’خاتم الاولاد‘‘ ہوگا۔ آگے چل کر اسی دعوے کی وضاحت یوں کرتا ہے کہ خاتم الاولاد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی موت کے بعد کسی عورت کے پیٹ سے کوئی کامل انسان پیدا نہیں ہوگا۔

آخری آدم ہونے کا دعویٰ

اس اقتباس میں سب سے پہلا نمایاں نکتہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی خود کو ’’آخری آدم‘‘ قرار دیتا ہے۔ آدم کا لفظ محض ایک فرد کے لیے نہیں بلکہ انسانی آغاز اور نوعِ انسان کی بنیاد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو آخری آدم کہنا دراصل ایک نئے روحانی یا انسانی دور کے اختتام کا اعلان ہے، جو عام صالح یا مجدد کے تصور سے کہیں آگے جا کر ایک غیر معمولی اور منفرد حیثیت قائم کرتا ہے۔

جوڑا پیدا ہونے کا غیر فطری تصور

مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ وہ جسمانی طور پر ’’جوڑا‘‘ پیدا ہوا، یعنی مذکر و مؤنث کی صورت پر، ایک ایسا تصور ہے جو نہ صرف انسانی پیدائش کے فطری نظام سے متصادم ہے بلکہ مذہبی و اخلاقی ذوق کے بھی خلاف ہے۔ اس دعوے کو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے تشبیہ دینا اس غیر فطری بیان کو تقدس کا رنگ دینے کی کوشش ہے، حالانکہ یہ تشبیہ اپنی نوعیت میں نہ سائنسی ہے اور نہ ہی دینی روایت سے ثابت۔

مہدی کامل اور خاتم ولایتِ عامہ کا دعویٰ

اسی اقتباس میں مرزا قادیانی خود کو ''مہدی کامل'' اور ''خاتمِ ولایتِ عامہ'' بھی قرار دیتا ہے۔ یہ محض ایک اضافی لقب نہیں بلکہ ایک ایسا دعویٰ ہے جو اس کے بعد آنے والے تمام روحانی مدارج اور اولیاء کے سلسلے کو عملاً ختم کر دیتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے آپ کو نہ صرف اپنے زمانے بلکہ آنے والے تمام زمانوں کے لیے روحانی کمال کی آخری حد بنا دیتا ہے۔

خاتم الاولاد کی خودساختہ تشریح

مرزا قادیانی ''خاتم الاولاد'' کی جو تشریح کرتا ہے، وہ بھی غیر معمولی ہے۔ اس کے مطابق اس کی موت کے بعد کسی عورت کے پیٹ سے کوئی ''کامل انسان'' پیدا نہیں ہوگا۔ اس بیان کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس کے بعد پیدا ہونے والے تمام انسان روحانی کمال کے اعتبار سے ناقص اور ادھورے ہوں گے۔ یہ تصور نہ صرف خدا کی تخلیقی سنت کو محدود کرتا ہے بلکہ انسانی تاریخ اور روحانی ارتقاء کو بھی ایک شخص پر لا کر بند کر دیتا ہے۔

دعویٰ کی مجموعی نوعیت

ان اقتباسات کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو ایک واضح فکری نقشہ سامنے آتا ہے۔ مرزا قادیانی خود کو آخری آدم، مہدی کامل، خاتم ولایتِ عامہ اور خاتم الاولاد ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اپنی پیدائش کے غیر فطری اور غیر مہذب بیان کو انہی عظیم دعووں کے لیے بنیاد بناتا ہے۔ یہ محض پیدائش کا قصہ نہیں رہتا بلکہ ایک ایسا تمہیدی بیانیہ بن جاتا ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ذات کو انسانی اور روحانی تاریخ کے مرکز اور اختتام کے طور پر پیش کرتا ہے۔

مرزا قادیانی کی توام پیدائش

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

یعنی مَیں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 479)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی اپنی ولادت کے بیان کو محض ایک ذاتی واقعہ کے طور پر نہیں بلکہ ایک غیر معمولی، ماورائی اور اعتقادی دعوے کی صورت میں پیش کرتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ''آخری آدم'' قرار دیتا ہے، اپنے اس دعوے کو ایک من گھڑت الہام اور سابقہ ''اکابر'' کی نام نہاد پیشگوئیوں سے جوڑتا ہے، اور یہ مؤقف اختیار کرتا ہے کہ وہ ''جوڑا پیدا ہوا''، یعنی مرد و عورت کی خصوصیات کے ساتھ، آدم صفی اللہ کی طرح۔ اس بیان کے ذریعے وہ اپنی پیدائش کو عام انسانی ولادت کے دائرے سے نکال کر ایک استثنائی اور فوق البشر حیثیت دینے کی کوشش کرتا ہے۔

آخری آدم اور مہدی کامل کا خود ساختہ تصور

مرزا قادیانی کا اپنے آپ کو ''انتہائی آدم''، ''مہدی کامل'' اور ''خاتم ولایت عامہ'' کہنا دراصل خود ستائی اور خود ساختہ برتری کا ایک تسلسل ہے۔ یہاں نہ صرف وہ اپنے آپ کو سابقہ اولیاء اور صالحین سے ممتاز قرار دیتا ہے بلکہ یہ تاثر بھی دیتا ہے کہ انسانی روحانی ارتقاء کی آخری کڑی وہ خود ہے۔ اس طرح کا دعویٰ، خواہ کسی بھی اصطلاح میں پیش کیا جائے، ایک ایسے فکری غلو کی نمائندگی کرتا ہے جس کی بنیاد قرآن وسنت کے مسلمہ فہم میں کہیں نہیں ملتی۔

جوڑا پیدا ہونے کا دعویٰ اور فطرت سے تصادم

یہ کہنا کہ وہ ''جوڑا پیدا ہوا'' اور آدم علیہ السلام کی طرح ''مذکر اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوا''، نہ صرف طبی اور فطری حقائق کے خلاف ہے بلکہ ایک غیر مہذب اور غیر سنجیدہ بیانیہ بھی ہے۔ اس دعوے کو روحانی رنگ دے کر پیش کرنا اس کی سنگینی کو کم نہیں کرتا بلکہ مزید بڑھا دیتا

ہے، کیونکہ یہاں جسمانی پیدائش کو ایک عقیدتی اور روحانی امتیاز کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔

خاتم الاولاد کا مفہوم اور انسانی سلسلے کا انکار

مرزا قادیانی اس بات کی صراحت بھی کرتا ہے کہ ''خاتم الاولاد'' سے مراد یہ ہے کہ اس کی موت کے بعد کسی عورت کے پیٹ سے کوئی ''کامل انسان'' پیدا نہیں ہوگا۔ اس دعوے کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے بعد آنے والے تمام صالحین، علماء، اولیاء اور نیک انسانوں کے کمال کی نفی کرتا ہے، اور یوں انسانی فضیلت اور روحانی بلندی کو اپنی ذات پر ختم کر دیتا ہے۔ یہ تصور نہ صرف تکبرِ فکری کی علامت ہے بلکہ امت کے صدیوں پر محیط دینی ورثے کی بھی صریح تردید ہے۔

جڑواں پیدائش اور نام رکھنا

مزید آگے جا کر مرزا قادیانی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ''توأم پیدا ہوا'' اور اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام ''جنت'' بتایا گیا۔ یہاں قصہ گوئی ایک ایسے مرحلے میں داخل ہو جاتی ہے جہاں سنجیدہ قاری کے لیے اس کو محض ایک عجیب و غریب حکایت سمجھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک طرف اس واقعے کو الہامی اشاروں اور روحانی مقامات سے جوڑا جا رہا ہے، اور دوسری طرف اسے اس انداز سے بیان کیا جا رہا ہے جو نہ وقار کے معیار پر پورا اترتا ہے اور نہ ہی کسی روحانی پیشوا کے شایانِ شان معلوم ہوتا ہے۔

ان تمام اقتباسات سے واضح طور پر یہ نکات سامنے آتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو غیر معمولی، فوق الفطرت اور اعتقادی امتیاز کا ذریعہ بناتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو آخری آدم، آخری کامل انسان اور انسانی روحانی ارتقاء کا اختتام قرار دیتا ہے۔ وہ فطری ولادت کو مسخ کر کے اسے ایک مخصوص نظریے کے حق میں دلیل بناتا ہے۔ یہ تمام امور مل کر اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہ بیانیہ نہ صرف علمی و اعتقادی لحاظ سے محلِ نظر ہے بلکہ

اسلوب، ذوق اور وقار کے اعتبار سے بھی شدید اعتراضات کو جنم دیتا ہے، اور یہی پہلو اس رسالے میں آگے چل کر تفصیل سے زیرِ بحث آتے رہیں گے۔

یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّة

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> اور یہ الہام کہ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی کہ جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہو گئی تھی۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 479)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو محض ایک ذاتی واقعہ نہیں بلکہ ایک غیر معمولی، ماورائی اور اعتقادی مفہوم کے ساتھ جوڑتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ''آخری آدم'' قرار دے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ جیسے حضرت آدم علیہ السلام جوڑا پیدا ہوئے تھے ویسے ہی وہ بھی ''جوڑا پیدا ہوا''، اور اس دعوے کو ایک من گھڑت الہام ''یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ'' کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔ اس طرح ایک قرآنی اسلوب کی نقل کو اپنی جسمانی پیدائش کے ساتھ جوڑ کر اسے الہامی اشارہ قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ یہ اسلوب نہ قرآن کے مفہوم سے میل کھاتا ہے اور نہ ہی کسی مسلمہ تفسیری روایت سے۔

خاتم الاولاد کا خود ساختہ تصور

مرزا قادیانی یہاں ''خاتم الاولاد'' کی ایک نئی تعریف پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کے بعد کسی عورت کے پیٹ سے کوئی ''کامل انسان'' پیدا نہیں ہوگا۔ یہ تصور نہ قرآن میں

موجود ہے، نہ حدیث میں، اور نہ امت کے کسی معتبر عالم نے اسے بیان کیا ہے۔اس دعوے کے ذریعے وہ بالواسطہ طور پر یہ تاثر دیتا ہے کہ انسانی کمال کا دروازہ اس کی ذات پر آ کر بند ہو گیا، جو ختمِ نبوت کے مسلمہ عقیدے کے مقابل ایک متوازی اور خطرناک تصور کو جنم دیتا ہے۔

دوہری پیدائش اور فطرت سے تصادم

مزید آگے چل کر مرزا قادیانی کھلے الفاظ میں یہ کہتا ہے کہ وہ ''توأم'' پیدا ہوا اور اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام ''جنت'' تھا۔ پھر اسی دعوے کو مضبوط کرنے کے لیے یہ کہا جاتا ہے کہ الہام میں لفظ ''جنت'' دراصل اسی لڑکی کی طرف لطیف اشارہ تھا۔اس طرح ایک مبہم اور غیر ثابت شدہ دعوے کو کھینچ تان کر الہام کے مفہوم میں شامل کر دیا گیا۔ یہاں نہ صرف زبان و بیان کا غیر سنجیدہ استعمال سامنے آتا ہے بلکہ فطری پیدائش کے معاملے میں بھی ایسی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں جو نہ کسی مستند گواہی سے ثابت ہیں اور نہ ہی وقارِ بیان کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔

الہام کی خود ساختہ تاویل

یہاں خاص طور پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ ایک پرانا مبینہ الہام، جو پہلے کسی اور مفہوم میں پیش کیا گیا تھا، اب برسوں بعد اپنی جسمانی پیدائش کے ایک جزوی واقعے پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔الہام کے الفاظ کو اس حد تک کھینچنا کہ ایک لڑکی کے نام، اس کی مدتِ حیات اور اس کی وفات تک کو اس میں شامل کر لیا جائے، اس بات کی دلیل ہے کہ الہام کو معنی دینے کا اختیار مکمل طور پر اپنی خواہش کے تابع رکھا گیا ہے، نہ کہ کسی اصولی یا دینی قاعدے کے تحت۔

ان تمام اقتباسات سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ مرزا قادیانی اپنی پیدائش کے

واقعے کو ایک غیر معمولی تقدس دینے کے لیے آدم علیہ السلام سے تشبیہ، جوڑا پیدا ہونے کا دعویٰ، خاتم الاولاد کا تصور اور مبینہ الہامات کو باہم گوندھتا ہے۔ یہ مجموعہ محض ایک ذاتی قصہ نہیں رہتا بلکہ ایک ایسا اعتقادی بیانیہ بن جاتا ہے جو اسلامی عقائد، فطری اصولوں اور دینی وقار، تینوں سے ٹکراتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قصے کو محض تاریخی حکایت نہیں بلکہ ایک سنجیدہ اعتقادی انحراف کے طور پر پرکھنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔

آدمِ آخر اور جوڑا پیدا ہونے کا دعویٰ

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 479)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو "آخری آدم" قرار دے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اسے جوڑا پیدا کیا گیا، اور اس جوڑے کے ثبوت کے طور پر ایک الہام "یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ" کو پیش کرتا ہے۔ یہاں تشبیہ محض تمثیل نہیں رہتی بلکہ دعویٰ اس حد تک بڑھا دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی جسمانی پیدائش کو حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ مماثل قرار دیتا ہے، حالانکہ اسلامی عقیدے میں آدم علیہ السلام کی تخلیق اپنی نوعیت میں منفرد اور غیر قابل تکرار ہے۔ اس طرح ایک خاص تاریخی و الہامی واقعے کو اپنی ذات پر منطبق کرنا اعتقادی غلو کی واضح مثال بن جاتا ہے۔

مہدی کامل اور خاتمِ ولایتِ عامہ کا خود ساختہ ربط

مرزا قادیانی اپنے اس بیان کو مزید وزن دینے کے لیے بعض ''گذشتہ اکابر'' کی طرف الہامی پیشگوئی منسوب کرتا ہے کہ ''انتہائی آدم'' مہدی کامل اور خاتمِ ولایتِ عامہ ہوگا۔ اس اسلوب میں نہ ان اکابر کے نام واضح کیے جاتے ہیں اور نہ ہی کسی مستند روایت یا متواتر فہم کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ یوں ایک غیر معین دعوے کو اپنی ذات کے حق میں دلیل بنا کر پیش کیا جاتا ہے، جو علمی معیار پر پورا نہیں اترتا۔

خاتمُ الاولاد کا نیا مفہوم

اگلے اقتباس میں ''خاتم الاولاد'' کی ایسی تعریف پیش کی گئی ہے جس کے مطابق اس کی موت کے بعد کسی عورت کے پیٹ سے کوئی ''کامل انسان'' پیدا نہ ہوگا۔ یہاں لفظ ''کامل انسان''، خود ایک مبہم اور خود ساختہ اصطلاح ہے، جسے انسانی ولادت کے تسلسل پر حَکم بنانے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اس تصور کا نہ قرآن وسنت میں کوئی اصل ہے اور نہ ہی امت کے مسلمہ فہم میں اس کی کوئی نظیر ملتی ہے۔

جنت نامی لڑکی اور ولادت کی غیر معمولی تفصیل

مرزا قادیانی بار بار یہ بیان کرتا ہے کہ وہ جڑواں پیدا ہوا تھا، اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام ''جنت'' تھا، جو پہلے پیدا ہوئی، سات ماہ زندہ رہی اور پھر فوت ہوگئی۔ اس واقعے کو وہ اپنے الہام کی تفسیر اور اپنی خصوصی حیثیت کے ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہاں ایک خالصتاً طبی اور طبعی واقعے کو غیر معمولی روحانی مفہوم پہنا کر اپنی ذات کے گرد تقدس کا ہالہ کھڑا کیا جا رہا ہے۔

الہام کی من مانی تطبیق

''یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ'' میں لفظ ''جنت'' کو ایک حقیقی لڑکی کے نام پر محمول

کرنا، اور پھر یہ کہنا کہ اس میں ایک ''لطیف اشارہ'' تھا، دراصل الہام کی من مانی تعبیر کی مثال ہے۔ اس طریقے میں متن پہلے سے طے شدہ دعوے کے تابع بنا دیا جاتا ہے، نہ کہ دعویٰ متن کے تابع ہو۔ یہی طرزِ عمل آگے چل کر متعدد اعتقادی انحرافات کی بنیاد بنتا ہے۔

والدین کے لیے آخری اولاد ہونے کا خصوصی دعویٰ

آخر میں یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ مرزا قادیانی اپنے والدین کے لیے آخری اولاد تھا اور اس کے بعد کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا نہیں ہوئی۔ اس طبعی حقیقت کو بھی ''خاتم'' ہونے کے تصور کے ساتھ جوڑ کر ایک غیر ضروری اور غیر ثابت شدہ روحانی نتیجہ اخذ کیا گیا ہے، حالانکہ محض آخری اولاد ہونا کسی دینی یا روحانی فضیلت کی دلیل نہیں بنتا۔

ان تمام اقتباسات سے مجموعی طور پر یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنی پیدائش کے واقعات کو غیر معمولی، علامتی اور الہامی رنگ دے کر اپنی ذات کو ایک نئے ''آدم''، ''مہدی کامل'' اور ''خاتم'' کے قالب میں پیش کرتا ہے۔ یہ اسلوب نہ صرف اسلامی عقائد کے مسلمہ اصولوں سے متصادم ہے بلکہ خود اس کے دعووں میں غلو، ابہام اور من مانی تاویلات کی واضح جھلک بھی دکھاتا ہے، جو اس پورے بیانیے کو علمی کے بجائے دعوائی اور خود ساختہ بنا دیتی ہے۔

خود کو ''آخری آدم'' اور جوڑا پیدا ہونے کا دعویٰ

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> سو یہی واقعہ بروز اتم کے مقام میں آخری آدم کو پیش آیا کہ اس کے
> ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا کی گئی اور اسی آخری آدم کا نام عیسیٰ بھی رکھا گیا
>
> (روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 480)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو ''آخری آدم'' قرار دے کر یہ دعویٰ کرتا ہے

کہ اسے جوڑا پیدا کیا گیا، اور اس دعوے کے ثبوت میں ایک الہام "یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ" کو بنیاد بناتا ہے۔ یہاں تشبیہ محض تمثیل نہیں رہتی بلکہ ایک دعویٰ بن جاتی ہے کہ جیسے حضرت آدم صفی اللہ علیہ السلام کی تخلیق منفرد تھی، ویسے ہی اس کے ساتھ بھی ایک مؤنث کو جوڑا بنا کر پیدا کیا گیا۔ اس اسلوب میں وہ اپنے وجود کو انسانی تاریخ کے ایک آخری اور منفرد مرحلے سے جوڑتا ہے۔

خاتم الاولاد کا غیر معمولی مفہوم

مرزا قادیانی ''خاتم الاولاد'' کی ایسی تعریف پیش کرتا ہے جو عام فہم اور معروف استعمال سے ہٹ کر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے بعد کسی عورت کے پیٹ سے کوئی ''کامل انسان'' پیدا نہیں ہوگا۔ اس تعبیر میں وہ نہ صرف اپنی پیدائش کو ایک آخری حیاتیاتی مثال بناتا ہے بلکہ آئندہ انسانیت کے کمال کو بھی اپنے وجود پر ختم کر دیتا ہے، جو خود ساختہ معنویت کا واضح اظہار ہے۔

جڑواں پیدائش اور لڑکی "جنت" کا بیانیہ

مزید آگے چل کر وہ صراحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ وہ توأم پیدا ہوا، اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام ''جنت'' تھا، جو پہلے پیدا ہوئی اور چند ماہ بعد فوت ہوگئی۔ اسی واقعے کو وہ اپنے سابقہ الہام کے لفظ ''جنت'' کے ساتھ جوڑ کر ایک ''لطیف اشارہ'' قرار دیتا ہے۔ اس طرح ایک ذاتی اور جسمانی واقعے کو الہامی معنی پہنا کر اسے ماورائی اہمیت دے دی جاتی ہے۔

الہام کی تاویل اور ناموں کی تطبیق

یہاں قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ ایک قرآنی اسلوب کے حامل الہام کو، جسے عام طور پر روحانی یا معنوی مفہوم میں لیا جاتا ہے، ایک مخصوص لڑکی کے نام اور ایک نجی ولادت کے

واقعے پر منطبق کیا گیا ہے۔اس طرزِ تاویل میں نہ کوئی اصولی قاعدہ دکھائی دیتا ہے اور نہ ہی وحی والہام کے معروف ضوابط، بلکہ ایک بعداز واقعہ تعبیر کے ذریعے معنی اخذ کیے گئے ہیں۔

اپنی ولادت کو عالمی مثال بنانا

مرزا قادیانی اسی واقعے کو''بروز اتم'' کے مقام پر'' آخری آدم'' کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ قرار دیتا ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ اسی آخری آدم کا نام ''عیسیٰ'' رکھا گیا۔اس جملے میں وہ اپنی ذاتی پیدائش کو ایک کائناتی اور تمثیلی مقام پر فائز کر کے، اسے سابقہ انبیائی تاریخ کے تسلسل کا آخری حلقہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ان تمام اقتباسات کا مجموعی حاصل یہ ہے کہ مرزا قادیانی اپنی پیدائش کے قصے کو محض ایک حیاتیاتی واقعہ کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ اسے الہام، تشبیہِ آدم، خاتمیتِ نوعِ انسان، اور خصوصی ناموں کے ساتھ جوڑ کر ایک غیر معمولی اور ماورائی دعوے کی شکل دیتا ہے۔یہی اس پورے بیانیے کا بنیادی نکتہ ہے، جہاں ذاتی واقعات کو عقیدے کی سطح تک اٹھا دیا جاتا ہے اور عام انسانی ولادت کو ایک منفرد مذہبی دعوے کی بنیاد بنا دیا جاتا ہے۔

آدمِ آخر اور جوڑا پیدا ہونے کا دعویٰ

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں میری نسبت ایک یہ خدا کا کلام اور الہام ہے کہ خلق آدم فاکرمہ یعنی خدا نے آخری آدم کو پیدا کر کے پہلے آدموں پر ایک وجہ کی اس کو فضیلت بخشی۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 480)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی اپنے آپ کو'' آخری آدم'' قرار دے کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جوڑا پیدا ہوا، بالکل اسی طرح جیسے حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں تصور کیا جاتا

ہے۔اس دعوے کے ساتھ وہ ایک الہام کو بنیاد بناتا ہے اور اسے اپنی جسمانی پیدائش پر منطبق کرتا ہے۔ یہاں تشبیہ محض مثال تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایک حقیقی مماثلت کے دعوے میں بدل جاتی ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنی پیدائش کو عام انسانی دائرے سے نکال کرایک استثنائی اور ماورائی حیثیت دے دیتا ہے۔

خاتم الاولاد کا تصور اور انسانی تسلسل کی نفی

مرزا قادیانی یہ بھی لکھتا ہے کہ وہ ''خاتم الاولاد'' ہے، یعنی اس کی موت کے بعد کسی عورت کے پیٹ سے کوئی ''کامل انسان'' پیدا نہیں ہوگا۔اس تصور میں محض ذاتی خاندان یا نسب کی بات نہیں بلکہ ایک عمومی اصول قائم کیا جا رہا ہے، جس سے انسانی کمال اور روحانی فضیلت کا دروازہ عملاً بند کر دیا جاتا ہے۔ یہ دعویٰ اپنی نوعیت میں ختمِ انسانیتِ کاملہ کا اعلان محسوس ہوتا ہے، جو اسلامی فکر کے مسلمہ تصورِ ہدایت و اصلاح سے ہم آہنگ نہیں۔

جڑواں لڑکی اور نام "جنت" کی تاویل

مزید آگے چل کر مرزا قادیانی تفصیل سے بیان کرتا ہے کہ وہ جڑواں پیدا ہوا، اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام ''جنت'' بتایا جاتا ہے، جو چند ماہ بعد فوت ہوگئی۔ پھر وہ اسی واقعے کو اپنے الہام کے الفاظ سے جوڑ کر یہ تاویل پیش کرتا ہے کہ ''جنت'' کا لفظ دراصل اسی لڑکی کی طرف لطیف اشارہ تھا۔ یہاں ایک ذاتی اور جسمانی واقعے کو الہامی مفہوم پہنا کر اسے غیر معمولی روحانی معنی دیے جا رہے ہیں، جو متن کو ایک افسانوی رنگ میں لے آتا ہے۔

آخری آدم کا نام "عیسیٰ" رکھنا

ان اقتباسات میں یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ وہ اسی ''آخری آدم'' کا نام ''عیسیٰ'' قرار دیتا ہے۔اس نام گذاری کے ذریعے ایک ہی شخصیت میں آدمِ آخر، مہدیِ کامل اور عیسیٰ کے تصورات کو جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ جمعِ متضادات ایک ایسی فکری ساخت بناتی ہے جس میں

مختلف انبیائی مقامات کو ایک شخص کے ساتھ خاص کر دیا جاتا ہے، اور یہی پہلو بعد کے دعووں کی بنیاد بنتا ہے۔

فضیلت اور برتری کا خود ساختہ اعلان

آخر میں مرزا قادیانی ایک اور الہام نقل کر کے یہ تاثر دیتا ہے کہ خدا نے ''آخری آدم'' کو پیدا کر کے پہلے تمام آدموں پر فضیلت دی۔ اس بیان میں برتری کا دعویٰ نہ صرف عمومی انسانوں بلکہ سابقہ انبیاء اور صالحین تک پر محیط محسوس ہوتا ہے۔ یوں یہ اقتباسات مجموعی طور پر ایک ایسی خود مرکزی فکر کو ظاہر کرتے ہیں جس میں ذاتی پیدائش، الہام، نام اور منصب سب کو ایک غیر معمولی عظمت کے قالب میں ڈھال دیا گیا ہے۔

ان تمام اقتباسات سے یہ مخصوص نکات سامنے آتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو ایک منفرد، جوڑا اور الہامی واقعہ قرار دیتا ہے، خود کو آخری آدم اور خاتم الاولاد کہتا ہے، جڑواں لڑکی کے واقعے کو الہام سے جوڑ کر تاویلات گھڑتا ہے، اور آخرکار اپنی ذات کو سابقہ انسانوں پر فضیلت یافتہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی نکات آگے چل کر اس پورے قصے کے اعتقادی اور فکری مضمرات کو سمجھنے کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی اکمل واتم انسان

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> اس الہام اور کلام الٰہی کے یہی معنے ہیں کہ گو آدم صفی اللہ کے لئے کئی بروزات تھے جن میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔ اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے اور تمام اہلِ علم اور معرفت اس

فضیلت کے قائل ہیں اور اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا اور نہ میں اکیلا اس کا قائل ہوں۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 481)

مرزا قادیانی اس اقتباس میں بیان کرتا ہے کہ:

اخذ شدہ نکات

1. خود کو آخری اور اکمل قرار دینا: مرزا قادیانی اپنے آپ کو آخری بروز آدم کے طور پر پیش کرتا ہے، یعنی ایک ایسا انسان جو تمام سابقہ بروزات میں سب سے مکمل اور مکمل روحانی حیثیت رکھتا ہے۔

2. جزئی فضیلت کی دلیل: اس بیان میں وہ اپنے مقام کو جزوی فضیلت کے طور پر پیش کرتا ہے، لیکن اس جزئی فضیلت کو غیر نبی اور نبی کے درمیان ممکن قرار دیتا ہے۔ یہ دعویٰ خود کو نبیوں کے قریب یا موازنہ کرنے کے مترادف ہے، جو اسلامی عقیدہ میں قابل اعتراض ہے۔

3. اعتراض کا پیشگی انکار: مرزا قادیانی نے پیشگی وضاحت کر دی کہ یہ فضیلت اپنے نفس پر مبنی نہیں بلکہ تمام اہلِ علم اس قسم کی جزئی فضیلت کو تسلیم کرتے ہیں، تاکہ بعد میں کسی اعتراض کو رد کیا جا سکے۔

4. روحانی تکبر اور خود ساختہ مقام: اس اقتباس سے مرزا قادیانی کی فکری روش اور خود کو اکمل روحانی انسان کے طور پر پیش کرنے کا رجحان واضح ہوتا ہے، جو اس کی شخصیت اور دعوے کی بنیاد بنتا ہے۔

مرزا قادیانی کا مسئلہ بروز

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

ہاں جن لوگوں نے بروز کے مسئلہ کو اپنی جہالت سے نظر انداز کر دیا ہے اور خدا کی اس سنت کو جو اُس کی تمام مخلوق میں جاری و ساری ہے بھول گئے ہیں وہ لوگ ایک سطحی خیال کو ہاتھ میں لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کی رُوح حدیث معراج کی شہادت سے گذشتہ روحوں میں داخل ثابت ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ آسمان سے اُتارتے اور دُنیا میں لاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس خیال سے مسئلہ بروز کا انکار لازم آتا ہے اور وہ انکار ایسا خطرناک ہے کہ اس سے اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ تمام ربّانی کتابیں مسئلہ بروز کی قائل ہیں خود حضرت مسیح نے بھی یہی تعلیم سکھلائی اور احادیث نبویہ میں بھی اِس کا بہت ذِکر ہے اس لئے اس کا انکار سخت جہالت ہے اور اس سے خطرہ سَلبِ ایمان ہے

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 481)

اس اقتباس سے چند اخذ شدہ نکات

1. مسئلہ بروز کی اہمیت: مرزا قادیانی مسئلہ بروز (روحانی سلسلے اور روحانی نمائندگی) کو اسلام کی بنیادی حقیقت قرار دیتا ہے اور اس کی عدم توجہی کو سخت خطرناک کہتا ہے۔

2. حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی حیثیت: اس بیان میں مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی حرکات اور معراج کی شہادت کو بنیاد بنا کر اپنی فلسفیانہ وضاحت پیش کی ہے، جس کے ذریعے وہ بروز کے تصور کو مخصوص مذہبی حیثیت دینے کی کوشش کرتا ہے۔

3. اسلام اور ایمان کے لیے خطرہ: مرزا قادیانی کے نزدیک مسئلہ بروز کی نادیدہ اہمیت کو نظر انداز کرنا نہ صرف علمی غلطی ہے بلکہ یہ ایمان کی بقاء کے لیے بھی خطرناک ہے۔

4. دینی حوالہ جات کی توثیق: وہ اس دعوے کی تائید میں کہتا ہے کہ تمام ربّانی کتابیں اور احادیث نبویہ اس مسئلہ کے حق میں ہیں، تا کہ اس کی تشریح کو شرعی اور تاریخی حیثیت دی جا سکے۔

5. علمی اور اعتقادی خود ساختگی: اس بیان سے مرزا قادیانی کی یہ کوشش واضح ہوتی ہے کہ وہ اپنی پیدائش اور روحانی مقام کو مسئلہ بروز کے فلسفے کے ساتھ جوڑ کر ایک خاص علمی و اعتقادی حیثیت پیدا کرے۔

پیدائش مرزا کا تفصیلی ذکر

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> غرض یہ پیشگوئی ایک دور دراز زمانہ سے چلی آتی ہے کہ آخری کامل انسان آدم کے قدم پر ہوگا تا دائرہ حقیقت آدمیہ پورا ہو جائے۔ اور اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فصوص الحکم میں فصّ شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیشگوئی فصّ آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو الولد سرّ لابیہ کا مصداق سمجھ کر اسی کیفصّ میں اس کو لکھ دیا ہے۔ ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کر دیں اور وہ یہ ہے ”وعلٰی قدم شیث یکون آخر مولود یولد من ھذا النوّع الانسانی وھو حامل اسرارہ۔ ولیس بعدہ ولد فی ھٰذا النّوع فھو خاتم الاولاد۔ وتولد معہٗ اختٌ لہ فتخرج قبلہ ویخرج بعدھا یکون رأسہٗ عند رجلیھا۔ ویکون مولدہ بالصّین ولغتہ لغت بلدہ۔ ویسری العُقم فی الرجال والنساء فیکثر النکاح من غیر ولادۃ۔ ویدعوھم الی اللّٰہ فلا یجاب“ یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جو اصل مولد

اس کا چین ہوگا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل اور ترک میں سے ہوگا اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے اور اس کو وہ علوم اور اسرار دیئے جائیں گے جو شیث کو دیئے گئے تھے اور اس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔ یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور اس فقرہ کے یہ بھی معنے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا اور اُس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اُس سے پہلے نکلے گی اور وہ اُس کے بعد نکلے گا۔ اُس کا سر اُس دُختر کے پیروں سے ملا ہوا ہوگا۔ یعنی دُختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی کہ پہلے سر نکلے گا اور پھر پیر اور اُس کے پیروں کے بعد بلا توقف اُس پسر کا سر نکلے گا (جیسا کہ میری ولادت اور میری توام ہمشیرہ کی اسی طرح ظہور میں آئی۔)

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 482،483)

مرزا قادیانی آگے بیان کرتا ہے کہ ایک پیشگوئی ایک دور دراز زمانہ سے جاری ہے کہ آخری کامل انسان آدم کے قدم پر ہوگا تاکہ دائرہ حقیقت آدمیہ پورا ہو جائے۔ مرزا دعویٰ کرتا ہے کہ اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں فصّ شیث میں لکھا، حالانکہ مرزا کے مطابق یہ پیشگوئی اصل میں فصّ آدم میں رکھنے کے لائق تھی۔ مرزا مزید بیان کرتا ہے کہ ابن عربی نے شیث کو الولد سرّ لابیہ کا مصداق سمجھ کر اسے اسی کی فصّ میں درج کیا۔

مرزا قادیانی نے شیخ کی طرف منسوب عبارت نقل کی:

''وَعَلٰی قَدَمِ شِیث یَکُون آخِرِ مَوْلُود یُولَد مِن ھٰذَا النَّوْعِ الاِنسَانِي وَھُوَ حَامِل أَسْرَارِہٖ۔ وَلَیْسَ بَعْدَہٗ وَلَد فِي ھٰذَا النَّوْع فَھُوَ

خَاتَم الاَوْلَاد۔ وَتُولَدُ مَعَهُ أُخْتٌ لَهُ فَتَخْرُجُ قَبْلَهُ وَيَخْرُج بَعْدَهَا يَكُون رَأْسُهُ عِنْدَ رِجْلِهَا۔ وَيَكُون مَوْلِدُهُ بِالصِّين وَلُغَتُهُ لُغَةُ بَلَدِه۔ وَيَسْرِي الْعُقْمُ فِي الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ فَيَكْثُرُ النِّكَاح مِن غَيْرِ وِلادَةٍ۔ وَيَدْعُوهُم إِلَى اللهِ فَلَا يُجَاب''

مرزا قادیانی اس عبارت کی وضاحت کرتا ہے:

1. آخری کامل انسان ایک لڑکا ہوگا جس کا اصل مولد چین میں ہوگا۔

2. وہ قوم مغل وترک میں سے ہوگا، عجم میں سے ہوگا، عرب نہیں۔

3. اسے وہ علوم اور اسرار دیے جائیں گے جو شیث کو دیے گئے تھے۔

4. اس کے بعد کوئی اور ولد نہیں ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا، یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی اور کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔

5. اس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو پہلے نکلے گی اور وہ اس کے بعد نکلے گا۔

6 لڑکی اور لڑکے کی پیدائش کا طریقہ غیر معمولی ہوگا، لڑکی پہلے سر سے اور پھر پیر سے، اور اس کے بعد لڑکے کا سر نکلے گا، جیسا کہ مرزا خود اپنی پیدائش کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

اخذ شدہ نکات

1. خود کو خاتم الاولاد قرار دینا: مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو شیخ ابن عربی کی پیشگوئی کے ساتھ جوڑ کر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ آخری کامل انسان اور خاتم الاولاد ہیں۔

2. غیر فطری اور فحش پیدائش کی تفصیل: پیدائش کے طریقے میں لڑکی اور لڑکے کے سر اور پیر کی ترتیب، جو مرزا کے مطابق غیر معمولی ہے، اس کی پیدائش کی غیر فطری اور فحش تفصیل کو واضح کرتی ہے۔

3. روحانی فلسفہ: مرزا اپنی پیدائش کو ایک عالمی اور تاریخی فلسفہ کے دائرے میں رکھتا ہے، جس سے وہ اپنی شخصیت کو عالمی اہمیت اور روحانی مقام دینے کی کوشش کرتا ہے۔

4. جھوٹے حوالے کا استعمال: مرزا قادیانی اس پیشگوئی کو شیخ ابن عربی کی طرف منسوب کرتے ہیں، حالانکہ تاریخی اور تحقیقی اعتبار سے یہ حوالہ جھوٹا یا مخدوش ہے۔

5. دینی و اعتقادی اثر: اس بیان کے ذریعے مرزا اپنی پیدائش کو نبیوں، اولیاء، اور سابقہ کامل انسانوں کے فلسفہ کے ساتھ جوڑ کر خود کو ایک ممتاز روحانی مقام دلانے کی کوشش کرتا ہے، جو اسلامی عقائد کے فہم سے متصادم ہے۔

شیخ کی طرف منسوب عجیب و غریب عقیدہ منسوب

مرزا قادیانی آگے لکھتا ہے:

> پس خدا نے چاہا کہ وہ نسبت جو اوّل اور آخر میں ہوتی ہے وہ نوع انسان میں متحقق کرے اس لئے اُس نے ابتدا سے مقدر کر رکھا تھا کہ طرز ولادت پسر آخری پسر اوّل سے مشابہت رکھے پس پسر آخر جو خاتم الخلفاء تھا اور بموجب اس پیشگوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء مغرب میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں سے پیدا ہونے والا تھا نہ عرب سے اور وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل تھا۔ اور پیشگوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اُس کے بعد یعنی اُس کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علّت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام پس اُن پر قیامت قائم ہو گی۔

(روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 483)

اخذ شدہ نکات

1. خود کو خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء قرار دینا: مرزا قادیانی اپنی پیدائش اور مقام کو پیشگوئی کے ساتھ جوڑ کر خود کو نوع انسان میں آخری اور اکمل روحانی فرد قرار دیتا ہے۔

2. غیر فطری فلسفہ ولادت: مرزا پیدائش کے طریقے کو پہلے اور آخر کی مشابہت سے جوڑ کر روحانی و تاریخی اہمیت دینے کی کوشش کرتا ہے، جو انسانی اور اسلامی فہم کے دائرے سے باہر ہے۔

3. پیشگوئی کا مبالغہ آمیز تاثر: پیشگوئی کے مطابق مرنے کے بعد انسانیت میں عقم سرایت کرے گی، اور حلال و حرام کا شعور ضائع ہو جائے گا۔ یہ بیان نہ صرف دنیاوی حقیقت کے منافی ہے بلکہ قادیانی فلسفہ کی بنیاد میں فکری غلو کی عکاسی کرتا ہے۔

4. شیث کے علوم کا حوالہ: مرزا دعویٰ کرتا ہے کہ وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل ہوگا، تاکہ اپنی پیدائش اور مقام کو نبیوں اور کامل انسانوں کے فلسفہ کے ساتھ جوڑ سکے۔

5. غیر مسلمانہ اور فکری خود ساختگی: مرزا قادیانی کی یہ تفصیل اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنی پیدائش، مقام اور اثرات کو اسلام یا انسانی تاریخ سے الگ ایک غیر معمولی اور خود ساختہ روحانی فلسفہ کے دائرے میں پیش کرتے ہیں۔

مائی لاڈو مرزا قادیانی کی دائی

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت صاحب کی دائی کا نام لاڈو تھا اور وہ ہاکو نا کو بروالوں کی ماں تھی۔ جب میں نے اسے دیکھا تھا تو وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔ مرزا سلطان احمد بلکہ عزیز احمد کو بھی اسی نے جنایا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس سے اپنی

پیدائش کے متعلق کچھ شہادت بھی لی تھی۔ اپنے فن میں وہ اچھی ہو شیار عورت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ یہاں کسی عورت کے بچہ پھنس گیا اور پیدا نہ ہوتا تھا تو حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ لاڈو کو بلا کر دکھاؤ۔ ہو شیار ہے چنانچہ اسے بلایا گیا تو اللہ کے فضل سے بچہ آسانی سے پیدا ہو گیا۔ مگر والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ تم میں سے کسی کی پیدائش کے وقت اسے نہیں بلایا گیا۔ کیونکہ بعض وجوہات سے اس پر کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا ۔ نیز والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ عزیز احمد کی پیدائش کے وقت جب لاڈو آئی تو ان دنوں میں اسے خارش کی مرض تھی۔ چنانچہ اس سے عزیز احمد کو خارش ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ تمہارے تایا کے گھر میں اکثر لوگوں کو خارش ہو گئی اور آخر ادھر سے ہمارے گھر میں بھی خارش کا اثر پہنچا ۔ چنانچہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں خارش کی تکلیف ہو گئی تھی۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 237، روایت نمبر 262)

اس اقتباس میں مرزا قادیانی کی پیدائش اور ابتدائی حالات کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں، جو اس کے بیٹے کے ذریعے "سیرت المہدی" میں درج ہیں۔

دائی لاڈو کا کردار اور اہمیت

مرزا بشیر ابن مرزا قادیانی کی والدہ نے بتایا کہ مرزا قادیانی کی دائی کا نام لاڈو تھا اور وہ ہا کو نا کو بروالوں کی ماں بھی تھی۔ یہ بیان واضح کرتا ہے کہ دائی لاڈو خاندان میں ایک مرکزی حیثیت رکھتی تھی اور متعدد بچوں کی پیدائش میں اس کا کردار نمایاں رہا، جس میں مرزا سلطان احمد اور عزیز احمد بھی شامل ہیں۔ دائی کے فن اور مہارت کو اس طرح پیش کیا گیا کہ وہ نہ صرف بچوں کی پیدائش میں تجربہ کار تھی بلکہ اپنی شیار فطرت کے سبب غیر معمولی حالات میں

بھی مؤثر ثابت ہوتی تھی۔

پیدائش کے واقعات اور غیر معمولی پہلو

ایک موقع پر جب کسی عورت کا بچہ پھنس گیا اور پیدا نہیں ہو رہا تھا، تو مرزا قادیانی نے ہدایت کی کہ دائی لاڈو کو بلا کر دکھاؤ۔ دائی کے آنے کے بعد اللہ کے فضل سے بچہ آسانی سے پیدا ہوا۔ اس واقعے سے دو نکات واضح ہوتے ہیں:

1. دائی کی مہارت اور رشیار فطرت کو معجزاتی یا غیر معمولی حیثیت دینے کی کوشش۔

2. پیدائش کے حالات کو عام انسانی عمل سے الگ اور خاص بنانا، تاکہ دائی کے کردار کو ایک روحانی یا فوق الفطرت مقام دیا جاسکے۔

والدہ کا بیان اور شکوک

والدہ صاحبہ نے یہ بھی واضح کیا کہ مرزا قادیانی کی پیدائش کے وقت دائی کو بلایا نہیں گیا، کیونکہ کچھ وجوہات سے اس پر شک پیدا ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دائی کی شمولیت لازمی نہیں تھی، اور پیدائش کے دوران اس کی موجودگی کے بغیر بھی عمل مکمل ہوا۔

عزیز احمد کی پیدائش اور خارش کی تفصیل

والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ عزیز احمد کی پیدائش کے وقت دائی لاڈو کو خارش کی بیماری تھی، جس سے عزیز احمد اور پھر آہستہ آہستہ تایا کے گھر میں دیگر لوگوں کو بھی خارش منتقل ہوئی۔ آخرکار یہ اثر مرزا قادیانی تک پہنچا، اور وہ بھی خارش کی تکلیف سے گزرا۔ یہ تفصیل پیدائش کے عمل کو ایک غیر معمولی اور جسمانی بیماریوں کے اثر کے ساتھ جوڑتی ہے، جو تاریخی اور طبی اعتبار سے غیر معقول اور غیر معمولی محسوس ہوتی ہے۔

1. یہ بیان دائی لاڈو کی اہمیت اور خاندان میں اس کے کردار کو واضح کرتا ہے، لیکن اس کے ساتھ غیر معمولی اور غیر فطری پہلو بھی شامل کیے گئے ہیں۔

2. پیدائش کے حالات کو معمولی انسانی فعل سے الگ، اور بعض اوقات بیماری یا معجزاتی اثرات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے، تاکہ مرزا قادیانی کی شخصیت اور ابتدائی زندگی کو ایک خاص اور ممتاز مقام دیا جا سکے۔

3. دائی کی موجودگی اور اس کے اثرات کے حوالے سے بیان شدہ واقعات، قاری کو غیر معمولی اور گمان زدہ روحانی یا جسمانی تعلقات کی طرف متوجہ کرتے ہیں، جو سیرت کی روایت میں مبالغہ آمیز اور غیر سائنسی نوعیت کے ہیں۔

یہ اقتباس مجموعی طور پر مرزا قادیانی کی پیدائش، دائی کے کردار، اور ابتدائی بیماریوں کے اثرات کو اجاگر کرتا ہے، اور ساتھ ہی ان کی شخصیت کو خاص تاریخی و روحانی دائرے میں پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

توام ولادت اور دائی کی شہادت

مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دائی کو بلا کر اس سے شہادت لی تھی کہ آپ کی ولادت توام ہوئی تھی اور یہ کہ جولڑکی آپ کے ساتھ پیدا ہوئی تھی وہ پہلے پیدا ہوئی تھی اور اس کے بعد آپ پیدا ہوئے تھے اور پھر اس کے تحریری بیان پر اس کے انگوٹھے کا نشان بھی ثبت کروایا تھا اور بعض دوسری بوڑھی عورتوں کی شہادت بھی درج کروائی تھی۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تحفہ گولڑویہ میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت جمعہ کے دن چاند کی چودھویں تاریخ کو ہوئی تھی۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 336، روایت نمبر 364)

مولوی شیر علی صاحب کے بیان کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دائی

کو بلا کر شہادت لی کہ آپ کی ولادت توام ہوئی تھی۔ اس میں واضح کیا گیا کہ جولڑکی آپ کے ساتھ پیدا ہوئی، وہ پہلے پیدا ہوئی اور اس کے بعد مرزا قادیانی پیدا ہوئے۔ یہ بیان ان کے پیدائشی حالات کو غیر معمولی اور مخصوص طریقے سے پیش کرتا ہے، تاکہ مرزا کی ولادت کو ایک منفرد اور اہم واقعہ ظاہر کیا جا سکے۔

تحریری شہادت اور انگوٹھے کا نشان

مرزا قادیانی نے دائی کے تحریری بیان پر انگوٹھے کا نشان بھی ثبت کروایا، اور بعض دیگر بوڑھی عورتوں کی شہادتیں بھی درج کروائیں۔ اس اقدام سے پیدائش کے واقعات کو قانونی یا رسمی حیثیت دینے کی کوشش کی گئی، تاکہ بعد میں کسی قسم کے اعتراضات کا امکان کم ہو۔

پیدائش کی مخصوص تاریخ

خاکسار (مصنف سیرت) نے مزید ذکر کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحفہ گولڑویہ میں لکھا کہ مرزا کی ولادت جمعہ کے دن، چاند کی چودھویں تاریخ کو ہوئی تھی۔ اس سے مرزا کی ولادت کو ایک مخصوص روحانی اور نجومی اہمیت دی گئی ہے، جو اس کے روحانی مقام کو اجاگر کرنے کے لیے استعمال کی گئی۔

1. توام ولادت کا غیر فطری پہلو: مرزا کے ساتھ ایک لڑکی کی پیدائش اور اس ترتیب کو غیر معمولی بتایا گیا ہے، جس سے پیدائش کا عمل انسانی فہم سے غیر فطری اور مبالغہ آمیز محسوس ہوتا ہے۔

2. دائی کی شہادت اور تصدیق: دائی اور دیگر بوڑھی عورتوں کی شہادت کو دستاویزی شکل دینا، پیدائش کے معاملے کو قابل اعتماد یا قانونی تاثر دینے کی کوشش ہے۔

3. روحانی اور نجومی اہمیت: ولادت کی تاریخ اور دن کو مخصوص کر کے اسے روحانی اور

نجومی پہلو سے ممتاز بنایا گیا، تاکہ مرزا کی شخصیت اور مقام کو ایک خصوصی دائرے میں پیش کیا جا سکے۔

4. تاریخی و اعتقادی اثر: یہ اقتباس مرزا کی پیدائش کو ایک روحانی، غیر معمولی اور خاص تاریخی واقعہ کے طور پر پیش کرتا ہے، جس سے بعد کی زندگی اور دعووں کے لیے بنیاد تیار ہوتی ہے۔

مرزا قادیانی کی دائی کی وفات اور تعلق

اہلیہ محترمہ قاضی عبد الرحیم صاحب بھٹی قادیان نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائی فوت ہوئی تھیں تو حضورؑ نے افسوس کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ''آج ہماری دائی صاحبہ فوت ہو گئی ہیں۔''

(سیرت المہدی حصہ پنجم صفحہ 262، روایت نمبر 1474)

یہ اقتباس اور مجموعی طور پر ''سیرت المہدی'' کی پیدائش سے متعلق تمام مواد، مرزا قادیانی کی ابتدائی زندگی، دائی کے کردار اور پیدائشی واقعات پر تفصیلی روشنی ڈالتا ہے۔

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ دائی لاڈو، جو مرزا کی پیدائش اور ابتدائی نشو و نما میں اہم کردار ادا کرتی رہی، مرزا کے نزدیک نہ صرف ایک خادم یا ملازمہ تھی بلکہ ایک روحانی اور گھریلو تعلق کی حیثیت رکھتی تھی۔ دائی کی وفات پر مرزا کے افسوس اور یاد کا اظہار یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کردار ان کی زندگی اور پیدائش کی داستان میں نمایاں رہا۔

پیدائش کے مجموعی نکات اور کتاب کا نچوڑ

1. توام ولادت اور غیر معمولی پیدائش:

مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو توام اور غیر معمولی طریقے سے بیان کرتے ہیں۔ ان کے

ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا، اور مرزا بعد میں پیدا ہوئے۔ یہ غیر فطری اور مخصوص ترتیب پیدائش کے عمل کو منفرد اور روحانی حیثیت دینے کے لیے پیش کی گئی۔

2.دائی لاڈو کا کردار:

دائی کو ایک ماہر، شیار اور روحانی حیثیت کی حامل قرار دیا گیا ہے۔ اس نے نہ صرف مرزا بلکہ دیگر بچوں کی ولادت میں بھی کردار ادا کیا۔ پیدائش کے واقعات میں دائی کی موجودگی یا اثرات کو غیر معمولی اور کبھی بیماری یا معجزاتی اثرات کے ساتھ جوڑا گیا۔

3.شہادت اور تحریری تصدیق:

مرزا قادیانی نے دائی اور دیگر بوڑھی عورتوں کی شہادتیں تحریری شکل میں درج کروائیں اور انگوٹھے کے نشان سے تصدیق کی۔ اس کے ساتھ ولادت کی مخصوص تاریخ اور دن (جمعہ، چودھویں تاریخ) کو بیان کر کے اسے روحانی و نجومی اہمیت دی گئی۔

4.روحانی فلسفہ اور خاتم الاولاد کا دعویٰ:

مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو شیخ ابن عربی کی پیشگوئی اور حضرت شیث کے علوم کے ساتھ جوڑ کر خود کو خاتم الاولاد، خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ یہ فلسفہ ان کی شخصیت اور دعووں کو تاریخی و روحانی اہمیت دینے کے لیے استعمال کیا گیا۔

5.غیر معمولی اثرات اور بیماریوں کا تذکرہ:

پیدائش کے دوران خارش اور دیگر بیماریوں کو بیان کر کے واقعات کو غیر معمولی اور مبالغہ آمیز بنایا گیا، تاکہ مرزا کی پیدائش اور ابتدائی زندگی کو خاص اور ممتاز دکھایا جا سکے۔

6.دائی کی وفات اور یاد:

دائی کی وفات پر مرزا کا افسوس اور اس کے اثرات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دائی کا کردار ان کی زندگی میں نہایت اہم اور یادگار رہا، اور پیدائش کی داستان میں مرکزی حیثیت رکھتا

ہے۔

''سیرت المہدیؒ'' میں مرزا قادیانی کی پیدائش کو ایک غیر معمولی، روحانی اور مخصوص فلسفیانہ زاویے سے پیش کیا گیا ہے۔ پیدائش کے واقعات، دائی کے کردار، توام ولادت، شہادتیں اور مخصوص تاریخ و نجومی اہمیت، سب مرزا کی شخصیت اور دعووں کو ممتاز کرنے کے لیے استعمال ہوئے ہیں۔کتاب کے مجموعی طور پر یہ پیغام ملتا ہے کہ مرزا کی پیدائش نہ صرف جسمانی بلکہ روحانی و تاریخی طور پر بھی ایک منفرد واقعہ ہے، اور دائی لاڈو کے کردار کو اس میں کلیدی حیثیت دی گئی ہے۔

اخلاقی اور دینی نقطہ نظر سے جائزہ

1. ذاتی اور نجی تفصیلات کا فحش انداز میں ذکر:

مرزا قادیانی کی پیدائش کے حوالے سے جو تفصیل بیان کی گئی ہے، اس میں والدہ کی شرمگاہ سے نکلنے کے مراحل، لڑکی اور لڑکے کے غیر فطری ظہور، اور پیدائش کے دوران جسمانی تعلقات کا غیر معمولی تذکرہ شامل ہے۔کوئی بھی شریف، نیک اور مہذب انسان اپنی والدہ کی اتنی نجی اور جسمانی تفصیل عوامی سطح پر بیان نہیں کرے گا۔ یہ نہ صرف اخلاقی حدود کی خلاف ورزی ہے بلکہ ایک انسان کی نیک نامی کے لیے بھی قابل اعتراض ہے۔

2. نبی یا مہدی ہونے کا دعویٰ اور اخلاقی تضاد:

مرزا قادیانی اپنی پیدائش کو نبی، مہدی اور خاتم الاولاد کے دعوے کے ساتھ جوڑتا ہے، اور اس غیر فطری اور فحش تفصیل کو بھی عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ایک حقیقی نبی یا مہدی کبھی بھی اپنی ولادت کے نجی اور جسمانی پہلو کو اس طرح کھول کر بیان نہیں کرے گا، کیونکہ نبیوں کی سنت میں شرمگاہ، نجی اعضا اور پیدائش کی تفصیل کا ذکر کرنے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہ اخلاقی اور شرعی حدود کے خلاف ہے۔

3. تاریخی اور فکری تناظر:

پیدائش کے ان واقعات کو شیخ ابن عربی کی پیشگوئی یا دیگر روحانی فلسفے کے ساتھ جوڑ کر پیش کرنا بھی محض فکری و عقلی جعلسازی ہے۔ ایک شریف اور نیک انسان اپنی پیدائش کو سادہ، معقول اور باعزت انداز میں بیان کرتا ہے، نہ کہ جسمانی اور نجی اعضاء کی تفصیل سے۔

4. اخلاقی اور دینی نتیجہ:

یہ تفصیل واضح کرتی ہے کہ مرزا قادیانی نہ صرف ایک شریف انسان کی حیثیت سے نہیں تھے بلکہ ان کے اخلاقی رویے اور بیان کردہ واقعات ایک نبی یا مہدی کے مقام سے بھی متصادم ہیں۔ حقیقت میں، نبیوں کی زندگی میں نجی اور جسمانی معاملات کا ذکر شرعی اور اخلاقی حدود میں رہ کر ہوتا ہے، جبکہ مرزا قادیانی نے اس کو عوامی اور مبالغہ آمیز انداز میں پیش کیا۔

پیدائش کے یہ واقعات، چاہے وہ دائی کی شہادت، توام ولادت، یا غیر معمولی ظہور کے تذکرے ہوں، کسی شریف انسان، نبی یا مہدی کے لیے کبھی مناسب نہیں تھے۔ یہ نہ صرف اخلاقی حدود کی خلاف ورزی ہے بلکہ مرزا قادیانی کے دعوے کے نفاذ میں ایک سنگین تضاد اور غیر معقولیت بھی ظاہر کرتی ہے۔

لاڈو دائی مرزا قادیانی کی دادی؟

یہ بہت اہم نکتہ ہے اور پیدائش کے واقعات کی تحقیق میں اخلاقی اور تاریخی اعتبار سے خاص توجہ کا طالب ہے کہ:

سیرت المہدی (حصہ سوم، صفحہ 686) میں ذکر ہے کہ مرزا قادیانی کی سگی دادی کا نام ”مائی لاڈلی بیگم“ عرف ”مائی لاڈو، اہلیہ مرزا عطا محمد“ تھا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت کے طور پر قادیانی کتب میں درج ہے

دائی لاڈو کی پہچان

پیدائش کے واقعات میں جس دائی کا ذکر آتا ہے، اس کا نام بھی لاڈو ہے، اور اسے مرزا کی پیدائش، توام ولادت، اور ابتدائی نشو ونما میں ایک مرکزی کردار دیا گیا ہے۔لیکن یہ واضح نہیں کہ یہ دائی سگی دادی مائی لاڈلی بیگم ہی تھی یا کوئی اور عورت جسے خاندان میں ملازمہ یا دائی کے طور پر رکھا گیا تھا۔

تضاد اور مبہم صورتحال

قادیانی کتب میں اس معاملے کو واضح طور پر حل نہیں کیا گیا۔ پیدائش کے واقعات میں دائی لاڈو کے کردار اور سیرت المہدی میں مائی لاڈلی بیگم کے ذکر کے درمیان تضاد موجود ہے۔اس مبہمیت کی وجہ سے قادیانیوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے کہ آیا دائی اور دادی ایک ہی شخصیت تھیں یا دو مختلف خواتین۔

یہ معاملہ واضح طور پر تاریخی تحقیق کا موضوع ہے، اور چونکہ قادیانی کتب میں اسے صیغہ راز میں رکھا گیا ہے، فیصلہ اور رائے قادیانی امت پر چھوڑ دی گئی ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش کے واقعات میں بہت سی تفصیلات مبہم، مبالغہ آمیز یا غیر مستند ہیں، اور ان کا اخلاقی و تاریخی اعتبار بھی زیر سوال ہے۔

لاڈو دائی اور مائی لاڈلی بیگم کی شناخت میں وضاحت نہ ہونے کی وجہ سے پیدائش کے واقعات کی تحقیق میں شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بات قاری کے لیے یہ واضح کرتی ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش کے حوالے سے بیان کردہ تفصیلات اکثر مبالغہ آمیز، مبہم اور تاریخی اعتبار سے غیر مستند ہیں۔

کر کے اس میں اپنی روح پھونکی کیونکہ دنیا میں کوئی روحانی انسان موجود نہ تھا جس سے یہ آدم روحانی تولّد پاتا۔ اس لئے خدا نے خود روحانی باپ بن کر اس آدم کو پیدا کیا اور ظاہری پیدائش کے رُو سے اسی طرح نر اور مادہ پیدا کیا جس طرح کہ پہلا آدم پیدا کیا تھا یعنی اس نے مجھے بھی جو آخری آدم ہوں جوڑا پیدا کیا جیسا کہ الہام **یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّة** میں اس کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے اور بعض گذشتہ اکابر نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ پیشگوئی بھی کی تھی کہ وہ انتہائی آدم جو مہدی کامل اور خاتم ولایت عامہ ہے اپنی جسمانی خِلقت کے رُو سے جوڑا پیدا ہوگا یعنی آدم صفی اللہ کی طرح مذکر اور مؤنث کی صورت پر پیدا ہوگا اور خاتم الاولاد ہوگا کیونکہ آدم نوع انسان میں سے پہلا مولود تھا۔ سو ضرور ہوا کہ وہ شخص

بقیہ حاشیہ

نبویہ کو بنظر غور دیکھا جائے تو بہت کچھ ان سے ان مکاشفات کو مدد ملتی ہے۔ لیکن یہ قول اسی حالت میں صحیح ٹھہرتا ہے جبکہ مہدی معہود اور مسیح موعود کو ایک ہی شخص مان لیا جائے اور یاد رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی دو حدیں مقرر کر دی ہیں اور فرمادیا ہے کہ وہ امت ضلالت سے محفوظ ہے جس کے اول میں میرا وجود اور آخر میں مسیح موعود ہے۔ یعنی ایک طرف وجود باجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوار روئیں ہے اور دوسری طرف وجود بابرکت مسیح موعود کی دیوار دشمن کش ہے۔ اس حدیث سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو اپنی امت میں داخل نہیں سمجھا جو مسیح موعود کے زمانہ کے بعد ہوں گے اور مسیح موعود کا زمانہ اس حد تک ہے جس حد تک اس کے دیکھنے والے یا دیکھنے والوں کے دیکھنے والے اور یا پھر دیکھنے والوں کے دیکھنے والے دنیا میں پائے جائیں گے اور اس کی تعلیم پر قائم ہوں گے۔ غرض قرون ثلاثہ کا ہونا برعایت منہاج نبوت ضروری ہے اور پھر نیکی اور پاکیزگی کا خاتمہ ہے اور بعد میں اس گھڑی اور اس ساعت الفناء کی انتظار ہے جس کا علم بجز خدا تعالیٰ کے فرشتوں کو بھی نہیں۔ منہ

جس پر بکمال وتمام دورہ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے۔ اب یاد رہے کہ اس بندۂ حضرت احدیت کی پیدائش جسمانی اس پیشگوئی کے مطابق بھی ہوئی۔ یعنی مَیں توام پیدا ہوا تھا اور میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کا نام جنت تھا۔ اور یہ الہام کہ **یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ** جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ اس میں جو جنت کا لفظ ہے اس میں یہ ایک لطیف اشارہ ہے کہ وہ لڑکی کہ جو میرے ساتھ پیدا ہوئی اس کا نام جنّت تھا اور یہ لڑکی صرف سات ماہ تک زندہ رہ کر فوت ہوگئی تھی۔ غرض چونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام اور الہام میں مجھے آدم صفی اللہ سے مشابہت دی تو یہ اِس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس قانونِ قدرت کے مطابق جو مراتب وجود دوریہ میں حکیم مطلق کی طرف سے چلا آتا ہے مجھے آدم کی خو اور طبیعت اور واقعات کے مناسب حال پیدا کیا گیا ہے چنانچہ وہ واقعات جو حضرت آدم پر گذرے منجملہ اُن کے یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش زوج کے طور پر تھی یعنی ایک مرد اور ایک عورت ساتھ تھی اور اسی طرح پر میری پیدائش ہوئی یعنی جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا نام جنت تھا اور پہلے وہ لڑکی پیٹ میں سے نکلی تھی اور بعد اس کے میں نکلا تھا اور میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں اُن کے لئے خاتم الاولاد تھا اور یہ میری پیدائش کی وہ طرز ہے جس کو بعض اہلِ کشف نے مہدی خاتم الولایت کی علامتوں میں سے لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ آخری مہدی جس کی وفات کے بعد اور کوئی مہدی پیدا نہیں ہوگا خدا سے براہِ راست

ہدایت پائے گا جس طرح آدم نے خدا سے ہدایت پائی اور وہ اُن علوم اور اسرار کا حامل ہوگا جن کا آدم خدا سے حامل ہوا اور ظاہری مناسبت آدم سے اس کی یہ ہوگی کہ وہ بھی زوج کی صورت پیدا ہوگا یعنی مذکر اور مؤنث دونوں پیدا ہوں گے جس طرح آدم کی پیدایش تھی کہ اُن کے ساتھ ایک مؤنث بھی پیدا ہوئی تھی یعنی حضرت حوّا علیہا السلام۔ اور خدا نے جیسا کہ ابتدا میں جوڑا پیدا کیا مجھے بھی اِس لئے جوڑا پیدا کیا کہ تا اوّلیت کو آخریّت کے ساتھ مناسبت تام پیدا ہو جائے یعنی چونکہ ہر ایک وجود سلسلہ بروزات میں دور کرتا رہتا ہے اور آخری بروز اُس کا بہ نسبت درمیانی بروزات کے اتم اور اکمل ہوتا ہے اِس لئے حکمت الٰہیہ نے تقاضا کیا کہ وہ شخص کہ جو آدم صفی اللہ کا آخری بروز ہے وہ اس کے واقعات سے اشد مناسبت پیدا کرے۔ سو آدم کا ذاتی واقعہ یہ ہے کہ خدا نے آدم کے ساتھ حوّا کو بھی پیدا کیا سو یہی واقعہ بروز اتم کے مقام میں آخری آدم کو پیش آیا کہ اس کے ساتھ بھی ایک لڑکی پیدا کی گئی اور اُسی آخری آدم کا نام عیسیٰ بھی رکھا گیا تا اِس بات کی طرف اشارہ ہو کہ حضرت عیسیٰ کو بھی آدم صفی اللہ کے ساتھ ایک مشابہت تھی لیکن آخری آدم جو بروزی طور پر عیسیٰ بھی ہے آدم صفی اللہ سے اشد مشابہت رکھتا ہے کیونکہ آدم صفی اللہ کے لئے جس قدر بروزات کا دور ممکن تھا وہ تمام مراتب بروزی وجود کے طے کر کے آخری آدم پیدا ہوا ہے اور اس میں اتم اور اکمل بروزی حالت دکھائی گئی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۰۵ میں میری نسبت ایک یہ خدا کا کلام اور الہام ہے کہ **خلق آدم فاکرمہ** یعنی خدا نے آخری آدم کو پیدا کر کے پہلے آدموں پر ایک وجہ کی اس کو فضیلت بخشی۔ اس الہام اور کلام الٰہی کے یہی معنے ہیں کہ گو آدم

صفی اللہ کے لئے کئی بروزات تھے جن میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے لیکن یہ آخری بروز اکمل اور اتم ہے۔

اس جگہ کسی کو یہ وہم نہ گذرے کہ اس تقریر میں اپنے نفس کو حضرت مسیح پر فضیلت دی ہے کیونکہ یہ ایک جزئی فضیلت ہے جو غیر نبی کو نبی پر ہوسکتی ہے اور تمام اہلِ علم اور معرفت اس فضیلت کے قائل ہیں اور اس سے کوئی محذور لازم نہیں آتا اور نہ میں اکیلا اس کا قائل ہوں۔ جس قدر اکابر اور عارف مجھ سے پہلے گذرے ہیں وہ تمام آخری آدم کو ولایت عامہ کا خاتم سمجھتے ہیں اور حقیقت آدمیہ کی بروزات کا تمام دائرہ اس پر ختم کرتے ہیں اور اپنے کشوف صحیحہ کے رُو سے اسی کا نام آخری آدم رکھتے ہیں اور اسی کا نام مہدی معہود اور اسی کا نام مسیح موعود رکھتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے بروز کے مسئلہ کو اپنی جہالت سے نظر انداز کر دیا ہے اور خدا کی اس سنت کو جو اُس کی تمام مخلوق میں جاری و ساری ہے بھول گئے ہیں وہ لوگ ایک سطحی خیال کو ہاتھ میں لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کی رُوح حدیث معراج کی شہادت سے گذشتہ روحوں میں داخل ثابت ہوتی ہے۔ پھر دوبارہ آسمان سے اُتارتے اور دُنیا میں لاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس خیال سے مسئلہ بروز کا انکار لازم آتا ہے اور وہ انکار ایسا خطرناک ہے کہ اس سے اسلام ہی ہاتھ سے جاتا ہے۔ تمام ربّانی کتابیں مسئلہ بروز کی قائل ہیں خود حضرت مسیح نے بھی یہی تعلیم سکھلائی اور احادیث نبویہ میں بھی اِس کا بہت ذِکر ہے اس لئے اس کا انکار سخت جہالت ہے اور اس سے خطرہ سَلبِ ایمان ہے اور اسی غلطی سے درمیانی زمانہ کے لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فیج اعوج کا نہایت برا لقب پایا اور اس اجماع کو بھول گئے جو حضرت ابوبکر کی

زبان سے ماما محمّد الاّ رسول پر ہوا تھا۔ غرض یہ پیشگوئی ایک دور دراز زمانہ سے چلی آتی ہے کہ آخری کامل انسان آدم کے قدم پر ہوگا تا دائرہ حقیقت آدمیہ پورا ہو جائے۔ اور اس پیشگوئی کو شیخ محی الدین ابن العربی نے فصوص الحکم میں فصّ شیث میں لکھا ہے اور دراصل یہ پیشگوئی فصّ آدم میں رکھنے کے لائق تھی مگر انہوں نے شیث کو الولد سرّ لابیہ کا مصداق سمجھ کر اسی کے فصّ میں اس کو لکھ دیا ہے۔ ہم مناسب دیکھتے ہیں کہ اس جگہ شیخ کی اصل عبارت نقل کر دیں اور وہ یہ ہے ’’وعلٰی قدم شیث یکون آخر مولود یولد من ھذا النوّع الانسانی وھو حامل اسرارہٖ. ولیس بعدہ ولد فی ھٰذا النّوع فھو خاتم الاولاد. وتولد معہٗ اختٌ لہ فتخرج قبلہ ویخرج بعدھا یکون رأسہٗ عند رجلیھا. ویکون مولدہ بالصّین ولغتہ لغت بلدہ. ویسری العُقم فی الرجال والنساء فیکثر النکاح من غیر ولادۃ. ویدعوھم الی اللّٰہ فلا یجاب ‘‘ یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا جو اصل مولد اس کا چین ہوگا۔ یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل اور ترک میں سے ہوگا اور ضروری ہے کہ عجم میں سے ہوگا نہ عرب میں سے اور اس کو وہ علوم اور اسرار دیئے جائیں گے جو شیث کو دیئے گئے تھے اور اس کے بعد کوئی اور ولد نہ ہوگا اور وہ خاتم الاولاد ہوگا۔ یعنی اس کی وفات کے بعد کوئی کامل بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ اور اس فقرہ کے یہ بھی معنے ہیں کہ وہ اپنے باپ کا آخری فرزند ہوگا اور اُس کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوگی جو اُس سے پہلے نکلے گی اور وہ اُس کے بعد نکلے گا۔ اُس کا سر اُس دُختر کے پیروں سے ملا ہوا ہوگا۔ یعنی دُختر معمولی طریق سے پیدا ہوگی کہ پہلے سر نکلے گا اور پھر پیر اور اُس کے

پیروں کے بعد بلا توقف اُس پسر کا سر نکلے گا (جیسا کہ میری ولادت اور میری توام ہمشیرہ کی اسی طرح ظہور میں آئی۔) اور پھر بقیہ ترجمہ شیخ کی عبارت کا یہ ہے کہ اُس زمانہ میں مردوں اور عورتوں میں بانجھ کا عارضہ سرایت کرے گا۔ نکاح بہت ہوگا یعنی لوگ مباشرت سے نہیں رُکیں گے مگر کوئی صالح بندہ نہیں ہوگا اور وہ زمانہ کے لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا مگر وہ قبول نہیں کریں گے۔ اور اس عبارت کے شارح نے جو کچھ اس کی شرح میں لکھا ہے وہ یہ ہے۔

پہلا مولود جو آدم کو بخشا گیا وہ شیث ہے اور ایک لڑکی بھی تھی جو شیث کے ساتھ بعد اُس کے پیدا ہوئی پس خدا نے چاہا کہ وہ نسبت جو اوّل اور آخر میں ہوتی ہے وہ نوع انسان میں متحقق کرے اس لئے اُس نے ابتدا سے مقدر کر رکھا تھا کہ طرز ولادت پسر آخری پسر اوّل سے مشابہت رکھے پس پسر آخر جو خاتم الخلفاء تھا اور بموجب اس پیشگوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء مغرب میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں سے پیدا ہونے والا تھا نہ عرب سے اور وہ حضرت شیث کے علوم کا حامل تھا۔ اور پیشگوئی میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ اُس کے بعد یعنی اُس کے مرنے کے بعد نوع انسان میں علّت عقم سرایت کرے گی یعنی پیدا ہونے والے حیوانوں اور وحشیوں سے مشابہت رکھیں گے اور انسانیت حقیقی صفحہ عالم سے مفقود ہو جائیں گے۔ وہ حلال کو حلال نہیں سمجھیں گے اور نہ حرام کو حرام پس اُن پر قیامت قائم ہوگی۔

اب واضح ہو کہ شیخ موصوف کی یہ پیشگوئی اگرچہ کسی صریح حدیث سے اب تک ثابت نہیں ہوئی لیکن اشارۃ النّص ہمیں اس بات کی طرف توجہ دیتی ہے کہ یہ پیشگوئی قرآن میں موجود ہے کیونکہ اوّل تو قرآن نے بہت سے

''حضرت والد مخدوم من سلامت ! مراسم غلامانہ وقواعد فدویانہ بجا آوردہ معروض حضرت والا میکند چونکہ دریں ایام برأی العین می بینم وبچشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک وبلاد ہر سال چناں وبائے مے افتد کہ دوستاں را از دوستاں وخویشاں را از خویشاں جدا میکند وہیچ سالے نہ می بینم کہ ایں نائرہ عظیم وچنیں حادثہ الیم در آں سال شور قیامت نیگفند ۔ نظر برآں دل از دنیا سرد شدہ ورواز خوف جان زرد ۔ واکثر ایں دو مصرع مصلح الدین سعدیؒ شیرازی بیادمی آیند واشک حسرت ریختہ مے شود ؎

مکن تکیہ بر عمرنا پائیدار مباش ایمن از بازیٔ روز گار

ونیز ایں دو مصرع ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل میشود ؎

بدنیائے دوں دل مبند اے جواں کہ وقتِ اجل میرسد ناگہاں

لہٰذا میخواہم کہ بقیہ عمر در گوشۂ تنہائی نشینم و دامن از صحبت مردم بچینم و بیاد او سبحانہ مشغول شوم مگر گذشتہ راعذرے ومافات را تدارکے شود ؎

عمر بگذشت ونماند است جز ایامے چند بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیا را اساسے محکم نیست وزندگی را اعتبارے نے وَاَیِسَ مَنْ خَافَ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ آفَتِ غَیْرِہٖ

والسلام

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے یہ روایت کہاں سے لی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرزا سلطان احمدؐ صاحب نے مجھے چند پرانے کاغذات دیئے تھے جن میں سے حضرت کی یہ تحریر نکلی تھی ۔ لیکن خاکسار کی رائے میں اگر حضرت صاحب کی صرف تحریر ملی ہے تو اس سے یہ استدلال ضروری نہیں ہوتا کہ آپ نے یہ خط اپنے والد صاحب کے پیش بھی کیا تھا بلکہ خط کے نیچے دستخط اور تاریخ کا نہ ہونا اس شبہ کو قوی کرتا ہے۔

﴿262﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت صاحب کی دائی کا نام لاڈو تھا اور وہ ہاکونا کو بروالوں کی ماں تھی ۔ جب میں نے اسے دیکھا تھا تو وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھی ۔ مرزا

سلطان احمدؑ بلکہ عزیز احمد کو بھی اسی نے جنایا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اس سے اپنی پیدائش کے متعلق کچھ شہادت بھی لی تھی۔ اپنے فن میں وہ اچھی ہوشیار عورت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ یہاں کسی عورت کے بچہ پھنس گیا اور پیدا نہ ہوتا تھا تو حضرت صاحب نے فرمایا تھا کہ لاڈو کو بلا کر دکھاؤ۔ ہوشیار ہے چنانچہ اسے بلایا گیا تو اللہ کے فضل سے بچہ آسانی سے پیدا ہو گیا۔ مگر والدہ صاحبہ کہتی تھیں کہ تم میں سے کسی کی پیدائش کے وقت اسے نہیں بلایا گیا۔ کیونکہ بعض وجوہات سے اس پر کچھ شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ نیز والدہ صاحبہ نے بیان کیا کہ عزیز احمد کی پیدائش کے وقت جب لاڈو آئی تو ان دنوں میں اسے خارش کی مرض تھی۔ چنانچہ اس سے عزیز احمد کو خارش ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ تمہارے تایا کے گھر میں اکثر لوگوں کو خارش ہو گئی اور آخر ادھر سے ہمارے گھر میں بھی خارش کا اثر پہنچا۔ چنانچہ حضرت صاحب کو بھی ان دنوں میں خارش کی تکلیف ہو گئی تھی۔

﴿263﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت والدہ صاحبہ کا نام نصرت جہاں بیگم ہے اور والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ ان کا مہر میر صاحب کی تجویز پر گیارہ سو روپیہ مقرر ہوا تھا۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ ہمارے نانا جان صاحب کا نام میر ناصر نواب ہے۔ میر صاحب خواجہ میر درد صاحب دہلوی کے خاندان سے ہیں۔ اور پنجاب کے محکمہ نہر میں ملازم تھے۔ اور قریباً عرصہ پچیس سال سے پنشن پر ہیں۔ شروع شروع میں میر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی کچھ مخالفت کی تھی۔ لیکن جلد ہی تائب ہو کر بیعت میں شامل ہو گئے۔

﴿264﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبد اللہ صاحب سنوری نے کہ پٹیالہ میں خلیفہ محمد حسین صاحب وزیر پٹیالہ کے مصاحبوں اور ملاقاتیوں میں ایک مولوی عبد العزیز صاحب ہوتے تھے۔ جو کرم ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ ان کا ایک دوست تھا۔ جو بڑا امیر کبیر اور صاحب جائیداد تھا اور لاکھوں روپے کا مالک تھا۔ مگر اس کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ جو اُس کا وارث ہوتا۔ اس نے مولوی عبد العزیز صاحب سے کہا کہ مرزا صاحب سے میرے لئے دعا کرواؤ کہ میرے لڑکا ہو جاوے۔ مولوی عبد العزیز نے مجھے بلا کر کہا کہ ہم تمہیں کرایہ دیتے ہیں۔ تم قادیان جاؤ اور مرزا صاحب سے اس بارہ میں خاص طور پر دعا کے لئے کہو۔ چنانچہ میں قادیان آیا اور حضرت صاحب سے سارا ماجرا عرض کر کے دعا کے لئے کہا۔ آپ

صاحب مسکرا کر فرمانے لگے کہ میں آپ سے بہتر جانتا ہوں مگر پھر بھی لگا لینا چاہیے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ مولوی یار محمد صاحب ایک بڑے مخلص احمدی تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کو بہت محبت تھی مگر چونکہ ان کے اندر ایک خاص قسم کا دماغی نقص تھا اس لئے غالباً اسے مدنظر رکھتے ہوئے مولوی محمد علی صاحب نے حضرت صاحب کی سفارش پر یہ الفاظ عرض کئے ہوں گے۔لیکن بایں ہمہ حضرت صاحب نے ان کے لگائے جانے کی سفارش فرمائی جو شائد اس خیال سے ہوگی کہ ایک تو ان کیلئے ایک ذریعہ معاش ہو جائیگا اور دوسرے شائد کام میں پڑنے سے ان کی کچھ اصلاح ہو جاوے۔اور یہ جو حضرت صاحب نے فرمایا کہ میں ان کو آپ سے بدتر جانتا ہوں۔ یہ اس لئے تھا کہ مولوی یار محمد صاحب کی اس دماغی حالت کا نشانہ زیادہ تر خود حضرت مسیح موعودؑ رہتے تھے۔اور بہتر کی جگہ بدتر کا لفظ استعمال کرنا غالباً معاملہ کی اصل حقیقت کو ظاہر کرنے کیلئے تھا اور شائد کسی قدر بطور مزاح بھی ہو۔

﴿364﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی دائی کو بلا کر اس سے شہادت لی تھی کہ آپ کی ولادت توام ہوئی تھی اور یہ کہ جولڑکی آپ کے ساتھ پیدا ہوئی تھی وہ پہلے پیدا ہوئی تھی اور اس کے بعد آپ پیدا ہوئے تھے اور پھر اس کے تحریری بیان پر اس کے انگوٹھے کا نشان بھی ثبت کروایا تھا اور بعض دوسری بوڑھی عورتوں کی شہادت بھی درج کروائی تھی۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تحفہ گولڑویہ میں لکھا ہے کہ آپ کی ولادت جمعہ کے دن چاند کی چودھویں تاریخ کو ہوئی تھی۔

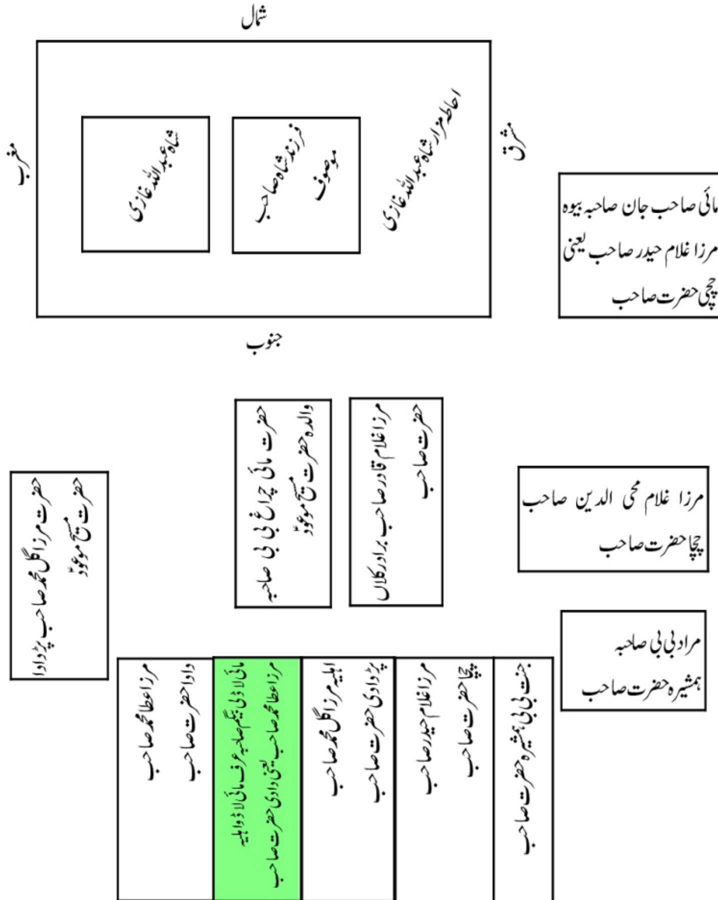
﴿365﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔مولوی شیر علی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے حکیم فضل دین صاحب مرحوم بھیروی کی زبانی سُنا ہے کہ ایک دفعہ کوئی انگریزی خوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ عربی زبان میں مفہوم کے ادا کرنے کے لئے انگریزی کی نسبت زیادہ طول اختیار کرنا پڑتا ہے۔حضرت صاحب فرمانے لگے کہ اچھا آپ انگریزی میں ''آب من'' کے مفہوم کو کس طرح ادا کریں گے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کے لئے ''مائی واٹر'' کے الفاظ ہیں۔حضرت صاحب

نیچے سے اس کے پاؤں کی زور سے چٹکی لی۔اس نے دو تین چیخیں ماریں اور زمین پر گر پڑی۔ حضور علیہ السلام مسجد سے گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور استفسار فرمایا تو حضرت اماں جان اور سب چپ ہوگئیں۔ اس پر آپؑ نے فرمایا کہ ''میں نے کئی بار کہا ہے کہ نماز کے وقت ایسی باتیں نہ کیا کرو۔'' آپ علیہ السلام ہنستے بھی جاتے کیونکہ حضورؑ کو معلوم ہوگیا تھا کہ مذاق کیا گیا ہے۔

﴿1473﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ''اللہ دتہ وعلی محمد چھینبے وغیرہ سکنائے سوہل تحصیل وضلع گورداسپور ابتدائے دعویٰ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے وقت اکثر معترض رہتے تھے اور ہر حرکت وسکون پر اعتراض کرتے رہتے تھے۔ مینار (جو نزول گاہ مسیح موعودؑ ہے) پر بھی معترض تھے کہ ''مینار کہاں ہے؟'' جس پر حضرت مسیح کا نزول احادیث میں آیا ہے ایک روز حضرت صاحبؑ کے حضور عرض کیا گیا کہ مولوی اللہ دتہ وغیرہ سوہلوی (چھینبے) مینار کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''جس وقت مینار بنے گا اس وقت یہ چھینبے کہاں ہوں گے؟ (یعنی ہلاک ہو چکے ہوں گے) چنانچہ ایسا ہی ہوا ایک طاعون سے ہلاک ہوا اور دوسرا علی محمد زندہ درگور کی حالت میں ہے، کبھی کلام کرتا نہیں سنا گیا۔

﴿1474﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ اہلیہ محترمہ قاضی عبدالرحیم صاحب بھٹی قادیان نے بواسطہ لجنہ اماء اللہ قادیان بذریعہ تحریر بیان کیا کہ جب حضور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دائی فوت ہوئی تھیں تو حضورؑ نے افسوس کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ''آج ہماری دائی صاحبہ فوت ہوگئی ہیں۔''

﴿1475﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ میاں خیر الدین صاحب سیکھوانی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضورؑ نے ایک بزرگ کا ذکر کیا کہ وہ دعا کرتے اور جواب جناب الٰہی سے آتا کہ تمہاری دعا مردود ہے، قابل قبول نہیں۔ اتفاق سے ان کا ایک مرید ملنے کے لئے آ گیا۔ جب حسب دستور انہوں نے دعا شروع کی تو جناب الٰہی سے وہی جواب ملا جو روز ملا کرتا تھا۔ آخر مرید نے بھی وہ جواب سن لیا تو اس نے اپنے پیر کی خدمت میں عرض کی کہ جبکہ یہی جواب آتا ہے کہ تمہاری دعا مردود ہے قابل قبول نہیں تو آپ دعا ترک کیوں نہیں کر دیتے؟ تو پیر نے جواباً فرمایا کہ تم دو تین رات میں ہی سن کر



759 **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔** میاں محمد فضل الٰہی صاحب ریڈر سب جج درجہ اول سیالکوٹ نے ایک خط حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہُ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ اور اس کے ہمراہ ایک حلفیہ بیان پنڈت دیوی رام صاحب ولد متھرا داس کا بھجوایا تھا۔ پنڈت صاحب دودو چک تحصیل شکر گڑھ ضلع گورداسپور کے رہنے والے ہیں اور کسی زمانہ میں نائب مدرس قادیان تھے۔ اور آجکل اُپ پردھان آریہ سماج دودو چک تحصیل شکر گڑھ ہیں۔ حضرت امیر المؤمنین ایدہُ اللہ بنصرہ العزیز

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان ومذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی وعلمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔ موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی وانتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20،30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔ آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔ فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے: (00923247448814) اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت وسلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔ اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح شاعر

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی مسیح شاعر

یہ رسالہ کسی شخص کی ذاتی دشمنی یا اندھی نفرت کے تحت نہیں لکھا جا رہا بلکہ "تنقید برائے اصلاح" کے اصول پر مرتب کیا جا رہا ہے، یعنی مقصد یہ ہے کہ دعویٰ نبوت جیسے عظیم اور نازک مسئلے کو دلیل، عقل اور نصوصِ شرعیہ کی روشنی میں پرکھا جائے اور یہ بتایا جائے کہ جس شخص کی زندگی، مزاج اور طرزِ فکر نبوی اسلوب سے ٹکراتی ہو وہ نبی تو کیا، نبی کا سایہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اس رسالے میں خاص طور پر مرزا غلام قادیانی کی شاعری، اس کا عاشقانہ اور فحش رنگ، اور اس کے اخلاقی و فکری پس منظر کو زیرِ بحث لایا جائے گا، تاکہ قاری خود فیصلہ کرے کہ ایسا شخص نبوت کا دعوے دار ہو سکتا ہے یا نہیں۔ انداز بیان سادہ، عام فہم، طنز و مزاق کے ہلکے رنگ کے ساتھ ہوگا، مگر مقصد ہنسی اڑانا نہیں بلکہ حقیقت دکھانا ہوگا۔

سب سے پہلا اصول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نبی شاعر نہیں ہوتا۔ شاعری محض وزن، قافیہ اور تخیل کا کھیل نہیں بلکہ اس کے پیچھے ایک خاص مزاج ہوتا ہے۔ جذبات کی شدت، عشق و ہوس کے رنگ، مبالغہ، تخیلاتی پرواز اور بعض اوقات اخلاقی حدود سے تجاوز۔ نبوت اس مزاج کے بالکل برعکس ہے۔ نبی کی زندگی وقار، سنجیدگی، سچائی اور مقصدیت کا نمونہ ہوتی ہے، نہ کہ عشق و معشوق، حسن و شباب اور جذباتی ہیجان کا میدان۔ اسی لیے قرآنِ کریم نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صاف اعلان فرمایا:

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنبَغِي لَهُ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ

ترجمہ کنز الایمان: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان

کے لائق ہے، وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

(سورہ یٰسین آیت 69)

یہ آیت صرف ایک تاریخی بیان نہیں بلکہ ایک اصولی قاعدہ ہے کہ نبوت اور شاعری کا مزاج آپس میں میل نہیں کھاتا۔ نبی کا کلام وحی ہوتا ہے، حق ہوتا ہے، ذمہ داری اور ہدایت کا پیغام ہوتا ہے، جب کہ شاعر کا کلام اکثر جذبات، تخیل، مبالغہ اور نفسانی کیفیات کا عکس ہوتا ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام کی سیرت میں ہمیں کہیں بھی یہ نہیں ملتا کہ وہ عاشقانہ یا فحش شاعری کرتے ہوں، یا عورتوں، حسن، شباب اور خواہشات کے گرد اپنی زبان اور قلم کو گھماتے ہوں۔

اب اگر کوئی شخص دعویٰ نبوت بھی کرے اور ساتھ ہی اس کی زندگی میں یہ سب کچھ موجود ہو یعنی عاشقانہ شاعری، فحش اور بازاری اسلوب، جذباتی اور نفسانی موضوعات، طوائفوں، مجروں اور کوٹھوں کا ذکر اور شغف، تو عقلِ سلیم خود فیصلہ کر لیتی ہے کہ یہ نبوی مزاج نہیں بلکہ شاعرانہ اور نفسانی مزاج ہے۔ اور جو شخص شاعر بن کر جیتا رہا ہو، اس کے لیے نبی بن جانا ایسے ہی ہے جیسے کسی مجرے والی اسٹیج سے اتر کر کوئی شخص اچانک محراب و منبر کا امام بننے کا دعویٰ کر دے۔

اس رسالے میں آگے چل کر مرزا غلام قادیانی کی اپنی تحریروں، اشعار اور اعترافات سے دکھایا جائے گا کہ وہ کس قسم کی شاعری کرتا تھا، اس کے موضوعات کیا تھے، اس کا انداز کتنا بازاری اور عاشقانہ تھا، اور یہ سب نبوی شان سے کس قدر بعید ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بھی بیان ہوگا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے اس کا طرزِ زندگی، میل جول اور دلچسپیاں کس نوعیت کی تھیں، اور وہ کیسے عاشقانہ تخلص اختیار کر کے گندی اور بازاری شاعری میں مشغول رہا۔ ان تمام باتوں کے مستند حوالہ جات آگے باقاعدہ ترتیب کے ساتھ پیش کیے جائیں گے۔

خلاصہ یہ کہ یہ رسالہ کسی کو گالی دینے کے لیے نہیں بلکہ یہ دکھانے کے لیے ہے کہ نبوت ایک پاکیزہ، سنجیدہ اور باوقار منصب ہے، اور جو شخص شاعری، عشق و ہوس، اور بازاری مزاج میں ڈوبا ہوا ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا شخص نبوت کا دعویٰ کرے تو اس کا شاعر ہونا ہی اس کے کذاب اور دجال ہونے کی سب سے کھلی دلیل بن جاتا ہے۔

مرزاغلام احمد قادیانی کی بیہودہ شاعری کا ایک نمونہ

غیر مردوں سے مانگنا نطفہ سخت خبث اور نابکاری ہے
غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے وہ نہ بیوی زن بزاری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے ساری شہوت کی بیقراری ہے
دس سے کروا چکی زنا لیکن پاک دامن ابھی بچاری ہے
لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں ان کی لالی نے عقل ماری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں خوب جورو کی حق گذاری ہے

(روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 76)

اوپر پیش کیا گیا کلام محض ایک ادبی کمزوری نہیں بلکہ اخلاقی، فکری اور دینی دیوالیہ پن کی کھلی علامت ہے۔ اس نظم میں جو الفاظ، تشبیہیں اور خیالات استعمال ہوئے ہیں وہ نہ صرف شریعتِ اسلامیہ کے مزاج کے خلاف ہیں بلکہ عام انسانی شرافت اور حیا کے بھی منافی ہیں۔ عورت، نکاح، اولاد اور عزت جیسے پاکیزہ موضوعات کو جس بازاری اور شہوانی انداز میں بیان کیا گیا ہے وہ کسی سنجیدہ، مہذب یا دینی مزاج رکھنے والے شخص کے قلم سے نکل ہی نہیں سکتا۔ یہ زبان کوچہ و بازار کی ہے، منبر و محراب کی نہیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ نبوت کا منصب انتہائی پاکیزہ اور باوقار ہے۔ نبی کی زبان سے وہی کلام نکلتا ہے جو ہدایت، اصلاح، تقویٰ اور اخلاق کی بلندی کی طرف لے جائے۔

قرآن نے نبی کے بارے میں واضح کر دیا کہ ''وَمَا عَلَّمۡنَاهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡبَغِي لَهٗ''، یعنی نبی کے شایانِ شان ہی نہیں کہ وہ شاعر ہو، خصوصاً ایسا شاعر جو فحش، شہوانی اور بازاری خیالات کو وزن اور قافیہ میں باندھ کر پیش کرے۔ جو شخص اپنی زبان اور قلم کو عورتوں، زنا، نطفہ اور شہوت جیسے موضوعات میں اس بے حیائی سے استعمال کرے، اس کے بارے میں یہ تصور ہی مضحکہ خیز ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی یا مامور من اللہ ہو سکتا ہے۔

اس شاعری میں نہ کوئی روحانی پیغام ہے، نہ اخلاقی تربیت، نہ اصلاحِ معاشرہ کا درد۔ اس میں صرف اور صرف شہوانی ذہنیت، عورت کو تماشا بنانے کا انداز اور بازاری ذہن کی جھلک ہے۔ یہ وہی ذہن ہے جو انسان کو شاعر تو بنا سکتا ہے، مگر نبی کبھی نہیں بنا سکتا۔ نبی وہ ہوتا ہے جو نفس کو مارے، شہوت کو قابو میں رکھے، اور انسانیت کو پاکیزگی کی طرف بلائے۔ یہاں اس کے بالکل الٹ منظر ہے نفس کی نمائش، شہوت کی تشہیر اور گندگی کو شاعری کے لبادے میں پیش کرنا۔

یہ نمونہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا مزاج نبوی نہیں بلکہ شاعرانہ اور نفسانی تھا۔ اور جو شخص شاعر اور نفسانی مزاج کا مالک ہو، اس کا دعویٰ نبوت خود اسی کی تحریروں سے جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے۔ یوں اس کی یہی بیہودہ شاعری اس کے کذاب اور دجال ہونے کی سب سے زندہ اور شرمناک گواہ بن جاتی ہے۔

مرزا فرخ کی عاشقانہ شاعری

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعود کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل ! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطہ عدم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر
دلا اک بار شوروغل مچادے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی
نہیں منظور تھی گر تم کو اُلفت
تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دلسوزیوں سے بے خبر ہو

مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں
کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
کوئی راضی ہو یا ناراض ہو وے
رضا مندی خدا کی مدعا کر

اس کاپی میں کئی شعر ناقص ہیں یعنی بعض جگہ مصرع اول موجود ہے مگر دوسرا نہیں ہے اور بعض جگہ دوسرا ہے مگر پہلا ندارد۔ بعض اشعار نظر ثانی کیلئے بھی چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کئی جگہ فرخ تخلص مگر استعمال کیا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 213،214)

دیے گئے حوالے سے درج ذیل 10 بنیادی نکات واضح طور پر نکلتے ہیں:

1. یہ اشعار مرزا غلام احمد کے نوجوانی کے دور کے ہیں، جیسا کہ خود ناقل نے لکھا کہ "غالباً نوجوانی کا کلام ہے"۔

2. یہ کلام ایک نجی کاپی کی صورت میں ملا جو مرزا کے اپنے خط کے ساتھ منسوب ہے اور لکھنے والے نے دعویٰ کیا کہ وہ اس کی تحریر پہچانتا ہے۔

3. ان اشعار میں خالص عشقیہ اور عاشقانہ مضامین ہیں، جن میں محبوب، ہجر، وصل، عشق، دل، جان اور بے قراری جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔

4. شاعری کا مزاج دینی، اصلاحی یا اخلاقی نہیں بلکہ جذباتی، عشقیہ اور نفسانی رنگ رکھتا ہے۔

5. کئی اشعار میں محبوب کو "بت" کہا گیا ہے، جو فکری اور اعتقادی لحاظ سے بھی ایک

خطرناک اور غیر اسلامی تعبیر ہے۔

6. بعض اشعار میں محبوب سے پردے میں رہنے کا مطالبہ اور" خلقت کے کافر ہو جانے" جیسے جملے ملتے ہیں جو شدید جذباتی اور غیر متوازن ذہن کی عکاسی کرتے ہیں۔

7. اس کلام میں جگہ جگہ شدید بے قراری، صدمہ، رونا، ہجر کا غم اور ذہنی اضطراب نمایاں ہے۔

8. خود ناقل کے مطابق یہ شاعری فنی طور پر بھی کمزور ہے: کئی اشعار ناقص ہیں، کہیں پہلا مصرع ہے تو دوسرا نہیں، اور کہیں دوسرا ہے تو پہلا غائب ہے۔

9.. بہت سے اشعار نظرِ ثانی کے لیے چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کسی باقاعدہ الہامی یا مقدس کلام کے انداز کا نہیں بلکہ ایک عام شاعر کی مشقِ سخن ہے۔

10. اس کلام میں مرزا نے اپنا تخلص" فرخ" استعمال کیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اس دور میں باقاعدہ شاعر کی حیثیت سے اپنی شناخت بنا رہا تھا، نہ کہ کسی نبی یا مصلح کی حیثیت سے۔

اب آئندہ گفتگو میں ہم انہی نکات کو ترتیب سے لے کر، ایک ایک نکتے پر تفصیلی، طنزیہ مگر اصلاحی انداز میں تبصرہ کریں گے۔

نوجوانی کا عشقیہ دور

نکتہ نمبر 1 یہ بتاتا ہے کہ یہ شاعری مرزا غلام قادیانی کی نوجوانی کے زمانے کی ہے، جیسا کہ خود حوالہ دینے والے نے لکھا:" غالباً نوجوانی کا کلام ہے"۔ نوجوانی وہ عمر ہوتی ہے جس میں انسان کے جذبات تیز، خواہشات غالب اور عقل اکثر کمزور ہوتی ہے۔ اسی لیے اس دور کی تحریروں سے انسان کی اصل فطرت، رجحانات اور اندرونی میلان کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔

یہاں سوال یہ نہیں کہ نوجوانی میں عشق کرنا یا جذباتی ہونا عجیب بات ہے، سوال یہ ہے کہ جو شخص بعد میں دعویٰ کرے کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہے، نبی یا مسیح ہے، اس کی ابتدائی زندگی کا رخ کس طرف تھا؟ اگر ابتدا ہی سے وہ الٰہی مشن کے لیے چنا ہوا ہوتا تو اس کی جوانی لہو ولعب، عاشقانہ اشعار اور دل، جان، محبوب، ہجر و وصل کی فریادوں میں کیوں گزرتی؟

نبیوں کی زندگی بچپن اور جوانی ہی سے وقار، سنجیدگی، پاکیزگی اور مقصدیت کی آئینہ دار ہوتی ہے، جبکہ یہاں نوجوانی کا تعارف ہی عشق کا روگ، ہجر کا غم، او میرے جانی اور مرے بت جیسے الفاظ سے ہو رہا ہے۔ یہ کسی الٰہی مشن کی تیاری نہیں بلکہ ایک عام بلکہ جذباتی نوجوان کی کہانی لگتی ہے۔

مختصر یہ کہ نکتہ نمبر 1 ہمیں یہ دکھاتا ہے کہ مرزا کا آغاز نہ نبوت کے مزاج سے ہوا، نہ اصلاح کے رنگ سے، بلکہ ایک عام عاشق مزاج نوجوان کی طرح ہوا، اور یہی بعد کے دعووں پر پہلا بڑا سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔

عشق کو بیماری اور موت کو علاج کہنا

نکتہ نمبر 2 یہ ہے کہ مرزا کے ان اشعار میں عشق کو ایک روگ اور بیماری کہا گیا ہے، اور اس کی دوا موت کو قرار دیا گیا ہے:

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا
ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے

یہ اندازِ فکر کسی نبی یا مصلح کا نہیں ہو سکتا۔ نبی لوگوں کو زندگی کی طرف بلاتے ہیں، امید دیتے ہیں، حوصلہ دیتے ہیں، اور مشکلات میں جینے کا سلیقہ سکھاتے ہیں۔ یہاں عشق کو ایسی بیماری بتایا جا رہا ہے جس کا علاج صرف مر جانا ہے۔ یہ مایوسی، شکستہ دلی اور جذباتی انتہا پسندی

کی علامت ہے، نہ کہ الٰہی رہنمائی کی۔

یہ شاعری بتاتی ہے کہ شاعر اپنے جذبات کے ہاتھوں مغلوب ہے، عقل اور توازن اس پر حاوی نہیں۔ وہ دکھ کو حکمت اور صبر سے نہیں دیکھ رہا بلکہ اسے فنا اور موت کی طرف موڑ رہا ہے۔ یہ نفسیاتی اور جذباتی کمزوری کی تصویر ہے، نبوت کے وقار اور استقامت کی نہیں۔

مختصر یہ کہ نکتہ نمبر 2 سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام ایک ٹوٹے ہوئے عاشق کا ہے، جو درد کو زندگی کی اصلاح نہیں بلکہ موت کی تمنا میں بدل دیتا ہے، اور یہ مزاج کسی سچے نبی کے مزاج سے میل نہیں کھاتا۔

عشق میں لذت اور مزید لذت کی خواہش

نکتہ نمبر 3 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں عشق کو ایک کھیل اور لذت کی چیز بنا کر پیش کیا گیا ہے، جس میں وہ خود کو مزید مزے لینے کی ترغیب دے رہا ہے:

کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے
تم بھی کہتے تھے کہ اُلفت میں مزا ہوتا ہے

یہ انداز صاف بتاتا ہے کہ یہاں عشق کو اصلاحِ نفس، پاکیزگی یا روحانی بلندی کا ذریعہ نہیں سمجھا جا رہا بلکہ محض جذباتی اور نفسانی لذت کے طور پر لیا جا رہا ہے۔ شاعر اپنے دل سے کہہ رہا ہے کہ ابھی تو تھوڑا مزا ملا ہے، آگے اور مزا ملے گا، یعنی خواہش کو مزید بھڑکایا جا رہا ہے۔

نبی کا مزاج خواہش کو قابو میں رکھنے، نفس کو سدھارنے اور انسان کو خواہشات کے غلام بننے سے بچانے کا ہوتا ہے۔ یہاں الٹا نفس کو اور چھیڑا جا رہا ہے، اسے مزے کی امید دلا کر آگے بڑھایا جا رہا ہے۔ یہ طرزِ فکر ایک عاشق مزاج شاعر کی ہو سکتی ہے، مگر دعوائے نبوت کے وقار اور ذمہ داری سے اس کا کوئی جوڑ نہیں بنتا۔

اس نکتے سے یہ بات اور واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کلام جذباتی اور نفسانی کیفیت کا اظہار

ہے، نہ کہ کسی الٰہی مامور کی زبان، جو انسان کو خواہش سے اوپر اٹھانے آیا ہو۔

ہجر کا غم اور بے قراری

نکتہ نمبر 4 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں محبوب کے ہجر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے جیسے سارا وجود اسی ایک تعلق کے گرد گھوم رہا ہو:

ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے
مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اس کے جانے سے صبر دل سے گیا
ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے

یہاں جدائی کو ایسا صدمہ بتایا جا رہا ہے کہ صبر جاتا رہا، ہوش ختم ہونے لگا، اور آدمی گویا عدم کے گڑھے میں گر گیا۔ یہ کیفیت شدید جذباتی وابستگی اور نفسانی لگاؤ کی علامت ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کی جو اللہ کی رضا اور بندوں کی ہدایت کو اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔

نبی کا کام لوگوں کو صبر، توکل اور مضبوط کردار کی تعلیم دینا ہوتا ہے۔ اگر خود اس کی زبان سے یہ نکلے کہ ایک انسان کی جدائی نے اسے بے ہوش اور بے صبر کر دیا تو یہ نمونۂ تربیت نہیں بلکہ کمزور نفس کی تصویر بن جاتا ہے۔

اس نکتے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام ایک عام عاشق مزاج انسان کے دل کی آواز ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کی جو نبوت جیسے بلند دعوے کے ساتھ انسانیت کی رہنمائی کا ذمہ دار ہو۔

محبوب کی صورت کی فریاد

نکتہ نمبر 5 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں محبوب کی ایک جھلک دیکھنے کی آرزو اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اسے خدا سے مانگنے لگتا ہے:

سبب کوئی خداوندا بنا دے
کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی
بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے

اس کلام میں محبوب کی ملاقات کو زندگی کا سب سے بڑا مقصد بنا دیا گیا ہے، یہاں تک کہ دعا بھی اسی ایک خواہش کے گرد گھوم رہی ہے۔ نبی کی دعا کا مرکز ہدایتِ خلق، اصلاحِ امت اور اللہ کی رضا ہوتی ہے، نہ کہ کسی محبوبہ کی صورت دیکھنے کی تڑپ۔ یہ انداز بتاتا ہے کہ شاعر کا دل نفسانی محبت میں اس قدر الجھا ہوا ہے کہ خدا سے بھی اسی خواہش کی تکمیل مانگ رہا ہے۔ یہ کیفیت کسی داعی، مصلح یا نبی کے شایانِ شان نہیں بلکہ ایک عام عاشق مزاج انسان کی نفسیات کی ترجمانی کرتی ہے۔ اس نکتے سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کلام عشقِ مجازی اور نفسانی وابستگی کا آئینہ دار ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کا جسے آسمانی مشن اور روحانی قیادت کا دعویٰ ہو۔

شور و غوغا کی خواہش

نکتہ نمبر 6 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں صرف وصال یا دید کی خواہش نہیں بلکہ ایک جذباتی ہنگامہ برپا کرنے کی آرزو بھی نظر آتی ہے:

کبھی نکلے گا آخر تنگ ہو کر
دلا اک بار شور و غل مچا دے

یہ مصرعہ بتاتا ہے کہ شاعر کا دل ضبط، وقار اور صبر سے خالی ہو کر جذباتی طوفان چاہتا ہے، یعنی عشق کی آگ میں ایسا شور مچانا کہ اندر کا اضطراب باہر آجائے۔ یہ انداز ایک عام عاشق کی نفسیات تو ہو سکتی ہے مگر کسی مدعیٔ نبوت یا روحانی پیشوا کے شایانِ شان نہیں، کیونکہ نبی کا مزاج وقار، حلم اور ضبطِ نفس کا نمونہ ہوتا ہے، نہ کہ شور، ہیجان اور نفسانی جذبات کا۔ اس نکتے سے

واضح ہوتا ہے کہ یہ شاعری نفس کی بے قراری اور جذباتی بے اعتدالی کی ترجمان ہے، نہ کہ کسی ایسے شخص کی جو لوگوں کو صبر، تقویٰ اور اللہ کی طرف بلانے کا دعویٰ کرے۔

پردہ اور غیرت کا ڈرامائی تصور

نکتہ نمبر 7 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں محبوب کو پردے میں رکھنے اور غیرت جتانے کا ایک ڈرامائی انداز ملتا ہے:

مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

اس شعر میں محبوب کو بت کہہ کر پکارنا، پھر یہ کہنا کہ لوگ اس پر فریفتہ ہو کر کافر ہو گئے، ایک عام عاشقانہ مبالغہ ہے جو جذباتی شاعری میں تو چل سکتا ہے مگر کسی ایسے شخص کے لیے موزوں نہیں جو بعد میں دعویٰ کرے کہ وہ اللہ کی طرف بلانے والا اور دین کا نمائندہ ہے۔ یہاں دین کی دعوت یا اخلاقی اصلاح نہیں بلکہ محبوب کی خوبصورتی پر فخر، لوگوں کی دیوانگی پر ناز اور اپنی غیرت کا اظہار ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کلام نفسانی جذبوں اور عاشقانہ غیرت کا آئینہ دار ہے، نہ کہ اس مزاج کا جو نبوت، زہد، تقویٰ اور لوگوں کو اللہ کی طرف متوجہ کرنے سے تعلق رکھتا ہو۔

دل و ہوش کی غیر یقینی کیفیت

نکتہ نمبر 8 یہ ہے کہ مرزا کے اشعار میں جذبات اور ہوش و شعور کی غیر یقینی کیفیت نمایاں ہے، جیسے:

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی

اس شعر میں شاعر اپنے ہوش اور عقل کی کمی کو بھی جذباتی عاشقانہ طرز میں بیان کر رہا

ہے۔محبوب کی موجودگی یا جدائی میں شاعر کی عقل متاثر ہو جاتی ہے،اور سب کچھ خدا کی قدرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ انداز عام عاشقانہ شاعری کا حصہ ہو سکتا ہے، مگر نبی کے لیے یہ نہایت غیر موزوں ہے، کیونکہ نبی کی شان میں ہوش و فراست اور اخلاقی اعتدال ضروری ہیں۔

یہاں مرزا کی شاعری واضح کرتی ہے کہ جذباتی ہلچل اور ذاتی محبت کے زیر اثر اُس کی فکر اور بیان غالب ہیں، جو نبوت کے شایان شان نہیں۔

محبوب کے لیے خدائی رضا کی تاویل

نکتہ نمبر 9 میں مرزا اپنے اشعار میں محبوب کی رضا اور ناپسندیدگی کو براہِ راست اللہ کی رضا سے جوڑتا ہے، جیسے:

رضا مندی خدا کی مدعا کر

یہاں شاعر اپنے ذاتی عاشقانہ خواہشات کو خدائی تقدیر کے قالب میں پیش کر رہا ہے۔ یعنی محبوب کی رضامندی یا انکار کو اللہ کی رضا کے ساتھ جوڑ کر بیان کر رہا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی اور جسمانی جذبات کو مذہبی و خدائی رنگ دے کر پیش کیا جا رہا ہے۔

نبوت اور الہامی شخصیت کے لیے یہ انتہائی غیر مناسب ہے، کیونکہ نبی کی زندگی اور بیان میں ذاتی جنسی یا عاشقانہ خواہشات کو خدائی ارادے کے ساتھ ملا کر پیش نہیں کیا جاتا۔ یہاں مرزا کی شاعری واضح طور پر ذاتی شہوانی رجحانات کو مذہبی حیثیت دینے کی کوشش ہے، جو اس کی کذب و دجالیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

ذاتی راز اور عشق کا خدائی بہانہ

نکتہ نمبر 10 میں مرزا اپنے اشعار میں ذاتی راز اور دلی جذبات کو بھی خدا کے حکم سے جوڑ کر پیش کرتا ہے، جیسے:

دل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں

کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا

یہاں شاعر اپنے اندرونی شہوانی یا عاشقانہ کشمکش کو خدائی حکم یا الہام کے ساتھ جوڑ کر اسے جواز دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ یہ ایک قسم کی فریب کاری ہے، کیونکہ حقیقی الہامی شخصیت میں ذاتی جذبات یا خواہشات کو خدا کی مرضی کے ساتھ ملا کر پیش نہیں کیا جاتا۔

لہٰذا یہ نکتہ بھی مرزا کی شاعری کے فریب، ذاتی شہوانی رجحانات، اور دعویٰ نبوت کے متصادم رویے کی واضح دلیل ہے۔

مرزا قادیانی کا شاعرانہ رویہ اور نبی کی صفات

سابقہ تمام نکات اور حوالہ جات کو مدنظر رکھتے ہوئے واضح طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ:

1. نبی کی صفات میں طہارت، عصمت، اور اخلاقی بلندی لازمی ہیں۔ قرآن و حدیث میں بارہا واضح کیا گیا ہے کہ نبی اپنے جذبات، خواہشات، اور خواہشات نفس کو اللہ کے حکم کے سوا نہیں چلنے دیتے۔ نبی شاعر یا عاشقانہ جنسی جذبات کے قائل یا اس کے اظہار میں مبتلا نہیں ہوتے۔

2. مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نوجوانی اور شادی کے وقت جسمانی کمزوری، نامردی، اور متعدد امراض کے باوجود عاشقانہ اور بیہودہ شاعری کی، جس میں شہوانی محبت، طوائفوں کے ساتھ تعلقات، اور ذاتی جذبات کی کھلی عکاسی موجود ہے۔

3. اس نے فرخ تخلص اختیار کیا اور ایسے اشعار تخلیق کیے جن میں عشق، شہوت، اور ذاتی خواہشات کو مقدس یا الہامی رنگ دینے کی کوشش کی گئی۔ یہ رویہ نہ صرف اخلاقی لحاظ سے ناپسندیدہ ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق نبی کے لئے نامناسب اور ناقابل قبول ہے۔

4. تاریخی حوالہ جات اور خود مرزا کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لاہور کے ساغر

صدیقی یا دیگر ناکام عاشقوں کی طرح گلیوں، محافل، اور طوائفوں کے کوٹھوں میں گھومتا رہا، اپنی جذباتی اور جسمانی خواہشات کو شاعرانہ انداز میں بیان کرتا رہا، اور اپنی ذاتی کمزوریوں اور نامردی کو خدا کے حکم یا الہام کے ساتھ جوڑ کر پیش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔

نتیجہ:

نبی اپنے اخلاق، کردار اور اعمال سے امت کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ جو شہوانی خواہشات اور ذاتی جذبات کو شاعری یا طوائفوں کی محافل میں ظاہر کرتے ہیں، اللہ کے نبی کے صفات کے مطابق نہیں ہو سکتے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ رویہ واضح کرتا ہے کہ وہ نہ صرف دعوئ نبوت کے لحاظ سے مشکوک ہیں بلکہ ان کا اخلاق اور کردار بھی نبی کی صفات کے بالکل برعکس ہے۔

لہٰذا قرآن وحدیث کی روشنی میں، کوئی نبی ایسی زندگی نہیں گزارتا اور نہ ایسے بیہودہ و عاشقانہ رویے رکھتا۔ مرزا قادیانی کی یہ شاعری اور ذاتی رویہ اس کی دعوئ نبوت کی بے بنیادی اور جھوٹ کو واضح کرتا ہے۔

دیوان فرخ قادیانی

خاکسار عرض کرتا ہے شیخ یعقوب علی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اپنے والد صاحب کو مندرجہ ذیل خط لکھا تھا۔

حضرت والد مخدوم من سلامت ! مراسم غلامانہ وقواعد فدویانہ بجاآوردہ معروض حضرت والا میکند چونکہ در میں ایام برای العین می بینم و چشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک و بلاد ہر سال چناں وبائے می

افتد که دوستان را از دوستان و خویشان را از خویشان جدا میکند و هیچ سالے نہ می بینم که ایں نائزہ عظیم و چنیں حادثہ الیم در آن سال شور قیامت نیگفتند - نظر بر آن دل از دنیا سرد شدہ و رواز خوف جان زرد۔ واکثر ایں دو مصرع مصلح الدین سعدی شیرازی بیاد می آیند و اشک حسرت ریختہ می شود مکن تکیہ بر عمرنا پائیدار مباش ایمن از بازی روزگار و نیز این دو مصرع ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل میشود بدنیائے دوں دل مبند اے جواں کہ وقت اجل میرسد ناگہاں لہذا میخواہم کہ بقیہ عمر در گوشتہ تنہائی نشینیم و دامن از صحبت مردم چینم و بیادا وسبحانہ مشغول شوم مگر گذشتہ را عذرے و مافات را تدار کے شود۔ عمر بگذشت و نماند است جزآیامی چند بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند کہ دنیارا اساسے محکم نیست و زندگی را اعتبارے نے وَاَیِسَ مَنْ خَافَ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ آفَتِ غَیْرِہٖ والسلام

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے یہ روایت کہاں سے لی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرزا سلطان احمد صاحب نے مجھے چند پرانے کاغذات دیئے تھے جن میں سے حضرت کی یہ تحریر کی تھی لیکن خاکسار کی رائے میں اگر حضرت صاحب کی صرف تحریر ملی ہے تو اس سے یہ استدلال ضروری نہیں ہوتا کہ آپ نے یہ خط اپنے والد صاحب کے پیش بھی کیا تھا بلکہ خط کے نیچے دستخط اور تاریخ کا نہ ہونا اس شبہ کو قوی کرتا ہے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 235،235، روایت نمبر 261)

آیئے! اس حوالے کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے فارسی عبارت کا اردو ترجمہ پیش کرتا ہوں، پھر دیوان فرخ قادیانی اور اس کے معنوی و تاریخی پہلو پر تفصیلی کلام کرتے ہیں۔

اردو ترجمہ فارسی عبارت:

"حضرت والد مخدوم، آپ سلامت رہیں! غلامانہ مراسم اور فرائض میں جو گزارش آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے، وہ شاید بجا نہ لائی گئی ہو، لیکن میں نے اپنے آنکھوں سے یہ دیکھا ہے اور نظر سے مشاہدہ کیا ہے کہ ہر ملک و ہر علاقے میں ہر سال ایسی وبائیں آتی ہیں جو دوستوں کو دوستوں سے اور رشتہ داروں کو رشتہ داروں سے جدا کر دیتی ہیں، اور کوئی سال ایسا نہیں گزرا کہ اس بڑے المیہ اور دردناک حادثے پر قیامت کی شور و غوغا نہ کی گئی ہو۔ اس دل پر نظر ڈالیں، دنیا سے سرد ہو چکی ہے اور جان خوف سے زرد ہوگئی ہے۔ اکثر مجھے مصلح الدین سعدی شیرازی کے یہ دو مصرع یاد آجاتے ہیں اور اشک حسرت بہہ جاتے ہیں:

"مکن تکیہ بر عمر ناپایدار مباش ایمن از بازی روزگار"

اور پھر دیوان فرخ قادیانی کے یہ دو مصرع دل کی جراح پر نمک چھڑکتے ہیں:

''بدنیائے دون دل مبند اے جوان کہ وقت اجل رسد ناگہاں''

لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ باقی عمر تنہائی میں گزاروں اور لوگوں کی صحبت سے دور رہوں اور یاد و ذکر و سبحان اللہ میں مشغول رہوں، تاکہ ماضی کی خطائیں اور نقصان کی تلافی ہو سکے۔ عمر گزر چکی ہے اور کچھ باقی نہیں رہا، سو بہتر ہے کہ چند صبحیں کسی کے یاد میں گزاروں اور چند شامیں دنیا کی بنیادوں پر نہ ٹکا رہوں، کیونکہ زندگی کا اعتبار کچھ نہیں اور دنیا کی بنیاد بھی مضبوط نہیں، اور وہی پُرسکون ہے جو اپنی جان پر غیر کے آفت سے خوف نہ کرے۔ والسلام۔''

دیوان فرخ قادیانی کا تفصیلی بیان

۱۔مجموعہ اور دور:

دیوان فرخ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کے پرانے کلام کا مجموعہ ہے، جس میں فارسی اور بعض جگہ اردو کے اشعار شامل ہیں۔ اس دیوان کا زیادہ تر مواد اس کی نوجوانی اور ابتدائی دور کی شاعری کا ہے، جب وہ اپنی ذاتی کیفیت اور جذبات کو شاعری میں ظاہر کرتا تھا۔

۲۔اسلوب اور موضوعات:

زیادہ تر اشعار میں عشق و محبت، تنہائی، دنیا کی فانی نوعیت، اور مرگ و اجل کا ذکر ملتا ہے۔

دیوان میں ذاتی جذبات، احساس کمتری، اور مایوسی کی جھلک واضح ہے، جیسا کہ مذکورہ خط میں دکھائی دیتا ہے۔

بعض اشعار تنہائی، مراقبہ اور روحانی تفکر کی طرف اشارہ کرتے ہیں، لیکن اس کا ادبی اسلوب زیادہ تر خود غرض اور جذباتی ہے۔

۳. عاشقانہ اور خود غرضانہ شاعری:

مرزا قادیانی کی شاعری میں اپنے جذبات کی بھرپور عکاسی ہے۔ نوجوانی میں وہ اپنی محبت اور عشق کی کیفیت کو شاعری میں ظاہر کرتا رہا۔ اس دور میں اس نے اپنے تخلص "فرخ" کے ساتھ شاعری کی، جس میں بعض جگہ عاشقانہ جذبات اور دنیا کی ناپائیداری کا ذکر ہے۔

۴. دینی اور روحانی تناظر:

دیوان میں روحانیت اور دینی اصطلاحات بھی استعمال ہوئی ہیں، لیکن یہ زیادہ تر ذاتی تجربے اور جذبات کی عکاسی ہیں۔

خطوط اور اشعار میں اللہ کی قدرت اور زندگی کی فانی نوعیت کا ذکر ملتا ہے، مگر یہ شاعری اور دعویٰ نبوت کے درمیان فرق واضح نہیں کرتی۔

۵. اہمیت اور حوالہ جات:

یہ دیوان ہمیں مرزا قادیانی کی ذاتی نفسیاتی کیفیت، جذبات، اور جوانی کے تجربات سے آگاہ کرتا ہے۔

خطوط اور اشعار کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے نوجوانی میں جذبات اور عشق کو شاعری میں ڈھالا، اور اس کے اسلوب میں بعض جگہ خود غرضی اور مبالغہ پائی جاتی ہے۔

فرخ تخلص

بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ والد صاحب اردو اور فارسی کے شعر کہا کرتے تھے اور فرخ تخلص کرتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 200 روایت نمبر 194)

مرزا قادیانی کا تخلص "فرخ" اور شاعری کا پس منظر

یہ نکتہ اس لیے اہم ہے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے شاعری کو نہ صرف ذاتی اظہار کے لیے استعمال کیا بلکہ ایک مخصوص تخلص کے ساتھ اپنی شاعری کی ایک پہچان بھی بنائی۔ نوجوانی میں عشق و محبت، تنہائی اور دنیا کی فانی نوعیت پر مبنی ان کے اشعار اکثر خودغرضانہ اور جذباتی تھے، جو اس کے کاذب نبوت کے دعوے کے تناظر میں دینی و اخلاقی تنقید کا حصہ بنتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ "فرخ" تخلص کے ساتھ اس کے اشعار کو تاریخی اور تنقیدی مطالعے میں شامل کیا جاتا ہے، تاکہ مرزا قادیانی کی شخصیت کے متعدد پہلو، جیسے عاشقانہ اور جذباتی شاعری، علمی اور روحانی دعوے، ایک ساتھ سامنے آئیں۔

رسالہ "مرزا قادیانی مسیح شاعر" کا خلاصہ

اس رسالے میں ثابت کیا گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی، جو خود کو نبی اور مسیح کہلوانے کا دعویٰ کرتا تھا، نوجوانی اور بعد کے دور میں نہ صرف بے حیائی اور اخلاقی گراوٹ میں مبتلا رہا بلکہ اپنی شاعری کے ذریعے اس فحش اور عاشقانہ رجحان کو ظاہر کرتا رہا۔ اس نے فرخ تخلص کے ساتھ نہ صرف عشقیہ اور فحش اشعار کہے بلکہ طوائفوں کے کوٹھے پر جانا، حرام محافل اور مجرے دیکھنا، شراب نوشی اور زناکاری جیسے اعمال میں ملوث رہا۔ یہ سب اعمال اور شاعری واضح کرتے ہیں کہ نبی کو یہ سب گندی عادات، بے حیائی اور فحش مزاجی سے پاک ہونا ضروری ہے جیسا کہ قرآن و حدیث میں ثابت ہے، اور مرزا قادیانی کا یہ رویہ اس کے کذب و دجالی دعوے اور نبوت کے دعوے کے باطل ہونے کا پختہ ثبوت ہے۔ اس رسالے کے حوالہ جات اور تنقیدی جائزے نے نہ صرف اس کے شاعری کے بیہودہ اور فحش پہلو کو عیاں کیا بلکہ اس کے اخلاقی اور روحانی زوال کو بھی واضح طور پر پیش کیا۔

نوٹ برائے حوالہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی مذکورہ اخلاقی وفحش کرتوتیں، شراب نوشی، زنا کاری، طوائفوں کے کوٹھے پر جانا، اور گندی شاعری کے اعمال ہماری دو کتابوں میں تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ان کے مکمل واقعات اور حوالہ جات کے لیے قارئین ملاحظہ فرمائیں:

پہلی کتاب «مرزا قادیانی چوہڑہ» اور دوسری کتاب «مرزا قادیانی اِن ہیرا منڈی». یہ دونوں کتابیں اس مدعی نبوت کی بے حیائی اور اخلاقی زوال کو مستند حوالہ جات کے ساتھ آشکار کرتی ہیں۔

ایک بدکار عورت کو خوف ہوتا تھا کہ اگر وہ فحش پیشہ اختیار کرے گی تو اسے قانون دکھائی کی سخت آزمائش بھی برداشت کرنی پڑے گی۔ بہت سی عورتیں اسی خوف کی وجہ سے اپنی زندگی خراب کرنے سے بچ رہتی تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ دکھائی کا طریق بند ہے۔ مرض آتشک کے ادویات کے اشتہارات کثرت سے شائع ہوتے ہیں۔ جو اس امر کا کافی ثبوت ہیں کہ ملک میں مرض آتشک بہت پھیلا ہوا ہے اول تو ہمیں اس خراب فرقہ کے وجود سے ہی سخت اختلاف ہے مگر ایسے زمانہ میں جبکہ اخلاق اور مذہب کی سخت کمزوری ہو رہی ہے یہ امید کرنا فضول ہے کہ یہ شیطانی فرقہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ ان کے لئے کوئی ایسا قانون بنایا جائے جس سے یہ اخلاق اور مذہب کو بگاڑنے کے علاوہ عوام کی صحت کو ہمیشہ کے لئے خراب کرنے کے قابل نہ رہ سکیں اور وہ قانون صرف قانون دکھائی ہی ہے۔ ہم نہایت شکرگزار ہوں گے اگر دوبارہ ہند میں قانون دکھائی جاری کیا جاوے گا۔ مگر یہ شرط ضرور ساتھ ہے کہ گورہ لوگوں کے لئے یورپین رنڈیاں بہم پہنچائی جاویں۔ یقین ہے کہ گورنمنٹ ہند اور معزز ہمعصران اس معاملہ پر ضرور توجہ اور غور فرماویں گے۔

جن کو رسم نیوگ پیاری ہے — دین و دنیا میں ان کی خواری ہے
جس کے دیں میں ہے ایسی بے شرمی — عقل و تہذیب سے وہ عاری ہے
جن کو آتی نہیں نیوگ سے عار — ان کی شیطان نے عقل ماری ہے
بید کی کھل گئی حقیقت کل — اب تو ناحق کی پردہ داری ہے
جس کے باعث یہ گندگی پھیلی — وہ تو اک خبث کی پٹاری ہے
دوسرا بیاہ کیوں حرام نہ ہو — جبکہ رسم **نیوگ** جاری ہے
کیوں نہ پوشیدہ ہو نیوگ کی رسم — اس کے اظہار میں تو خواری ہے
چپکے چپکے حرام کروانا — آریوں کا **اصول** بھاری ہے
آد سے یہ خبیث اور بد رسم — بید کے خادموں میں ساری ہے

زن بیگانہ پر یہ شیدا ہیں	جس کو دیکھو وہی **شکاری** ہے
لائق سوختن ہیں ان کے مرد	ان کی ناری ہر ایک ناری ہے
واہ وا کیا دھرم ہے کیا **ایمان**	جس میں واجب **حرام کاری** ہے
آریو ! دل میں غور سے سوچو	**شرم** و **غیرت** کہاں تمہاری ہے
جس کو کہتے ہیں آریوں میں نیوگ	ناک کے کاٹنے کی آری ہے
کچھ نہیں سوچتے یہ دشمن شرم	کہ یہ پوشیدہ ایک یاری ہے
مرتکب اس کا ہے بڑا دیوث	اعتقاد اس پہ بدشعاری ہے
غیر مردوں سے مانگنا نطفہ	**سخت خبث** اور نابکاری ہے
غیر کے ساتھ جو کہ سوتی ہے	وہ نہ بیوی زن بزاری ہے
ہے وہ چنڈال دشٹ اور پاپی	جفت اس کی کوئی چماری ہے
ہیں کروڑوں نیوگ کے بچے	آریہ دیس میں یہ خواری ہے
ایسی اولاد پر خدا کی مار	یہ نہ اولاد قہر باری ہے
نام اولاد کے حصول کا ہے	ساری شہوت کی بیقراری ہے
بیٹا بیٹا پکارتی ہے غلط	یار کی اس کو آہ و زاری ہے
دس سے کرواچکی زنا لیکن	پاک دامن ابھی بچاری ہے
لالہ صاحب بھی کیسے احمق ہیں	ان کی لالی نے عقل ماری ہے
گھر میں لاتے ہیں اس کے یارونکو	ایسی جورو کی پاسداری ہے
اس کے یاروں کو دیکھنے کے لئے	سر بازار ان کی باری ہے
جورو جی پر فدا ہیں یہ جی سے	وہ نیوگی پہ اپنے واری ہے
شرم و غیرت ذرا نہیں باقی	کس قدر ان میں بُردباری ہے
ہے قوی مرد کی تلاش انہیں	خوب جورو کی حق گذاری ہے

تا کہ کروائیں پھر اسے گندی پاک ہونے کی انتظاری ہے
یعنی حیض سے پاک ہونے کی انتظاری ہے
خاک میں ملتے ہیں پسر کے لئے کیا مزاجوں میں خاکساری ہے
قابل شرم بھیک لیتے ہیں بھیک کی رسم یہ نیاری ہے
گھر بہ گھر ہیں نیوگ کے چرچے نہ حیا ہے نہ شرمساری ہے
گو زمانہ میں روشنی پھیلی ان پہ اندھیرا اب بھی طاری ہے
کیا کریں وید کا یہی ہے حکم ترک کرنا گناہ گاری ہے

ہے یہ قرآن کی دشمنی کا وبال
بالیقین رائے یہ ہماری ہے

بعض آریہ اپنے تئیں نہایت منصف مزاج ظاہر کر کے کہا کرتے ہیں کہ درحقیقت ہم بھی نیوگ کو نہایت ناپاکی کا طریق سمجھتے ہیں اور جیسا کہ لوگ خیال کرتے ہیں ہم دیانند کی ساری باتوں کے پیرو نہیں یہ صرف دیانند کا خیال ہے اور وید مقدس کا دامن اس سے پاک ہے۔ بھلا یہ ممکن ہے کہ کوئی بھلا مانس ایسی گندی حرکت کرے اور اگر وید میں یہ گندی تعلیم ہوتی تو بڑے بڑے وِدّیادان کیونکر اس کو مانتے۔ اور نیز اگر وید میں ایسی گندی تعلیم ہوتی تو عمدہ تعلیمیں کیونکر اس میں درج ہوسکتیں۔ سو ان صاحبوں کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ دیانند کی واقفیت آپ لوگوں کی واقفیت سے بہت زیادہ تھی اور وہ بھی آپ لوگوں کی طرح وید کے لئے غیرت رکھتا تھا۔ پس اگر وید میں یہ مسئلہ یقینی اور واقعی طور پر نہ ہوتا تو وہ دانستہ ایسا کلنگ وید پر ہرگز نہ لگاتا بلکہ اگر اس کیلئے ممکن ہوتا تو وہ آپ لوگوں سے ہزار حصہ زیادہ کوشش کرتا کہ تا یہ گندی تعلیم وید کی ظاہر نہ ہو۔ اب خود سوچنا چاہئے کہ دیانند کو کیا کچھ مشکلات پیش آئے اور خدا جانے کس قدر صراحت سے اور کھلے کھلے طور پر نیوگ کی تعلیم اس نے وید میں دیکھی جس کو وہ کسی حیلہ اور تدبیر سے چھپا نہ سکا آخر اس کو اقرار کرنا ہی پڑا اور اس بات پر جم گیا کہ خیر نیوگ میں کچھ مضائقہ نہیں۔

جان کے قادیان تشریف لانے سے پہلے زمانہ سے تعلق رکھتا ہے۔)

﴿226﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے کہ دادا صاحب نے طب کا علم حافظ روح اللہ صاحب باغبانپورہ لاہور سے سیکھا تھا۔ اسکے بعد دہلی جا کر تکمیل کی تھی۔

﴿227﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ دادا صاحب کی ایک لائبریری تھی جو بڑے بڑے پٹاروں میں رہتی تھی۔ اور اس میں بعض کتابیں ہمارے خاندان کی تاریخ کے متعلق بھی تھیں۔ میری عادت تھی کہ میں دادا صاحب اور والد صاحب کی کتابیں وغیرہ چوری نکال کر لے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ والد صاحب اور دادا صاحب بعض وقت کہا کرتے تھے کہ ہماری کتابوں کو یہ ایک چوہا لگ گیا ہے۔

﴿228﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ مرزا سلطان احمد صاحب سے مجھے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک شعروں کی کاپی ملی ہے جو بہت پرانی معلوم ہوتی ہے۔ غالبًا نوجوانی کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کے اپنے خط میں ہے جسے میں پہچانتا ہوں۔ بعض بعض شعر بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

عشق کا روگ ہے کیا پوچھتے ہو اس کی دوا — ایسے بیمار کا مرنا ہی دوا ہوتا ہے
کچھ مزا پایا مرے دل! ابھی کچھ پاؤ گے — تم بھی کہتے تھے کہ الفت میں مزا ہوتا ہے
ہائے کیوں ہجر کے الم میں پڑے — مفت بیٹھے بٹھائے غم میں پڑے
اسکے جانے سے صبر دل سے گیا — ہوش بھی ورطۂ عدم میں پڑے
سبب کوئی خداوندا بنا دے — کسی صورت سے وہ صورت دکھا دے
کرم فرما کے آ او میرے جانی — بہت روئے ہیں اب ہم کو ہنسا دے
کبھی نکلے گا آخر تنگ ہوکر — دلا اک بار شور و غل مچا دے
نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی — سمجھ ایسی ہوئی قدرت خدا کی
مرے بت! اب سے پردہ میں رہو تم — کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

نہیں منظور تھی گر تم کو اُلفت تو یہ مجھ کو بھی جتلایا تو ہوتا
مری دلسوزیوں سے بے خبر ہو مرا کچھ بھید بھی پایا تو ہوتا
دل اپنا اسکو دوں یا ہوش یا جاں کوئی اک حکم فرمایا تو ہوتا
کوئی راضی ہو یا ناراض ہو وے رضامندی خدا کی مدعا کر

اس کاپی میں کئی شعر ناقص ہیں یعنی بعض جگہ مصرع اول موجود ہے مگر دوسرا نہیں ہے اور بعض جگہ دوسرا ہے مگر پہلا ندارد۔ بعض اشعار نظر ثانی کیلئے بھی چھوڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اور کئی جگہ فرخ تخلص استعمال کیا ہے۔

﴿229﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ تایا صاحب کی شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی تھی اور کئی دن تک جشن رہا تھا اور ۲۲ طائفے ارباب نشاط کے جمع تھے مگر والد صاحب کی شادی نہایت سادہ ہوئی تھی۔ اور کسی قسم کی خلاف شریعت رسوم نہیں ہوئیں۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ بھی تصرف الٰہی تھا ورنہ دادا صاحب کو دونوں بیٹے ایک سے تھے۔ (نیز یہ طائفے ان لوگوں کی وجہ سے آئے ہوں گے جو ایسے تماشوں میں دلچسپی رکھتے ہیں ورنہ خود دادا صاحب کو ایسی باتوں میں شغف نہیں تھا۔)

﴿230﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ ہماری دادی صاحبہ بڑی مہمان نواز۔ سخی اور غریب پرور تھیں۔

﴿231﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ میں نے سنا ہوا ہے کہ ایک دفعہ والد صاحب سیشن عدالت میں اسیسر مقرر ہوئے تھے مگر آپ نے انکار کر دیا۔ (اس جگہ دیکھو روایت نمبر ۳۱۳)

﴿232﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے کہ آخری عمر میں دادا صاحب نے ایک مسجد تعمیر کروانے کا ارادہ کیا اور اسکے لئے موجودہ

صاحب ایم۔اے، کہ دادا صاحب ہمارے تایا مرزا غلام قادر صاحب کو کرسی دیتے تھے۔یعنی جب وہ دادا صاحب کے پاس جاتے تو وہ ان کو کرسی پر بٹھاتے تھے لیکن والد صاحب جا کر خود ہی نیچے صف کے اوپر بیٹھ جاتے تھے۔کبھی دادا صاحب ان کو اوپر بیٹھنے کو کہتے تو والد صاحب کہتے کہ میں اچھا بیٹھا ہوں۔

﴿193﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے، کہ والد صاحب کا دستور تھا کہ سارا دن الگ بیٹھے پڑھتے رہتے تھے۔اور ارد گرد کتابوں کا ڈھیر لگا رہتا تھا۔شام کو پہاڑی دروازے یعنی شمال کی طرف یا مشرق کی طرف سیر کرنے جایا کرتے تھے۔

﴿194﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے، کہ والد صاحب اردو اور فارسی کے شعر کہا کرتے تھے اور فرخ تخلص کرتے تھے۔

﴿195﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے، کہ والد صاحب دادا صاحب کی کمال تابعداری کرتے تھے۔افسروں وغیرہ کے ملنے کو خود طبیعت ناپسند کرتی تھی۔لیکن دادا صاحب کے حکم سے کبھی کبھی چلے جاتے تھے۔

﴿196﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے، کہ میں نے مرزا سلطان احمد صاحب سے پوچھا کہ حضرت صاحب کے ابتدائی حالات اور عادات کے متعلق آپ کو جو علم ہو وہ بتائیں تو انہوں نے جواب دیا کہ والد صاحب ہر وقت دین کے کام میں لگے رہتے تھے۔گھر والے اُن پر پورا اعتماد کرتے تھے۔گاؤں والوں کو بھی اُن پر پورا اعتبار تھا۔شریک جو ویسے مخالف تھے۔اُن کی نیکی کے اتنے قائل تھے کہ جھگڑوں میں کہہ دیتے تھے کہ جو کچھ یہ کہہ دیں گے ہم کو منظور ہے۔ہر شخص اُن کو امین جانتا تھا۔مولوی صاحب کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ کچھ اور بتائیے۔مرزا صاحب نے کہا اور بس یہی ہے کہ والد صاحب نے اپنی عمر ایک مغل کے طور پر نہیں گزاری بلکہ فقیر کے طور پر گزاری۔اور مرزا صاحب نے اسے بار بار دہرایا۔مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے دریافت کیا کہ کیا حضرت صاحب کبھی کسی پر ناراض بھی ہوتے تھے؟ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اُن کی ناراضگی بھی صرف دینی معاملات میں ہوتی تھی۔بعض

رائیگاں گیا مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے اسکے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے پس یہ خیال ہے جو مجھے آجکل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔

﴿259﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی شہادت کی خبر آئی تو ایک طرف تو حضرت صاحب کو سخت صدمہ پہنچا کہ ایک مخلص دوست جدا ہو گیا اور دوسری طرف آپکو پرلے درجہ کی خوشی ہوئی کہ آپ کے متبعین میں سے ایک شخص نے ایمان و اخلاص کا یہ اعلیٰ نمونہ دکھایا کہ سخت سے سخت دکھ اور مصائب جھیلے اور بالآخر جان دیدی مگر ایمان کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

﴿260﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ بیان کیا مجھ سے مولوی شیر علی صاحب نے کہ جس وقت مولوی عبداللطیف صاحب واپس کابل جانے لگے تو وہ کہتے تھے کہ میرا دل یہ کہتا ہے کہ میں اب زندہ نہیں رہوں گا۔ میری موت آن پہنچی ہے اور وہ حضرت صاحب کی اس ملاقات کو آخری ملاقات سمجھتے تھے۔ جب رخصت ہونے لگے اور حضرت صاحب ان کو آگے چھوڑنے کیلئے کچھ دور تشریف لے گئے تو وہ رخصت ہوتے ہوئے حضرت صاحب کے قدموں پر گر گئے اور زار زار روئے۔ حضرت صاحب نے ان کو اُٹھنے کیلئے کہا اور فرمایا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے مگر وہ آپ کے قدموں پر گرے رہے آخر آپ نے فرمایا **اَلْاَمْرُ فَوْقَ الْاَدَبِ** اس پر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی حسرت کے ساتھ حضرت صاحب سے رخصت ہوئے۔ (خاکسار عرض کرتا ہے کہ ان دنوں میں چونکہ قادیان میں ریل نہیں آئی تھی۔ آمد و رفت کے لئے بٹالہ اور قادیان کے درمیان کا کچا رستہ استعمال ہوتا تھا۔ اور حضرت صاحب بعض خاص خاص دوستوں کو رخصت کرنے کے لئے اسی راستہ کے موڑ تک یا بعض اوقات نہر تک پیدل چلے جاتے تھے۔)

﴿261﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم**۔ خاکسار عرض کرتا ہے شیخ یعقوب علی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت صاحب نے اپنے والد صاحب کو مندرجہ ذیل خط لکھا تھا۔

''حضرت والد مخدوم من سلامت ! مراسم غلامانہ وقواعد فدویانہ بجا آوردہ معروض حضرت والا میکند چونکہ دریں ایام برأی العین می بینم وبچشم سر مشاہدہ میکنم کہ در ہمہ ممالک وبلاد ہر سال چناں وبائے مے افتد کہ دوستاں رااز دوستاں وخویشاں رااز خویشاں جدا میکند و ہیچ سالے نہ می بینم کہ ایں نائرہ عظیم وچنیں حادثہ الیم درآں سال شور قیامت نیگفند۔نظر برآں دل از دنیا سرد شدہ ورو از خوف جان زرد۔واکثر ایں دو مصرع مصلح الدین سعدیؒ شیرازی بیادمی آیند واشک حسرت ریختہ مے شود ؎

مکن تکیہ بر عمرنا پائیدار　　　　مباش ایمن از بازیٔ روز گار

ونیز ایں دو مصرع ثانی از دیوان فرخ قادیانی نمک پاش جراحت دل میشود ؎

بدنیائے دوں دل مبند اے جواں　　　　کہ وقتِ اجل میرسد ناگہاں

لہٰذا میخواہم کہ بقیہ عمر در گوشۂ تنہائی نشینم ودامن از صحبت مردم بچینم وبیاد او سبحانہ مشغول شوم مگر گذشتہ راعذرے ومافات را تدارکے شود ؎

عمر بگذشت ونمانداست جز ایامے چند　　　　بہ کہ در یاد کسے صبح کنم شامے چند

کہ دنیاراا ساسے محکم نیست وزندگی رااعتبارے نے وَاَیِسَ مَنْ خَافَ عَلٰی نَفْسِہٖ مِنْ آفَتِ غَیْرِہٖ والسلام

خاکسار عرض کرتا ہے کہ میں نے شیخ صاحب سے دریافت کیا تھا کہ آپ نے یہ روایت کہاں سے لی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرزا سلطان احمدؐ صاحب نے مجھے چند پرانے کاغذات دیئے تھے جن میں سے حضرت کی یہ تحریر نکلی تھی۔لیکن خاکسار کی رائے میں اگر حضرت صاحب کی صرف تحریر ملی ہے تو اس سے یہ استدلال ضروری نہیں ہوتا کہ آپ نے یہ خط اپنے والد صاحب کے پیش بھی کیا تھا بلکہ خط کے نیچے دستخط اور تاریخ کا نہ ہونا اس شبہ کو قوی کرتا ہے۔

﴿262﴾ **بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم**۔بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت صاحب کی دائی کا نام لاڈو تھا اور وہ ہاکونا کو بروالوں کی ماں تھی۔جب میں نے اسے دیکھا تھا تو وہ بہت بوڑھی ہو چکی تھی۔مرزا

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20، 30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقہ جاریہ میں حصہ لیں۔آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے:(00923247448814)اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔


+923247448814

ہماری دیگر کتب کی فہرست

قادیانی توحید

قادیانی کلمہ

قادیانی کذاب

مرزا قادیانی کے 200 جھوٹ

مرزا قادیانی کی بیان کردہ ضعیف احادیث

مرزا قادیانی چوہڑہ

عقیدہ ختم نبوت

معراج جسمانی (قادیانی اعتراضات کے جوابات)

قادیانی کرتوتیں

قادیانی عقیدہ اجرائے نبوت

عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام

قادیانی عقیدہ وفاتِ مسیح علیہ السلام

عقیدہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

قادیان کا جعلی امام مہدی

مرزا قادیانی مسیح بیماری

مرزا قادیانی کتی دا بچہ

مرزا قادیانی زانی

مرزا قادیانی شرابی

مرزا قادیانی ٹھرکی

مرزا قادیانی حرامی

مرزا قادیانی مسیح گالی باز

زانی ابن زانی (مرزے کا بیٹا بشیر)

مرزا قادیانی دیوث

مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر

مرزا قادیانی سدومی

مرزا قادیانی مسیح ٹھگ

مرزا قادیانی مسیح افیمی

مرزا قادیانی نامرد

بندروں سوروں کی جماعت احمدیہ

قادیانی نماز

قادیانی مرزا کی مقعد کے چمونے

قادیانی فرشتے

قادیانی فرقے

قادیانیوں کی پہچان

قادیانی مسیح اِن ہیرا منڈی

مرزا قادیانی چور

مرزا قادیانی ابو دارس

مرزا قادیانی مراقی

مرزا قادیانی کی پیدائش

قاضی یار محمد قادیانی کے کارنامے

ان تمام کتب کے حصول کے لیے ہمارے وٹس ایپ پر رابطہ کریں۔

مرزا قادیانی محمدی بیگم کی حیض والی شلوار منگوا کر سونگھتا رہا



مرزا قادیانی

مسیح سونگھن سنگھ

مفتی سید مبشر رضا قادری

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح تھوشن سنگھ

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی مسیح سُوتھن سنگھ

تاریخِ قادیانیت میں محمدی بیگم کا واقعہ ایک منہ زور مگر المناک داستان کے طور پر رقم ہے جسے ہم نے تفصیل سے دیکھا ہے۔ یہ وہ واقعہ ہے جس نے نہ صرف مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوے اور شخصی مزاج کا اصل چہرہ بے نقاب کیا بلکہ اس جماعت کے عقائد میں موجود تضادات اور بے ثباتی کو بھی سامنے رکھا۔

محمدی بیگم کا واقعہ، عشق سے الہام تک

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے بیوی حرمت بی بی کے بعد محمدی بیگم کی طرف کشش محسوس کی، جو دراصل ان کے ماموں زاد بھائی کی بیٹی تھی یعنی خاندانی طور پر کہیں نہ کہیں وہ اپنے خون کے تعلق میں تھی۔

یہ کشش دراصل عشقیہ اور نفسیاتی نوعیت کی تھی، جو بعد میں اس نے الٰہی الہام کا نام دے دیا۔ قادیانی دستاویزات میں وہ خود بتاتا ہے کہ اسے الہام ہوا کہ یہ عورت اس کی "آسمانی منکوحہ" ہے یعنی وہ اس سے نکاح کرے گا جو اس کا الٰہی فیصلہ ہے۔

یہاں سب سے پہلی بات قابل غور ہے کہ اسلام میں کسی بھی الٰہی پیغام یا وحی کے لیے سخت شرائط ہیں، جن میں حقیقت، ثبات، اور ثابت ہونے والی پیشگوئی کا پورا ہونا ضروری ہے۔ مگر مرزا قادیانی کے معاملے میں یہ دعویٰ نہ صرف انسان کے ذاتی جذبات پر مشتمل تھا، بلکہ اس نے اسے دین اور الہام کی جہت دینے کی کوشش بھی کی جو بالکل بے بنیاد تھی۔

الہامات، اشتہارات اور دھمکیاں

مرزا قادیانی نے صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ اشتہارات، خطوط، اور پیشگوئیوں سے اس

دعوے کو ثابت کرنے کی بے تحاشا کوششیں کیں۔ وہ اپنے رشتہ داروں کو دباؤ میں ڈالنے، لالچ دینے، جائیداد اور عہدوں کی پیش کش کرنے سمیت پورے خاندان کو اثر انداز ہونے کی کوشش میں لگا رہا۔

ان خطوط میں تلفظات اور دھمکیوں کی زبان تک شامل تھی جیسا کہ اس نے واضح طور پر لکھا کہ اگر محمدی بیگم سے نکاح نہ ہوا تو نقصان، مشکلات اور حتیٰ کہ سخت نتیجے آئیں گے۔

یہ ایک بد اخلاق رویہ تھا جس میں مذہبی دعویٰ کے نام پر ذاتی خواہشات، دباؤ، لالچ اور نفسیاتی تکلیفیں شامل تھیں نہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی وحی۔

پیشگوئی کا ناکام انجام

مرزا قادیانی نے اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر متعدد پیشگوئیاں بھی پیش کیں۔ ان میں سے کچھ یہ تھیں:

☆ محمدی بیگم کا اس سے نکاح ہونا

☆ اس کے والد اور شوہر کا جلد انتقال ہونا

☆ ان سب کے پورا ہونے تک خود مرزا قادیانی کا زندہ رہنا

لیکن حقیقت بالکل مختلف تھی:

☆ محمدی بیگم کا نکاح سلطان محمد سے 7 اپریل 1892ء کو ہوا۔

☆ محمدی بیگم اور ان کے شوہر دونوں اپنی پوری زندگی تک زندہ رہے۔

☆ مرزا قادیانی خود پیشگوئی کے اعلان کے بعد کئی سال تک اس دعوے میں سچا ثابت نہ ہو سکا اور آخر کار 1908ء میں مر گیا یعنی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔

یہ ناکامی صرف ایک معمولی غلطی نہیں تھی بلکہ اس کے الہام کی بنیاد ہی ایک خود ساختہ دعویٰ تھی، جسے اس نے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت دی لیکن عملی طور پر وہ ثابت نہ ہو سکا۔

ماہرین اور قادیانی جماعت کی رائے

کچھ قادیانی دانشوروں نے خود یہ اقرار کیا کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا تھا مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔مولوی محمد علی لاہوری قادیانی جیسی شخصیت نے بھی کہا کہ نکاح کے بارے میں بات کی تھی مگر وہ نہیں ہوا۔اور یہی نتیجہ طے ہوا کہ محمدی بیگم کی حقیقت نے مرزا قادیانی کے دعوے کو بے نقاب کر دیا۔یہ ایک ایسا دعویٰ جو نہ صرف علمی اعتبار سے کمزور تھا بلکہ انسانی جذبات اور نفسیاتی کشمکش پر مبنی تھا۔

یہ واقعہ صرف ایک عجیب داستان نہیں، بلکہ اس میں کئی اہم اسباق پوشیدہ ہیں: دین کا نام لے کر ذاتی خواہشات کو الہام ٹھہرانا بڑا خطرناک ہے۔کسی بھی دعویٰ کی سچائی اس کے نتائج سے ثابت ہوتی ہے۔محمدی بیگم کا رشتہ اور اس کی حقیقت نے ثابت کیا کہ مرزا قادیانی کے دعوے کا کوئی عملی، حقیقی یا الٰہی ثبوت موجود نہیں رہا۔یہ واقعہ ایک سنجیدہ یاد دہانی ہے کہ مذہب اور ذاتی خواہشات میں فرق کو پہچانا جائے اور عوام کو حقائق کے ساتھ روشناس رکھنے کی ذمہ داری پوری کی جائے۔

حیض والی شلوار سونگھنے کا محرف واقعہ

> خلاصہ کلام یہ کہ سارا اعتراض پیشگوئی کی غرض نہ سمجھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے کیونکہ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ پیشگوئی کی غرض یہ تھی کہ علم الٰہی کے ماتحت محمدی بیگم حضرت صاحب کے نکاح میں آجاوے اور بس۔حالانکہ یہ غرض ہرگز نہ تھی بلکہ غرض یہ تھی کہ حضرت صاحب کے قریبی رشتہ داروں کو اقتداری نشان دکھایا جاوے اور مرزا احمد بیگ اور مرزا سلطان محمد کا ہلاک ہونا اور محمدی بیگم کا حضرت صاحب کے عقد میں آنا اس وقت کے حالات کے ماتحت اس قدرت نمائی کیلئے بطور

علامات کے تھے نہ کہ مقصود بالذّات۔

☆(موجودہ ایڈیشن میں یہاں سے عبارت کو حذف کردیا گیا ہے)

اگر اس جگہ یہ شبہ پیدا ہو کہ حضرت صاحب کے بعض الہامات میں ہے کہ محمدی بیگم بالآخر تیری طرف لوٹائی جاوے گی اور تمام روکیں دور کی جاویں گی وغیرہ وغیرہ۔اور اس کو تقدیر مبرم کے طور پر ظاہر کیا گیا تھا تو اس کا یہ جواب ہے کہ اوّل تو یہ قطعی طور پر ثابت کرنا چاہیے کہ یہ سب الہامات حضرت مسیح موعود اور محمدی بیگم کے ہی متعلق ہیں ۔دوسرے اگر یہ سب الہامات محمدی بیگم اور حضرت صاحب ہی کے متعلق ہوں تو پھر بھی ان کو الگ الگ مستقل الہامات سمجھنا سخت نادانی ہے۔

(سیرت المہدی روایت نمبر 179، حصہ اول صفحہ 183،182)

شلوار سونگھنے کی اصل عبارت

اسی وجہ سے آپ اکثر محمدی بیگم کی حیض والی سلوار سونگھا کرتے تھے۔

(سیرت المہدی 1935 تلف شدہ قدیم ایڈیشن، جلد اول صفحہ 200)

یہ اقتباسات متنی اختلاف، ایڈیشن کی تبدیلی، اور تاریخِ اشاعت کے واقعات سے متعلق ہیں۔

محمدی بیگم کے قضیے کے ساتھ ایک انتہائی چونکا دینے والی عبارت منسوب کی جاتی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ سیرت المہدی کے 1935ء کے قدیم ایڈیشن میں چھپی اور پھر اسی بنا پر اس ایڈیشن کی کاپیاں واپس لے کر تلف کی گئیں، جب کہ بعد کے ایڈیشنوں میں وہ عبارت حذف یا بدل دی گئی۔ یہ دعویٰ اپنی نوعیت کے لحاظ سے غیر معمولی

ہے، اسی لیے اس پر گفتگو کرتے وقت دو اصول لازم ہیں:

(1) الزام کو الزام ہی کی حیثیت سے بیان کیا جائے، اور

(2) ساتھ ہی اس کے ماخذ، اس کے اختلافی پہلو اور اس پر اٹھنے والے سوالات واضح کیے جائیں۔

مؤرخانہ دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی بھی شخص خواہ وہ کتنا ہی متنازع کیوں نہ ہو کے بارے میں ایسی نسبتیں پیش کرتے وقت قاری کو بتایا جائے کہ یہ بات کس کتاب، کس ایڈیشن اور کس روایت نمبر کے حوالے سے کہی جا رہی ہے، اور یہ بھی کہ اس پر خود اسی روایت کے اندر یا بعد کی اشاعتوں میں کیا ردِعمل سامنے آیا۔ محمدی بیگم کے واقعے میں بنیادی بحث تین سطحوں پر چلتی ہے:

(اوّل) کیا واقعی ایسا کوئی جملہ قدیم ایڈیشن میں تھا اور بعد میں نکالا گیا؟

(دوم) اگر تھا تو اسے کیوں حذف کیا گیا کیا علمی تصحیح کے طور پر یا عوامی ردِعمل کے دباؤ پر؟

(سوم) اس حذف کے بعد قاری کو یہ حق کیسے دیا جائے کہ وہ دونوں متون کا تقابل کر کے خود نتیجہ نکال سکے؟

یہی وجہ ہے کہ سنجیدہ تحقیق میں اس طرح کے دعوؤں کو جذباتی زبان یا ذاتی گالیوں کے ساتھ نہیں بلکہ دستاویزی حوالوں، ایڈیشنز کے تقابلی مطالعے، اور ناشرین و مرتبین کے بیانات کے ساتھ پرکھا جاتا ہے۔ اس واقعے کو زیرِ بحث لاتے وقت مناسب طریقہ یہ ہے کہ قدیم اور جدید ایڈیشن کے صفحات، روایت نمبرز اور مدیرانہ نوٹس سامنے رکھے جائیں، یہ بتایا جائے کہ کس سال، کس مطبع سے کون سا ایڈیشن نکلا، اس میں کیا لکھا تھا اور بعد میں کیا بدلا گیا، اور پھر یہ سوال چھوڑ دیا جائے کہ آیا یہ تبدیلی علمی اصلاح تھی یا دفاعی حکمتِ عملی۔ اس طرح قاری کو جذباتی ابال

کے بجائے تحقیق کی بنیاد پر سوچنے کا موقع ملتا ہے اور تاریخ کو الزام تراشی کے بجائے شہادت اور دلیل کے ترازو میں تولا جا سکتا ہے۔

سیرت المہدی کے قدیم اور موجودہ ایڈیشن میں اختلاف

سیرت المہدی، جو قادیانی جماعت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالے سے لکھی گئی، کے قدیم ایڈیشن (1935) اور موجودہ ایڈیشن میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔قدیم ایڈیشن میں درج ایک انتہائی شرمناک اور بے حرمتی والی عبارت یہ تھی:

"اسی وجہ سے آپ اکثر محمدی بیگم کی حیض والی سلوار سونگھا کرتے تھے۔"

یہ عبارت نہ صرف ایک شریف عورت کے وقار کو شدید نقصان پہنچاتی ہے بلکہ ایک باعزت خاندان کی شرافت کو بھی بدنام کرنے کی حد تک فحش ہے۔

بعد کے ایڈیشنز میں اس عبارت کو مکمل طور پر حذف کر دیا گیا ہے۔اس حذف کے پیچھے چند واضح اور قابل فہم وجوہات ہو سکتی ہیں:

1. بے شرمی اور بے حیائی:

واضح ہے کہ ابتدائی متن میں مرزا قادیانی کے بیٹے نے ایسی عبارت شامل کی جو ایک عورت کے نجی معاملات پر شرمناک الزام لگاتی ہے۔ یہ محض غیر اخلاقی نہیں، بلکہ ایک شریف اور معزز خاندان کو بدنام کرنے کی کوشش بھی ہے۔

2. جماعت کی بدنامی سے بچاؤ:

چونکہ عبارت میں قادیانی بانی کی بدنامی کے امکانات تھے، اس لیے بعد میں اسے ایڈیشن سے نکال کر جماعت اور بانی کی شبیہ کو بچانے کی کوشش کی گئی۔

3. تاریخی اور اخلاقی تصحیح:

موجودہ ایڈیشن میں عبارت کو حذف کرنا ایک واضح اقرار ہے کہ قدیم متن میں شامل

مواد نہ صرف فحش تھا بلکہ تاریخی یا اخلاقی اعتبار سے ناقابل قبول بھی تھا۔

بدنامی کی حکمت عملی: یہ معاملہ واضح کرتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی حرکتوں میں بے شرمی کی حد تک پیش رفت کی، حتیٰ کہ ایک شریف زادی اور خاندان کی شرافت کو ہدف بنایا۔

مواد کی غیر شائستگی: قدیم ایڈیشن میں شامل عبارت ایک عورت کی نجی اور حساس حالت (حیض) کو غیر مہذب انداز میں پیش کرتی ہے، جو نہ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے اور نہ ہی انسانی اخلاقیات کے۔

ایڈیشن میں تبدیلی کی حقیقت: اس حذف کا مطلب واضح ہے کہ قادیانیوں نے اپنی کتاب سے وہ مواد نکالا جو جماعت یا بانی کے لیے منفی تاثر پیدا کرتا۔ یہ عملی طور پر ایک خود اعتراف ہے کہ ابتدائی عبارت غیر مناسب اور بدنامی کا سبب تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی حرکتیں ہمیشہ قابل اعتماد یا اخلاقی طور پر محفوظ نہیں رہیں۔ قدیم ایڈیشن میں شامل فحش اور بدنام کرنے والی عبارت کو بعد میں حذف کرنا ایک اعتراف ہے کہ ابتدائی مواد نہ صرف اخلاقی لحاظ سے ناقابل قبول تھا بلکہ محمدی بیگم کے شریف گھرانے کی توہین بھی تھی۔

قادیانی جماعت کے بانی نے ایک عورت اور خاندان کے وقار کو بدنام کرنے کے لیے انتہائی غیر شائستہ اور فحش انداز اپنایا، جس پر آج بھی سوال اٹھائے جارہے ہیں۔

ہماری کتاب مرزا چوہڑہ اور مرزا قادیانی کا فحش طرزِ عمل

ہم نے اپنی کتاب مرزا قادیانی چوہڑہ میں واضح کیا تھا کہ چوہڑوں کے پسماندہ اور غیر مہذب معاشرتی طبقات میں ایسے رسم و رواج اور رویّے پائے جاتے رہے ہیں جو نہ صرف انسانی شرافت کے خلاف تھے بلکہ مذہبی اور اخلاقی اقدار سے بھی متصادم تھے مثلاً:

☆ عورت کے فطری ایام کو ناپاکی یا تقدیس کے غلط تصورات سے جوڑنا۔

☆جنسی اور جسمانی معاملات کو بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ بیان کرنا۔
☆عورت کی عزت اور نجی زندگی کو ہدفِ تضحیک بنانا۔

ہماری کتاب کا بنیادی دعویٰ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و تحریرات میں بھی اسی قسم کی ذہنیت اور مزاج جھلکتا ہے، جس کا ثبوت اس کی بعض تحریروں میں ملنے والے انتہائی غیر شائستہ اور اخلاق سے گرے ہوئے بیانات ہیں۔

سیرت المہدی کے قدیم ایڈیشن میں شامل یہ عبارت، جس میں ایک شریف عورت کے نجی اور فطری معاملات کو مذاق، طعن اور نفرت کا نشانہ بنایا گیا، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ:

☆مرزا قادیانی نے چوہڑوں کی طرح عورت کی عزت کو پامال کیا۔
☆ایک شریف خاندان کو بدنام کرنے کی کوشش کی
☆اور انسانی وقار کی تمام حدیں پار کر دیں۔

یہ محض اتفاق نہیں بلکہ اسی ذہنی اور فکری وراثت کا نتیجہ ہے جس کی طرف ہم نے اپنی کتاب میں اشارہ کیا تھا:

یعنی ایک ایسی سوچ جو حیاء اور شرافت کو کمزوری سمجھتی ہے، فطری انسانی معاملات کو فحش انداز میں اچھالتی ہے اور عورت کو عزت کے بجائے الزام اور تضحیک کا نشانہ بناتی ہے۔

بعد کے ایڈیشن سے اس عبارت کا حذف ہونا خود اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ عبارت ناقابلِ دفاع تھی، اخلاقی طور پر شرمناک تھی اور خود قادیانی جماعت کے لیے بھی باعثِ ندامت بن گئی۔ نتیجتاً ہمارا موقف وہی ہے جو ہم نے اپنی کتاب میں رکھا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے افکار و تحریرات میں وہی غیر مہذب، غیر اخلاقی اور بے حیائی پر مبنی طرزِ فکر جھلکتا ہے جسے کسی بھی شریف، باوقار اور دیندار انسان کے لیے قبول کرنا ممکن

نہیں، چہ جائے کہ کسی ایسے شخص کے لیے جو اپنے آپ کو نبی یا خدا کی طرف سے مامور کہلوانا چاہتا ہو۔

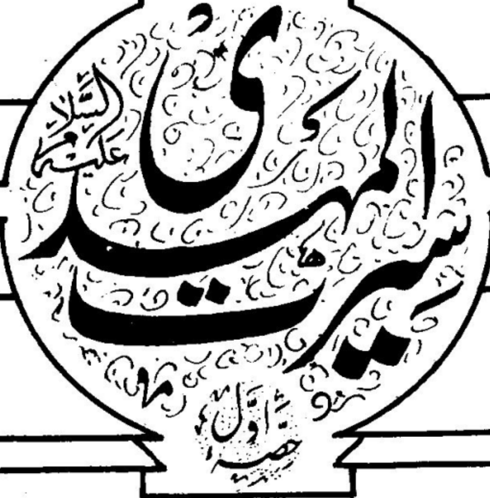
مرزا غلام احمد قادیانی سے منسوب قدیم ماخذ میں ایسی عبارت کا پایا جانا جس میں ایک عورت کے نہایت نجی اور فطری معاملے کو فحش اور تضحیک آمیز انداز میں بیان کیا گیا، نہ صرف انسانی شرافت کے خلاف ہے بلکہ اسلامی اخلاق کے بھی سراسر منافی ہے۔ قرآن نے ''وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا'' (لوگوں سے اچھی بات کہو) کا حکم دیا اور نبی ﷺ نے حیاء کو ایمان کا حصہ قرار دیا، اس لیے کسی شریف عورت یا خاندان کے وقار کو اس طرح نشانہ بنانا کسی عام مسلمان کے لیے بھی ناقابل قبول ہے، چہ جائے کہ ایسے شخص کے لیے جو دینی قیادت یا الہامی نسبت کا دعویٰ کرے۔ یہی وجہ ہے کہ بعد کے ایڈیشنز سے اس طرح کے جملوں کا حذف ہونا خود اس بات کی علامت ہے کہ وہ مواد اخلاقی اور دینی معیار پر پورا نہیں اترتا، لہٰذا ہم قادیانیوں! کو خیر خواہی کے ساتھ دعوت دیتے ہیں کہ وہ قرآن وسنت کی طرف رجوع کریں، نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین مانیں، حیاء، عزتِ انسان اور پاکیزہ اخلاق کو ایمان کی بنیاد سمجھیں، اور اسلام کے اس سیدھے راستے کو اختیار کریں جس میں کسی کی تضحیک نہیں بلکہ سب کے لیے عدل، رحمت اور وقار ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



ولقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون

الحمد للہ



حصہ اول

مرتبہ

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب ایم۔ اے سلمہ اللہ تعالیٰ

حسب فرمایش

مولانا المکرم معظم مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل و منشی فاضل اول مدرس مدرسہ احمدیہ۔ قادیان

خاکسار محمد فخر الدین احمدی (ملتانی) مہتمم احمدیہ کتاب گھر قادیان دار الامان کو شائع کرنیکا فخر حاصل ہے۔

۱۹۲۳ء

بشیر احمد بھٹی تحریر نمود

قیمت فی جلد عمر مجلد عہ

نظر انداز کئے جا سکتے تھے۔ مگر اس صورت میں پیشگوئی اظہار قدرت کے لئے نہ رہتی بلکہ علم ازلی کے اظہار کے ماتحت آجاتی۔ اور پیشگوئی کی اصل غرض ہی فوت ہو جاتی۔ اور اگر دوسرے طریق کو اختیار کیا جاتا تو یہ بات علاوہ کمال قدرت نمائی کے منافی اور سنت اللہ کے مخالف ہونے کے خدا کی مقدس ذات پر سخت اعتراض کا موجب ہوتی اور اس صورت میں بھی اصل غرض پیشگوئی کی باطل ہو جاتی۔ پس لامحالہ پیشگوئی کی غرض اظہار قدرت نمائی ثابت ہونے کے بعد ہم کو موخرالذکر دو طریقوں میں محدود ہونا پڑیگا۔ اور یہ دونوں طریق ایسے ہیں کہ سنت اللہ سے ثابت ہیں۔ تیسرے طریق پر تو کسی جرح کی گنجائش نہیں۔ مگر ہاں چوتھے طریق پر بادی النظر میں یہ شبہ وارد ہوتا ہے۔ کہ پیشگوئی کی شرط کو تیسرے طریق کے طور پر واضح کیوں نہ کیا جاوے۔ مخفی کیوں رکھا جائے۔ سو اسکا جواب یہ ہے۔ کہ جب قرآن مجید کے نص صریح سے یہ شرط بطور اصول کے بیان کر دی گئی ہے کہ حالات بدلنے سے اقتداری پیشگوئیوں میں قدرت نمائی کی صورت بدل جاتی ہے اور عقل انسانی کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ ایسا ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر یہ نہ مانا جاوے۔ تو اصل غرض فوت ہو کر خدا کی بعض صفات کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ تو پھر ہرگز ضروری نہیں کہ یہ شرط ہر پیشگوئی میں واضح طور پر بیان کیجاوے۔ خصوصاً جب ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایمان کے راستے میں خدا کی یہ سنت ہے کہ بعض اخفا کے پردے بھی رکھے جاتے ہیں اور ایمان کے ابتدائی مدارج میں شہود کا رنگ نہیں پیدا کیا جاتا۔ اور یہاں تو پیشگوئی کے الفاظ ہی اسکے شرطی ہونے کو ظاہر کر رہے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ سارا اعتراض پیشگوئی کی غرض نہ سمجھنے کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے کیونکہ بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ پیشگوئی کی غرض یہ تھی۔ کہ علم الٰہی کے ماتحت محمدی بیگم حضرت صاحب کے نکاح میں آجاوے اور بس۔ حالانکہ یہ غرض ہرگز نہ تھی بلکہ غرض یہ تھی کہ حضرت صاحب کے قریبی رشتہ داروں کو اقتداری نشان دکھایا جاوے۔ اور مرزا احمد بیگ اور مرزا سلطان محمد کا ہلاک ہونا۔ اور محمدی بیگم کا حضرت صاحب کے عقد میں آنا اُسوقت کے حالات کے ماتحت اس قدرت نمائی کیلئے بطور علامات کے تھے۔ نہ کہ

مقصود بالذات ہے۔ اسی وجہ سے آپ اکثر محمدی بیگم کی حیض والی سلوار سُونگھا کرتے تھے

اگر اسجگہ یہ شبہ پیدا ہو کہ حضرت صاحب کے بعض الہامات میں ہے کہ محمدی بیگم بالآخر تیرلیطرف لوٹائی جاویگی اور تمام روکیں دور کیجاوینگی وغیرہ وغیرہ اور اسکو تقدیر مبرم کے طور پر ظاہر کیا گیا تھا۔ تو اسکا یہ جواب ہے کہ اول تو یہ قطعی طور پر ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ یہ سب الہامات حضرت مسیح موعود اور محمدی بیگم ہی کے متعلق ہیں۔ دوسرے اگر یہ سب الہامات محمدی بیگم اور حضرت صاحب ہی کے متعلق ہوں۔ تو پھر بھی ان کو الگ الگ مستقل الہامات سمجھنا سخت نادانی ہے بلکہ یہ سارے الہامات ابتدائی الہامات کے ساتھ ملحق اور اسکے ماتحت سمجھے جاوینگے۔ اور ان سبکو یکجائی طور پر سامنے رکھکر کوئی رائے قائم کرنی پڑیگی اور ابتدائی الہام کو اصل قرار دینا ہوگا اور باقی بعد کے سب الہامات کو اس اصل کی شاخیں سمجھنا ہوگا۔ اب اس اصول کو مدِ نظر رکھکر تمام پیشگوئی پر غور کریں تو صاف پتہ لگ رہا ہے کہ حضرت صاحب کو یہ حکم تھا کہ محمدی بیگم کے متعلق سلسلہ جنبانی کر۔ اگر انہوں نے مان لیا تو یہ انکے واسطے ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور اگر لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح کر دیا۔ تو یہ انکے لئے ایک عذاب کا نشان ہوگا۔ اور اس صورت میں لڑکی کا والد تین سال میں اور لڑکی کا خاوند ڈھائی سال میں مرجائینگے۔ اور لڑکی بالآخر تیرلیطرف لوٹائی جاویگی اور تمام روکیں دُور کیجاوینگی وغیرہ وغیرہ۔ اب ظاہر ہے کہ لڑکی کے حضرت صاحب کیطرف لوٹائے جانے اور روکوں کے دُور ہونیکو مرزا سلطان محمد کے ہلاک ہونے سے تعلق ہے اور یہ باتیں اسکے ماتحت ہیں نہ کہ مستقل۔ یعنی جب اُس وقت کے حالات کے ماتحت مرزا سلطان محمد کی ہلاکت کی پیشگوئی ہوئی۔ اور قدرت نمائی کو اس کی ہلاکت کی صورت کے ساتھ وابستہ کیا گیا۔ تو اسکے نتیجہ میں جو باتیں ظہور میں آنی تھیں اُنکا بھی اظہار کیا گیا۔ یعنی یہ کہ مرزا سلطان محمد کی وفات ہوگی۔ اور ان کی زندگی کی وجہ سے جو روکیں ہیں اور نیز دوسری روکیں وہ دُور ہونگی اور پھر لڑکی تیرے گھر آئیگی۔ گویا یہ سب باتیں مرزا سلطان محمد کی ہلاکت کی شق کو مدنظر رکھکر بیان کی گئی تھیں۔ اور جس طرح ہلاکت کے مقابل کی شق یعنے بچائے جانے کو مخفی رکھا گیا۔ اسی طرح بچ جانے کے بعد جو کچھ وقوع میں آنا تھا۔ اسکو بھی مخفی

رجوع نہ کرے یا اس قسم کے کوئی اور الفاظ ہوتے تا لوگ پیشگوئی کو قطعی نہ سمجھتے۔ **چہارم**:۔ موجودہ حالات پر حکم لگا دیا جاتا پھر اگر وہ حالات قائم رہتے تو وہی حکم وقوع میں آتا اور اگر حالات بدل جاتے تو نئے حالات کے مناسب حال حکم وقوع میں آتا۔ یہ وہ چار رستے تھے جو امکاناً اختیار کئے جا سکتے تھے لیکن ہر ایک عقل مند سوچ سکتا ہے کہ مقدم الذکر دو طریق قدرت نمائی کے منشاء کے منافی ہیں۔ کیونکہ پہلی صورت میں تو پیشگوئی قدرت نمائی کے دائرہ سے نکل کر اظہار علم ازلی کے دائرہ میں آجاتی ہے۔ کیونکہ جب پیشگوئی فریق مخالف کی خاص متمردانہ حالت پر مبنی تھی تو اس صورت میں حالات کو نظر انداز کرنا اس کو قدرت نمائی کے دائرہ سے خارج کر دیتا ہے۔ ہاں اگر اس کی بنیاد فریق متعلقہ کی کسی حالت پر نہ ہوتی تو پھر بے شک حالات اور ان کا تغیر نظر انداز کئے جا سکتے تھے مگر اس صورت میں پیشگوئی اظہار قدرت کیلئے نہ رہتی بلکہ علم ازلی کے اظہار کے ماتحت آجاتی اور پیشگوئی کی اصل غرض ہی فوت ہو جاتی۔ اور اگر دوسرے طریق کو اختیار کیا جاتا تو یہ بات علاوہ کمال قدرت نمائی کے منافی اور سنت اللہ کے مخالف ہونے کے خدا کی مقدس ذات پر سخت اعتراض کا موجب ہوتی اور اس صورت میں بھی اصل غرض پیشگوئی کی باطل ہو جاتی۔ پس لامحالہ پیشگوئی کی غرض اظہار قدرت نمائی ثابت ہونے کے بعد ہم کو مؤخر الذکر دو طریقوں میں محدود ہونا پڑے گا اور یہ دونوں طریق ایسے ہیں کہ سنت اللہ سے ثابت ہیں۔ تیسرے طریق پر تو کسی جرح کی گنجائش نہیں مگر ہاں چوتھے طریق پر بادی النظر میں یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ پیشگوئی کی شرط کو تیسرے طریق کے طور پر واضح کیوں نہ کیا جاوے مخفی کیوں رکھا جائے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب قرآن مجید کے نص صریح سے یہ شرط بطور اصول کے بیان کر دی گئی ہے کہ حالات کے بدلنے سے اقتداری پیشگوئیوں میں قدرت نمائی کی صورت بدل جاتی ہے اور عقل انسانی کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ ایسا ہونا چاہیے کیونکہ اگر یہ نہ مانا جاوے تو اصل غرض فوت ہو کر خدا کی بعض صفات کا انکار کرنا پڑتا ہے تو پھر ہرگز ضروری نہیں کہ یہ شرط ہر پیشگوئی میں واضح طور پر بیان کی جاوے۔ خصوصاً جب ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ ایمان کے راستے میں خدا کی یہ سنت ہے کہ بعض اخفا کے پردے بھی رکھے جاتے ہیں اور ایمان کے ابتدائی مدارج میں شہود کا رنگ نہیں پیدا کیا جاتا اور یہاں تو پیشگوئی کے الفاظ ہی اس کے شرطی ہونے کو ظاہر کر رہے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ سارا اعتراض پیشگوئی کی غرض نہ سمجھنے کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے کیونکہ بدقسمتی سے

یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ پیشگوئی کی غرض یہ تھی کہ علم الٰہی کے ماتحت محمدی بیگم حضرت صاحب کے نکاح میں آجاوے اور بس۔ حالانکہ یہ غرض ہرگز نہ تھی بلکہ غرض یہ تھی کہ حضرت صاحب کے قریبی رشتہ داروں کو اقتداری نشان دکھایا جاوے اور مرزا احمد بیگ اور مرزا سلطان محمد کا ہلاک ہونا اور محمدی بیگم کا حضرت صاحب کے عقد میں آنا اس وقت کے حالات کے ماتحت اس قدرت نمائی کیلئے بطور علامات کے تھے نہ کہ مقصود بالذّات۔

اگر اس جگہ یہ شبہ پیدا ہو کہ حضرت صاحب کے بعض الہامات میں ہے کہ محمدی بیگم بالآخر تیری طرف لوٹائی جاوے گی اور تمام روکیں دور کی جاویں گی وغیرہ وغیرہ۔ اور اس کو تقدیر مبرم کے طور پر ظاہر کیا گیا تھا تو اس کا یہ جواب ہے کہ اوّل تو یہ قطعی طور پر ثابت کرنا چاہیے کہ یہ سب الہامات حضرت مسیح موعودؑ اور محمدی بیگم کے ہی متعلق ہیں۔ دوسرے اگر یہ سب الہامات محمدی بیگم اور حضرت صاحب ہی کے متعلق ہوں تو پھر بھی ان کو الگ الگ مستقل الہامات سمجھنا سخت نادانی ہے۔ بلکہ یہ سارے الہامات ابتدائی الہامات کے ساتھ ملحق اور اس کے ماتحت سمجھے جاویں گے۔ اور ان سب کو یکجائی طور پر سامنے رکھ کر کوئی رائے قائم کرنی پڑے گی اور ابتدائی الہام کو اصل قرار دینا ہوگا اور باقی بعد کے سب الہامات کو اس اصل کی شاخیں سمجھنا ہوگا۔ اب اس اصول کو مدنظر رکھ کر تمام پیشگوئی پر غور کریں تو صاف پتہ لگ رہا ہے کہ حضرت صاحب کو یہ حکم تھا کہ محمدی بیگم کے متعلق سلسلہ جنبانی کر اگر انہوں نے مان لیا تو یہ ان کے واسطے ایک رحمت کا نشان ہوگا اور اگر لڑکی کا کسی دوسری جگہ نکاح کر دیا تو یہ انکے لئے ایک عذاب کا نشان ہوگا اور اس صورت میں لڑکی کا والد تین سال میں اور لڑکی کا خاوند ڈھائی سال میں مر جائیں گے۔ اور لڑکی بالآخر تیری طرف لوٹائی جاوے گی اور تمام روکیں دور کی جاویں گی وغیرہ وغیرہ۔ اب ظاہر ہے کہ لڑکی کے حضرت صاحب کی طرف لوٹائے جانے اور روکوں کے دور ہونے کو مرزا سلطان محمد کے ہلاک ہونے سے تعلق ہے اور یہ باتیں اسکے ماتحت ہیں نہ کہ مستقل۔ یعنی جب اس وقت کے حالات کے ماتحت مرزا سلطان محمد کی ہلاکت کی پیشگوئی ہوئی اور قدرت نمائی کو اس کی ہلاکت کی صورت کے ساتھ وابستہ کیا گیا تو اس کے نتیجہ میں جو باتیں ظہور میں آنی تھیں ان کا بھی اظہار کیا گیا۔ یعنی یہ کہ مرزا سلطان محمد کی وفات ہوگی اور ان کی زندگی کی وجہ

اپیل برائے مالی معاونت

جامعہ ختمِ نبوت گوجرانوالہ میں تقابل ادیان و مذاہب اور درسِ نظامی کی اعلیٰ تعلیم جاری ہے، جہاں طلبہ کو دینی و علمی میدان میں مضبوط بنیاد فراہم کی جاتی ہے۔موجودہ دور کی شدید مہنگائی کے باعث جامعہ کے تعلیمی و انتظامی اخراجات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ان حالات میں ہم مخیر حضرات سے دل کی گہرائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ ماہانہ بنیادوں پر 20،30 یا 50 ڈالر (یا اپنی استطاعت کے مطابق) مستقل معاونت فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں حصہ لیں۔آپ کا تھوڑا سا تعاون بھی ہمارے طلبہ کی تعلیم اور جامعہ کے انتظامات کے لیے بہت بڑی مدد ثابت ہوسکتا ہے۔فنڈز ارسال کرنے کے لیے جامعہ کا بینک اکاؤنٹ، جیز کیش، یا ایزی پیسہ نمبر درج ذیل ہے:(00923247448814)اللہ تعالیٰ آپ کے رزق میں برکت، صحت و سلامتی، اور دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

مخیر حضرات متوجہ ہوں!

مخیر حضرات سے گزارش ہے کہ ہمارے اس رسالے اور دیگر دینی مطبوعات کی اشاعت میں تعاون فرمائیں، تاکہ یہ کتب مسلمانانِ اہلِ حق کے لیے قادیانیت کے فتنہ کو سمجھنے اور اپنے عقائد کے تحفظ میں مؤثر ثابت ہوں۔اگر آپ اس رسالے کی طباعت میں حصہ لینا چاہیں تو براہِ کرم ہمارے فراہم کردہ واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کریں۔



+923247448814

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

کا

اوارہ گردی و سرگذشت

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ

 +923247448814

مرزا قادیانی کا ابو دارس و سر کنڈہ

عورت کی شرمگاہ ابو دارس

اباء سے کیونکہ اباء اس پانی کو کہتے ہیں جو ختم نہ ہو چونکہ نطفہ کا پانی مدت دراز تک مرد میں پیدا ہوتا رہتا ہے اور اسی پانی سے حکیم ذوالجلال بچہ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس پانی کا منبع اب کے نام سے موسوم ہوا اور اسی لحاظ سے عرب کے لوگ عورت کی شرم گاہ کو بھی ابو دارس کہتے ہیں اور دارس حیض کا نام ہے یعنی حیض کا باپ چونکہ حیض بھی ایک مدت دراز تک منقطع نہیں ہوتا۔ اسؔ لئے اس کو بھی بطریق مجاز ایک پانی تصور کر کے عورت کی شرم گاہ کا نام ابو دارس رکھا گیا ہے گویا وہ بھی ایک کنواں ہے جس کا پانی منقطع نہیں ہوتا اور دوسرے ابی کے لفظ سے نکالا گیا ہے کیونکہ ابی کے معنی لغت میں رک جانے اور بس کر جانے کے بھی ہیں چونکہ اس کام میں نر جو باپ کہلاتا ہے صرف نطفہ ڈالنے پر بس کر جاتا ہے اور آگے اس کا کوئی کام نہیں بلکہ اُمّ جس کے معنے اَبْ کی نسبت بہت وسیع ہیں اپنے رحم میں اس نطفہ کو لیتی ہے اور اسی کے خون سے وہ نطفہ پرورش پاتا ہے پس اَبْ کی وجہ تسمیہ میں یہ امر بھی ملحوظ ہے۔

(روحانی خزائن، منن الرحمٰن، جلد 9، صفحہ 158)

یہ رسالہ اس مقصد سے شروع کیا جا رہا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض تحریروں کا ایسا تنقیدی جائزہ لیا جائے جو عام طور پر ان کے پیروکاروں سے پوشیدہ رکھا جاتا ہے۔ ان

تحریروں میں نہ صرف غیر ضروری فلسفہ آرائی پائی جاتی ہے بلکہ بعض مقامات پر عورت کے جسم، حیاتیاتی افعال اور نجی معاملات کو ایسے الفاظ اور مثالوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو نہ اسلامی حیاء کے مطابق ہیں، نہ ایک شریف انسان کے شایانِ شان ہیں۔ زیرِ بحث اقتباس میں مرزا قادیانی نے "اب"، اور "ابو دارس" جیسے الفاظ کی ایسی لغوی و تمثیلی تشریحات کی ہیں جن میں عورت کی شرم وحیاء کو نظر انداز کر کے فطری اور نجی معاملات کو استعاروں، کنوؤں اور پانی کی مثالوں سے بیان کیا گیا ہے، جو ایک دینی رہنما کے لیے انتہائی نامناسب طرزِ کلام ہے۔ ہمارا مقصد یہ دکھانا ہے کہ یہ طرزِ بیان نہ قرآن کی تعلیمات سے میل کھاتا ہے، نہ نبی کریم ﷺ کے اس اسوۂ حسنہ سے جس کی بنیاد حیاء، وقار اور شرافت ہے۔ اس رسالے میں ہم مختصر عنوانات کے تحت ان ہی تحریروں کو سامنے رکھ کر ثابت کریں گے کہ مرزا قادیانی کا یہ اندازِ تحریر دینی نہیں بلکہ فکری اور اخلاقی انحراف کی علامت ہے۔

لغوی موشگافی کے نام پر غیر شائستہ تمثیلات

مرزا قادیانی نے زیرِ بحث عبارت میں بعض الفاظ (جیسے اب، ابی اور ابو دارس) کی تشریح کے دوران عورت کے جسم اور فطری افعال کو ایسے استعاروں اور مثالوں میں بیان کیا جو عام فہم ہونے کے بجائے غیر ضروری طور پر فحش و بے حیاء پہلوؤں کو نمایاں کرتے ہیں۔ لغت ونحو کی تحقیق کا اصول یہ ہے کہ معنی واضح کیے جائیں، نہ یہ کہ مثالوں کے نام پر ایسی تمثیلات اختیار کی جائیں جو حیاء کے منافی ہوں اور قاری کو شرم وحیا کے دائرے سے باہر لے جائیں۔ ایک دینی مزاج رکھنے والے مصنف سے یہ توقع ہوتی ہے کہ وہ زبان میں وقار، تہذیب اور حدودِ شرع کا لحاظ رکھے، جبکہ یہاں لغوی بحث کو اس انداز سے جوڑا گیا کہ عورت کے نجی وجود کو تمثیل بنا دیا گیا، جو علمی ضرورت بھی نہیں تھا اور اخلاقی طور پر بھی ناموزوں ہے۔

اسلام نے گفتگو کے لیے واضح اصول مقرر کیے ہیں

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا

ترجمہ کنزالایمان: اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

(سورۃ البقرۃ:83)

اسی طرح قرآن حیاء اور پاکیزہ اندازِ گفتگو کی تعلیم دیتا ہے:

قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ ذَٰلِكَ أَزْكَىٰ لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا يَصْنَعُونَ

ترجمہ کنزالایمان: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے، بیشک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے۔

(سورۃ النور:30)

جب نگاہ کی حفاظت کا حکم ہے تو زبان کی حفاظت بدرجۂ اولیٰ لازم ہے۔ اسلام شرم و حیاء پر بہت زور دیتا ہے۔ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیاء (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 9)

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلَا يُؤْذِ جَارَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ

ضَيْفَهُ، وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو کوئی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ خاموش رہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 6018)

ان نصوص کی روشنی میں واضح ہوتا ہے کہ لغوی تحقیق یا علمی بحث کے نام پر ایسی تمثیلات اختیار کرنا جو عورت کے نجی اور فطری معاملات کو غیر ضروری انداز میں نمایاں کریں، نہ قولِ حسن کے دائرے میں آتا ہے اور نہ حیاء کے مفہوم سے مطابقت رکھتا ہے۔ یہ طرزِ تحریر اس بات کی علامت ہے کہ مرزا قادیانی نے لغوی موشگافی کو اخلاقی حدود سے بالاتر سمجھ لیا، حالانکہ اسلام میں علم بھی حیاء، شرافت اور وقار کے دائرے میں رہ کر ہی معتبر ہوتا ہے۔

حیاء کے اسلامی تصور سے انحراف

زیرِ بحث عبارت میں الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے ایسا اسلوب اختیار کیا گیا جس میں فطری اور نجی معاملات کو انتہائی بے حیائی کے طور پر نمایاں کیا گیا۔ حالانکہ اسلام کا بنیادی اصول یہ ہے کہ گفتگو، تحریر اور بیان میں حیاء، وقار اور شرافت قائم رہے۔ علمی گفتگو ہو یا دینی بحث دونوں میں الفاظ کا انتخاب ایسا ہونا چاہیے جو قاری کو پاکیزگی کی طرف لے جائے، نہ کہ اسے غیر ضروری تفصیلات کی طرف متوجہ کرے۔

حدیث شریف میں ارشاد ہے کہ:

إِنَّ لِكُلِّ دِينٍ خُلُقًا , وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ

ہر دین کا ایک اخلاق ہوتا ہے اور اسلام کا اخلاق حیاء ہے۔

(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر 4181)

ایسا طرزِ بیان جو نجی اور حساس امور کو غیر ضروری انداز میں اچھالے، اسلامی تصورِ حیاء سے صریح ٹکراؤ رکھتا ہے۔ یہ محض اسلوب کی خرابی نہیں بلکہ ایک فکری انحراف ہے، کیونکہ اسلام میں علم بھی اسی وقت معتبر ہوتا ہے جب وہ حیاء، شرافت اور اخلاق کے دائرے میں رہ کر پیش کیا جائے۔

عورت کے وقار کو استعاروں میں گھٹا دینا

زیرِ بحث اقتباس میں عورت کے جسم اور فطری افعال کو تمثیلات، تشبیہوں اور پانی، کنواں جیسے استعاروں کے ذریعے بیان کیا گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک باوقار انسان کو محض ایک حیاتیاتی عمل یا مادی شے کی مثال بنا کر پیش کیا گیا۔ اسلام کا مزاج اس کے بالکل برعکس ہے، وہ عورت کو متاع نہیں بلکہ باعزت انسان کے طور پر پیش کرتا ہے، جس کی عزت، حرمت اور مقام کا تحفظ لازم ہے۔ علمی گفتگو میں استعارہ اگر کسی کے وقار کو گھٹا دے تو وہ بلاغت نہیں بلکہ اخلاقی لغزش بن جاتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت دونوں کو عزت و کرامت کے ساتھ یاد کیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا

ترجمہ کنز الایمان: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت دی اور ان کی خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔

(سورۃ الاسراء، بنی اسرائیل آیت 70)

یہ عزت صرف مردوں کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے ہے، جن میں عورت بھی برابر کی شریک ہے۔ اسی طرح نکاح کے رشتے کو محض جسمانی تعلق نہیں بلکہ سکون، محبت اور رحمت کا ذریعہ قرار دیا:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ

ترجمہ کنزالایمان: اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی بیشک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کے لیے۔

(سورۃ الروم آیت 21)

یہ آیت بتاتی ہے کہ عورت کو سکون، محبت اور رحمت کا مرکز کہا گیا ہے، نہ کہ ایسی شے جسے بے ذوق استعاروں میں گھٹا کر پیش کیا جائے۔

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے احترام پر زور دیا:

اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ

عورتوں کے بارے میں میری وصیت کا ہمیشہ خیال رکھنا، کیونکہ عورت

پسلی سے پیدا کی گئی ہے۔ پسلی میں بھی سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اسے بالکل سیدھی کرنے کی کوشش کرے تو انجام کار توڑ کے رہے گا اور اگر اسے وہ یونہی چھوڑ دے گا تو پھر ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہ جائے گی۔ پس عورتوں کے بارے میں میری نصیحت مانو، عورتوں سے اچھا سلوک کرو۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 3331)

اور ایک اور روایت میں فرمایا:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔

(سنن ترمذی حدیث نمبر 3895)

ان نصوص کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کو استعاروں، تشبیہوں اور غیر ضروری تمثیلات میں گھٹا کر پیش کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اسلام عورت کو انسانیت، عزت اور حرمت کے مقام پر رکھتا ہے، جبکہ ایسا اسلوب جو اس کے وقار کو کم کرے، نہ دینی ہے، نہ اخلاقی، اور نہ ہی کسی باوقار دینی تحریر کے شایانِ شان۔

دینی رہنما کے لیے ناموزوں اسلوب

جو شخص اپنے آپ کو دینی رہنمائی، الہامی نسبت یا اصلاحِ امت کے منصب سے جوڑتا ہو، اس کے لیے لازم ہے کہ اس کا اسلوبِ تحریر اور طرزِ گفتگو خود اس کے دعوے کی گواہی دے۔ قرآن وسنت کا مزاج یہ ہے کہ داعی، عالم اور رہبر کی زبان وقار، حلم، شائستگی اور پاکیزگی کی آئینہ دار ہو۔ مگر زیرِ بحث عبارت میں جو اسلوب اختیار کیا گیا، وہ نہ دعوتی ہے، نہ اصلاحی،

بلکہ ایسا ہے جو قاری کے ذہن کو غیر ضروری نجی اور حساس پہلوؤں کی طرف لے جاتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ مصنف نے اپنے منصب کے تقاضوں کو نظر انداز کیا اور ایسی تعبیرات اختیار کیں جو ایک عام شریف انسان کے لیے بھی مناسب نہیں، چہ جائے کہ کسی دینی رہنما کے لیے۔

قرآن مجید میں داعی اور رہنما کے اسلوب کا معیار یوں بتایا گیا:

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ

ترجمہ کنز الایمان: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو بیشک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

(سورۃ النحل آیت 125)

ایک اور مقام پر فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ

ترجمہ کنز الایمان: تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب! تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم انہیں معاف فرماؤ۔

(سورۃ آلِ عمران آیت 159)

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ دینی رہنما کا اسلوب نرم، باوقار اور اصلاحی ہونا چاہیے، نہ کہ ایسا جو حیاء اور شرافت کے دائرے کو کمزور کرے۔

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ کے اخلاقِ دعوت کو یوں بیان کیا گیا:

لَمْ يَكُنْ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا، وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ، وَلَا يَجْزِي بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ، وَلَكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فحش گو، بدکلامی کرنے والے اور بازار میں چیخنے والے نہیں تھے، آپ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ عفوو درگزر فرما دیتے تھے۔

(سنن ترمذی حدیث نمبر 2016)

اور ایک اور روایت میں ہے:

إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا

تم میں میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے قریب وہ ہوں گے جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں گے۔

(سنن ترمذی حدیث نمبر 2018)

ان نصوص کی روشنی میں یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ جو شخص دینی رہنمائی کا دعویٰ کرے، اس کے لیے ایسا اسلوب اختیار کرنا جو حیاء، وقار اور شرافت کے خلاف ہو، اس کے دعوے کو خود کمزور کر دیتا ہے۔ دینی رہنما کی پہچان اس کے الفاظ، انداز اور اخلاق سے ہوتی

ہے، اور جب یہی چیزیں معیار سے گری ہوں تو دعویٰ خود سوالیہ نشان بن جاتا ہے۔

فکری و اخلاقی مزاج کی جھلک

مرزا قادیانی کی ایک دو عبارتیں نہیں بلکہ اس کا مجموعی اسلوب یہ بتاتا ہے کہ اس کا فکری اور اخلاقی مزاج کیا ہے۔ زیرِ بحث اقتباس محض ایک لغوی بحث نہیں بلکہ اس ذہنیت کی علامت ہے جس میں علمی ضرورت سے ہٹ کر نجی، حساس اور حیائی معاملات کو نمایاں کرنے میں جھجک محسوس نہیں کی گئی۔ یہ انداز اس بات کی خبر دیتا ہے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک حیاء، وقار اور شرافت ثانوی چیزیں بن گئیں اور اظہارِ خیال کی آزادی کو اخلاقی حدود سے بالاتر سمجھ لیا گیا، حالانکہ اسلام میں آزادیِ بیان بھی شریعت اور اخلاق کے دائرے میں مقید ہے۔

قرآن مجید فکری اور اخلاقی پاکیزگی کو ایمان کا حصہ بناتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا

ترجمہ کنز الایمان: بیشک مراد کو پہنچایا جس نے اسے ستھرا کیا۔ اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا۔

(سورۃ الشمس آیت ،9۔10)

یہ آیات بتاتی ہیں کہ کامیابی اس کے لیے ہے جو اپنے نفس، فکر اور انداز کو پاک رکھے، اور ناکامی اس کے لیے ہے جو اسے گندہ کرے۔

اسی طرح زبان اور فکر کی پاکیزگی کا حکم دیا:

مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ

ترجمہ کنز الایمان: کوئی بات وہ زبان سے نہیں نکالتا کہ اس کے پاس ایک محافظ تیار نہ بیٹھا ہو۔

(سورۃ ق:18)

حدیث شریف میں نبی کریم ﷺ نے مومن کے اخلاقی مزاج کو یوں بیان فرمایا:

الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں اور مہاجر وہ ہے جو ان کاموں کو چھوڑ دے جن سے اللہ نے منع فرمایا۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر 10)

ان نصوص کی روشنی میں دیکھا جائے تو ایسا اسلوب جو بار بار بے حیائی و بے شرمی کے پہلوؤں کو سامنے لائے، اس بات کی دلیل ہے کہ مرزا قادیانی کا فکری اور اخلاقی مزاج اسلامی معیار سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ یہ محض ایک عبارت کی لغزش نہیں بلکہ ایک مسلسل رویّے کی جھلک ہے، جو بتاتی ہے کہ حیاء، شرافت اور اخلاقی بلندی اس فکر میں بنیادی قدر نہیں بن سکی، حالانکہ اسلام کی پہچان ہی بلند اخلاق اور پاکیزہ فکر ہے۔

عضو تناسل سرکنڈہ

تیسرے اباء کے لفظ سے مشتق ہے کیونکہ اباء سرکنڈہ کو کہتے ہیں چونکہ نر کا عضو تناسل سرکنڈے سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے اس کا نام اَبْ یعنی باپ ہوا۔ چوتھے۔ ابی کے لفظ سے جو سقوط اشتہاء کو کہتے ہیں چونکہ فراغت کے بعد مرد کی خواہش منقطع ہو جاتی ہے اس لئے یہ جزو بھی وجہ تسمیہ اَبْ میں ماخوذ ہے۔ غرض یہ چار جزو ہیں جو اُس قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں جو باپ کے متعلق ہے لہذا انہیں کی بناء پر

اَبْ کا نام اَبْ رکھا گیا اور جبکہ اَبْ کا وجہ تسمیّہ معلوم ہو چکا تو دوسری زبانوں میں جو اس کے عوض میں نام بولا جاتا ہے جیسا کہ باپ یا فادر یا پدر یا پتا وغیرہ ان کی وجوہ تسمیہ بھی ساتھ ہی معلوم ہو گئیں کیونکہ وہ سب اسی زبان سے نکلی ہیں اور وہ الفاظ بھی درحقیقت عربی بگڑی ہوئی ہے اب ذرا شرم اور حیا سے سوچنا چاہیئے کہ کیا ایسا لفظ جس کی وجوہ تسمیہ یہ ہیں خدا تعالیٰ پر اطلاق کر سکتے ہیں۔

(روحانی خزائن، مِنن الرحمٰن، جلد 9 صفحہ 158)

لغوی تحقیق کے نام پر جنسی تشبیہات کا استعمال

اس عبارت میں اشتقاق اور وجہِ تسمیہ کے نام پر مرد کے عضوِ خاص کو سرکنڈے سے تشبیہ دینا اور پھر اسی کو لفظ اَب کی بنیاد قرار دینا دراصل لغوی تحقیق نہیں بلکہ ایک ایسا اسلوب ہے جو علمی ضرورت سے آگے بڑھ کر قاری کو غیر ضروری طور پر جسمانی اور جنسی تصورات کی طرف لے جاتا ہے۔ لغت اور اشتقاق کا اصول یہ ہے کہ معنی کو واضح، سادہ اور شائستہ مثالوں سے سمجھایا جائے، نہ یہ کہ ایسی تمثیلات گھڑی جائیں جو فہم کے بجائے ذوقِ سلیم کو مجروح کریں، کیونکہ زبان صرف معنی منتقل کرنے کا آلہ نہیں بلکہ تہذیب اور مزاج کی آئینہ دار بھی ہوتی ہے، اور جب کسی دینی یا علمی متن میں مثالیں چنتے وقت حیاء، وقار اور سماجی حساسیت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو وہ تحریر علم کے بجائے محض ذاتی ذہنی رجحان کی ترجمانی بن جاتی ہے۔ یہاں مسئلہ یہ نہیں کہ کسی لفظ کی وجہِ تسمیہ پر بحث کی گئی، بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس بحث کے لیے ایسے الفاظ اور تشبیہیں منتخب کی گئیں جن کے بغیر بھی بات کہی جا سکتی تھی، مگر شعوری یا غیر شعوری طور پر ایک ایسا راستہ چنا گیا جو نجی جسمانیات کو نمایاں کرتا ہے، اور یہی چیز اس اسلوب کو لغوی تحقیق سے زیادہ ایک غیر شائستہ ذہنی عادت کا اظہار بنا دیتی ہے۔

دینی اسلوب کے بجائے بازاری اور جسمانیاتی زبان

اس عبارت میں مرد کی خواہش، فراغت اور جسمانی کیفیت کو جس انداز سے بیان کیا گیا ہے وہ کسی سنجیدہ دینی یا علمی اسلوب کے بجائے ایسی زبان سے قریب تر ہے جو جسمانی پہلوؤں کو نمایاں کر کے قاری کی توجہ اصل علمی مقصد سے ہٹا دیتی ہے۔ دینی تحریر کا تقاضا یہ ہے کہ وہ الفاظ کے انتخاب میں تہذیب، وقار اور سنجیدگی کو ملحوظ رکھے تا کہ قاری کے ذہن میں علم کے ساتھ اخلاقی ذوق بھی پروان چڑھے، مگر یہاں الفاظ کا انداز یہ بتاتا ہے کہ مرزا قادیانی نے شائستگی کو معیار نہیں بنایا بلکہ ایسے اسالیب اختیار کیے جو عام فہم ہونے کے بجائے بازاری تاثر پیدا کرتے ہیں، نتیجہ یہ کہ بات سمجھنے کے بجائے قاری ان غیر ضروری جسمانی اشاروں میں الجھ جاتا ہے۔ یہ طرزِ تحریر اس بات کی علامت ہے کہ مصنف کے ہاں دینی وقار اور علمی تہذیب بنیادی قدر نہیں بن سکے، کیونکہ اگر مقصد واقعی اصلاح اور تعلیم ہوتا تو اسی مفہوم کو سادہ، مہذب اور غیر حساس مثالوں کے ساتھ بھی بیان کیا جا سکتا تھا، مگر یہاں ایک ایسا راستہ اختیار کیا گیا جو دینی اسلوب کے بجائے ایک غیر سنجیدہ اور غیر شائستہ ذہنی رجحان کی عکاسی کرتا ہے۔

خدا کے ذکر کو فحش مقدمات کے سہارے قائم کرنا

اس عبارت کا آخری حصہ بظاہر ایک سنجیدہ کلامی سوال کی طرف جاتا ہے کہ کیا ایسے لفظ کو، جس کی یہ وجہِ تسمیہ بیان کی گئی، خدا تعالیٰ کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں، مگر اس سوال تک پہنچنے کے لیے جو راستہ اختیار کیا گیا وہ خود اس مقصد کو مشکوک بنا دیتا ہے، کیونکہ خدا کے نام اور اس کی نسبت کا مسئلہ انتہائی پاکیزہ، باوقار اور ادب کا متقاضی ہے، اور اس تک پہنچنے کے لیے ایسے مقدمات باندھنا جن میں نجی جسمانیات، خواہش اور فراغت جیسے موضوعات کو اس انداز میں چھیڑا جائے، دراصل موضوع کی بلندی کو اسلوب کی پستی میں گرا

دیتا ہے؛ اگر مقصد واقعی الوہیت کے ادب کو واضح کرنا تھا تو اس کے لیے نہ ایسی تشبیہوں کی ضرورت تھی اور نہ اس قسم کی زبان کی، بلکہ سادہ، مہذب اور فکری انداز میں بھی یہی بات کہی جا سکتی تھی، مگر یہاں یہ تاثر ملتا ہے کہ مرزا قادیانی نے سنجیدہ دینی مسئلے کو بھی ایسے غیر شائستہ مقدمات کے ساتھ جوڑ دیا جو قاری کے ذہن میں تقدس کے بجائے الجھن اور کراہت پیدا کرتے ہیں، اور یوں خود اسی مقصد کو نقصان پہنچاتے ہیں جس کے تحفظ کا دعویٰ کیا جا رہا تھا۔

مرزا قادیانی کی بے غیرتی و بے حیائی کی واضح عکاسی

زیرِ بحث دونوں حوالہ جات ابو دارس اور سرکنڈہ واضح طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کے فکری و اخلاقی مزاج کی جھلک پیش کرتے ہیں، جہاں وہ لغوی تحقیق، اشتقاق اور دلیل کے نام پر عورت کے جسمانی اور حیائی معاملات کو غیر شائستہ، فحش اور بے حیاء انداز میں بیان کرتا ہے۔ ابتدائی حوالہ میں ابو دارس کے ذریعے عورت کے نجی معاملات کو غیر مہذب استعارے کے ساتھ پیش کیا گیا، اور بعد والے حوالہ میں سرکنڈہ و مرد کے عضوِ تناسل اور خواہشات کی تشبیہوں سے دینی اور علمی بحث کو بازاری اور جسمانیاتی زبان میں ڈھالا گیا، جو نہ صرف دینی اسلوب کے خلاف ہے بلکہ قاری کے ذہن میں حیاء اور وقار کو بھی پامال کرتا ہے۔

یہ سب اس بات کی عکاسی ہے کہ مرزا قادیانی نے نہ صرف علمی اور لغوی دلائل کو غیر شائستہ بنانے میں دلچسپی لی بلکہ ایک دینی رہنما کے لیے انتہائی ناموزوں اور بے حیاء طرزِ بیان اختیار کیا۔ خاص طور پر قابل ذکر یہ ہے کہ لفظ ابو دارس اصل میں حدیث کی روایات میں ایک راوی کا نام ہے، جسے مرزا قادیانی نے نہایت غیر شائستہ اور فحش انداز میں عورت کی شرمگاہ کے لیے بطور استعارہ استعمال کیا، جو کسی بھی علمی، دینی یا اخلاقی معیار کے مطابق ناقابل قبول ہے۔

المذاهب والادیان. وما رضیت قط ببادرة الکلمات وما قنعت بطافی من الخیالات

میں مشغول رہا ہوں۔ اور کبھی میں اس بات پر راضی نہ ہوا کہ سرسری کلمات پر ہی بس کروں اور کبھی میں نے سطحی خیالات پر قناعت نہ کی۔

بقیہ حاشیہ : **باپ** اور **پدر** وغیرہ اسی عربی لفظ کی خراب شدہ صورتیں ہیں جس کو ہم انشاء اللہ اپنے محل پر بیان کریں گے اور لغت کی رو سے یہ لفظ چار مادوں کے لحاظ سے بنایا گیا ہے۔

(۱) **اباء** سے کیونکہ اباء اس پانی کو کہتے ہیں جو ختم نہ ہو چونکہ نطفہ کا پانی مدت دراز تک مرد میں پیدا ہوتا رہتا ہے اور اسی پانی سے حکیم ذوالجلال بچہ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے اس پانی کا منبع **اب** کے نام سے موسوم ہوا اور اسی لحاظ سے عرب کے لوگ عورت کی شرم گاہ کو بھی **ابودارس** کہتے ہیں اور دارس حیض کا نام ہے یعنی حیض کا باپ چونکہ حیض بھی ایک مدت دراز تک منقطع نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کو بھی بطریق مجاز ایک پانی تصور کر کے عورت کی شرم گاہ کا نام ابودارس رکھا گیا ہے گویا وہ بھی ایک کنواں ہے جس کا پانی منقطع نہیں ہوتا اور **دوسرے** **ابی** کے لفظ سے نکالا گیا ہے کیونکہ ابی کے معنی لغت میں رک جانے اور بس کر جانے کے بھی ہیں چونکہ اس کام میں نر جو باپ کہلاتا ہے صرف نطفہ ڈالنے پر بس کر جاتا ہے اور آگے اس کا کوئی کام نہیں بلکہ **اُمّ** جس کے معنے اَبْ کی نسبت بہت وسیع ہیں اپنے رحم میں اس نطفہ کو لیتی ہے اور اسی کے خون سے وہ نطفہ پرورش پاتا ہے پس اَبْ کی وجہ تسمیہ میں یہ امر بھی ملحوظ ہے۔ **تیسرے** اباء کے لفظ سے مشتق ہے کیونکہ اباء سرکنڈہ کو کہتے ہیں چونکہ نر کا عضو تناسل سرکنڈے سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے اس کا نام اَبْ یعنی **باپ** ہوا۔ **چوتھے**۔ **ابی** کے لفظ سے جو سقوط اشتہاء کو کہتے ہیں چونکہ فراغت کے بعد مرد کی خواہش منقطع ہو جاتی ہے اس لئے یہ جز و بھی وجہ تسمیہ **اَبْ** میں ماخوذ ہے۔

غرض یہ چار جز و ہیں جو اُس قانون قدرت میں پائی جاتی ہیں جو باپ کے متعلق ہے لہٰذا انہیں کی بناء پر اَبْ کا نام اَبْ رکھا گیا اور جبکہ اَبْ کا وجہ تسمیّہ معلوم ہو چکا تو دوسری زبانوں میں جو اس کے عوض میں نام بولا جاتا ہے جیسا کہ باپ یا فادر یا پدر یا پتا وغیرہ ان کی وجوہ تسمیہ بھی ساتھ ہی معلوم ہو گئیں کیونکہ وہ سب اسی زبان سے نکلی ہیں اور وہ الفاظ بھی درحقیقت عربی بگڑی ہوئی ہے اب ذرا **شرم** اور **حیا** سے سوچنا چاہیئے کہ کیا ایسا لفظ جس کی وجوہ تسمیہ یہ ہیں خدا تعالیٰ پر اطلاق کر سکتے ہیں۔

اور اگر یہ سوال ہو کہ پھر پہلی کتابوں نے کیوں اطلاق کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو وہ تمام کتابیں

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مشت زنی

قادیانی مٹھل خلیفہ

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

قادیانی مٹھل خلیفہ

مشت زنی کی شرعی حیثیت

اسلام نے انسانی خواہشات کو نہ تو کچلنے کا حکم دیا ہے اور نہ انہیں بے لگام چھوڑا ہے بلکہ انہیں ایک پاکیزہ اور منضبط راستہ عطا کیا ہے، تاکہ انسان جسمانی تسکین کے ساتھ روحانی پاکیزگی بھی حاصل کرے۔ شہوت ایک فطری جذبہ ہے مگر شریعت نے اس کے لیے حلال دائرہ متعین کر دیا ہے اور اس سے باہر جانے کو زیادتی اور گناہ قرار دیا ہے۔ اسی اصول کی روشنی میں ایسے تمام طریقے جو نکاح کے علاوہ شہوت نکالنے کے لیے اختیار کیے جائیں، شریعت کے مقررہ ضابطے سے ٹکرانے لگتے ہیں۔ اس لیے اس مسئلے کو جذبات یا رواج کی بنیاد پر نہیں بلکہ قرآن وسنت کے واضح اصولوں کی روشنی میں سمجھنا اور پرکھنا ضروری ہے۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ

ترجمہ کنزالایمان: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیبیوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں کہ ان پر کوئی ملامت نہیں، تو جو ان دو کے سوا کچھ اور چاہے وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

(سورۃ المؤمنون، آیت 5 تا 7)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ

اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھتا ہو وہ نکاح کرے، کیونکہ وہ نظر کو زیادہ نیچا رکھتا ہے اور شرمگاہ کی زیادہ حفاظت کرتا ہے، اور جو طاقت نہ رکھے وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لیے شہوت توڑنے والا ہے۔

(صحیح بخاری، حدیث 5066)

قرآن نے واضح کر دیا کہ جنسی خواہش کا جائز مصرف صرف زوجیت ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کرنا حد سے تجاوز ہے۔ حدیث نے اس اصول کو عملی صورت دی کہ اگر نکاح ممکن نہ ہو تو ضبطِ نفس کا ذریعہ روزہ ہے، نہ کہ خود لذت حاصل کرنے کے طریقے۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ شریعت نے شہوت کے دباؤ کا حل نکاح اور عبادت میں رکھا ہے، نہ کہ خود ساختہ جسمانی افعال میں۔

چونکہ اس کتاب کا مقصد ایسے افعال اور اقوال کا جائزہ لینا ہے جو شریعت کے طے کردہ اصولوں سے ہٹتے ہوں، اس لیے سب سے پہلے یہ اصول واضح کرنا ضروری تھا کہ شہوت کا شرعی مصرف کیا ہے اور اس کی حد کہاں ختم ہوتی ہے۔ جب یہ میزان قائم ہو جائے گا تو آئندہ پیش کیے جانے والے تمام واقعات، دعوے اور حوالہ جات کو اسی میزان پر تولا جائے گا کہ آیا وہ قرآن وسنت کے اس واضح ضابطے کے مطابق ہیں یا اس سے تجاوز کی صورت رکھتے ہیں۔ یہی طریقہ کسی بھی علمی اور تحقیقی کتاب کی بنیاد ہونا چاہیے۔

قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کے مٹھ مارنے کا واقعہ

جلق سے نفرت: عمر کے اس حصہ میں بڑے بڑے مشکلات پیش آتے ہیں۔میں تو خدا تعالیٰ کے بڑے ہی فضل اپنے ساتھ پاتا ہوں۔میرے سامنے ایک مرتبہ ایک طالب علم نے جلق لگایا (مٹھ ماری) تو مجھے متلی ہوگئی۔اس کے بعد اس کے ساتھ میں نے روٹی کھانا بھی چھوڑ دیا اور اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے جو عام ہے مجھے (مٹھ مارنے سے) نفرت دلائی۔

(خطبات نور صفحہ 311)

جلق (مشت زنی) قادیانیت میں پھیلنے والی خرابی

دیے گئے اقتباس میں قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین نے جلق (مشت زنی) کے لیے جو تعبیر استعمال کی ہے وہ محض ایک ذاتی ناپسندیدگی نہیں بلکہ ایک باقاعدہ اخلاقی اور سماجی تشخیص ہے۔عبارت کے الفاظ "اس بلا سے جو عام ہے" خاص طور پر قابل توجہ ہیں، کیونکہ یہاں دو باتیں بیک وقت کہی گئی ہیں ایک یہ کہ یہ عمل بلا ہے، اور دوسری یہ کہ یہ عام ہو چکا ہے۔

لفظ بلا اردو اور دینی اسلوب میں کسی ایسی چیز کے لیے بولا جاتا ہے جو انسان کے لیے نقصان دہ، تکلیف دہ یا فساد کا باعث ہو۔جب کوئی عمل اس لفظ کے ساتھ بیان کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک ذاتی کمزوری نہیں بلکہ ایک اخلاقی، روحانی یا معاشرتی خرابی ہے جو انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔اس طرح قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین خود اس فعل کو کسی بے ضرر یا معمولی عادت کے طور پر نہیں بلکہ ایک نقصان دہ آفت کے طور پر دیکھ رہا ہے۔

اسی طرح "جو عام ہے" کے الفاظ یہ بتاتے ہیں کہ قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین کے نزدیک یہ مسئلہ صرف چند قادیانی افراد تک محدود نہیں بلکہ قادیانی نوجوانوں یا قادیانی طلبہ کے ایک بڑے طبقے میں پھیل چکا ہے۔ یعنی یہ ایک انفرادی مسئلہ نہیں بلکہ جماعتی اخلاقی بحران کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین اس عمل کو فرد کے لیے نقصان دہ، معاشرے میں پھیلنے والی خرابی اور اصلاح کی محتاج "بلا" کے طور پر دیکھتا ہے۔

یہ نکتہ اس لحاظ سے بھی اہم ہے کہ بعد میں اگر کہیں اس فعل کو ہلکا، قابل قبول یا معمولی بنا کر پیش کیا جائے تو وہ خود اسی بیان کے خلاف ہو جائے گا۔ کیونکہ یہاں واضح طور پر اسے ناپسندیدہ، قابل نفرت اور اصلاح طلب خرابی قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس اقتباس کی بنیاد پر یہ اصولی بات قائم ہوتی ہے کہ خود اسی ماخذ کے مطابق جلق (مشت زنی) کوئی فطری یا قابل جواز عمل نہیں بلکہ ایک ایسی خرابی ہے جس سے بچنا اللہ کا فضل اور اصلاحِ نفس کی علامت سمجھا گیا ہے۔

جلق (مشت زنی) سے شدید نفرت اور کراہت کا اظہار

دیے گئے اقتباس میں قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین نے اس فعل کے بارے میں جو ردِعمل بیان کیا ہے وہ محض علمی یا نظری اختلاف نہیں بلکہ شدید طبعی اور نفسیاتی کراہت پر مبنی ہے۔ عبارت کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

"میرے سامنے ایک مرتبہ ایک طالب علم نے جلق لگایا......تو مجھے متلی ہو گئی۔"

"متلی ہو جانا" صرف ناپسندیدگی نہیں بلکہ فطری جسمانی ردِعمل ہے جو عام طور پر کسی انتہائی گھناؤنی، ناپسندیدہ یا مکروہ چیز کو دیکھ کر ہوتا ہے۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین کے نزدیک یہ عمل: اخلاقی طور پر ناپسندیدہ، فطری ذوق کے خلاف اور

انسانی وقار سے گری ہوئی حرکت سمجھا جاتا ہے۔

یہ ردِعمل یہ بھی بتاتا ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کے ذہن میں اس فعل کی کوئی غیر جانبدار یا قابل برداشت تصویر نہیں بلکہ وہ اسے ایسا عمل سمجھتا ہے جو انسان کی فطری حیا کے خلاف ہے، پاکیزہ طبیعت کو گدلا دیتا ہے اور دیکھنے والے کے دل میں بھی کراہت پیدا کرتا ہے

یہاں یہ بات بھی اہم ہے کہ اس کراہت کو کسی سماجی دباؤ یا ڈر کا نتیجہ نہیں بتایا گیا بلکہ ایک فطری اور فوری احساس کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ یعنی جیسے ہی اس فعل (مٹھ مارنے) کو دیکھا، دل وجسم دونوں نے اسے ناپسند کر دیا۔

اس نکتے سے یہ اصولی بات سامنے آتی ہے کہ خود اسی بیان کے مطابق مشت زنی کو مہذب، نارمل یا قابل قبول عادت نہیں سمجھا گیا بلکہ اسے ایسا عمل سمجھا گیا ہے جو انسان کی فطرتِ سلیم سے ٹکراتا ہے اور جسے دیکھ کر بھی پاکیزہ ذہن رکھنے والا انسان گھن محسوس کرے لہٰذا اگر بعد میں کہیں اس فعل کو ہلکا، معمولی یا اخلاقی طور پر بے ضرر دکھانے کی کوشش کی جائے تو وہ اس ابتدائی اور واضح کراہت کے اظہار سے ٹکرا جائے گی، کیونکہ یہاں اسے نہ صرف برا بلکہ فطرت کے خلاف اور گھن پیدا کرنے والا عمل بتایا گیا ہے۔

جلق (مشت زنی) کے روحانی نقصان

اقتباس میں قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین صرف اس فعل (جلق) سے جسمانی یا طبعی نفرت کا ذکر نہیں کرتا بلکہ اسے ایک روحانی مسئلہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: ”اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے جو عام ہے مجھے نفرت دلائی“

یہ جملہ بہت معنی خیز ہے، کیونکہ یہاں نفرت کو محض ذاتی مزاج یا تربیت کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کے فضل اور روحانی تربیت کا اثر قرار دیا گیا ہے۔ یعنی قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کے

نزدیک اس فعل سے نفرت ہونا خود ایک نعمت ہے یہ نفرت اللہ کی طرف سے دل میں ڈالی گئی اصلاح ہے اور یہ روحانی ترقی کی علامت ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کے ذہن میں مشت زنی کوئی غیر جانبدار یا ذاتی انتخاب کا معاملہ نہیں بلکہ ایسا فعل ہے جو انسان کی روحانی حالت کو متاثر کرتا ہے۔ اگر اس سے نفرت کو اللہ کا فضل کہا جا رہا ہے تو اس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ:

☆ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین بھی اس فعل کا مرتکب رہا اور وہ بھی جلق (مٹھ مارنا یا مشت زنی کرنا) کا مریض رہا ہے

☆ اس فعل میں مبتلا ہونا روحانی نقصان کا باعث ہے

☆ اور اس سے بچنا روحانی فائدہ اور قربِ الٰہی کی علامت ہے

یہاں "نفرت دلائی" کا اسلوب بھی اہم ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ انسان کو فطری طور پر یا ماحول کی وجہ سے اس طرح کے اعمال کی طرف میلان ہو سکتا ہے، لیکن اللہ جس پر خاص فضل فرماتا ہے اس کے دل میں ان کاموں سے گھن ڈال دیتا ہے تاکہ وہ بچ جائے۔ یعنی مشت زنی کو ایک روحانی آزمائش سمجھا گیا اس سے بچنا کامیابی اور فضل الٰہی کی نشانی بتایا گیا اور اس میں پڑنا بالواسطہ روحانی کمزوری کی علامت سمجھا گیا۔

سب سے اہم یہ کہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین بھی پہلے مشت زنی کا شکار رہا اور اس واقعہ کے بعد اس کو اس فعل قبیح سے نفرت ہو گئی اور اس جلق (مٹھ مارنا) چھوڑ دی۔

مجلوق معاشرتی تعلق توڑنے کا ذکر

اقتباس میں ایک اور نہایت اہم بات یہ ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین نے صرف نفرت کا اظہار نہیں کیا بلکہ عملی ردِعمل بھی بیان کیا۔ وہ کہتا ہے:

"اس کے بعد اس کے ساتھ میں نے روٹی کھانا بھی چھوڑ دیا۔"

یہ جملہ ظاہر کرتا ہے کہ اس فعل کو قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین صرف ذاتی گناہ یا چھپی ہوئی کمزوری نہیں سمجھتا بلکہ ایسا عمل مانتا ہے جو انسان کے اخلاقی مقام اور معاشرتی حیثیت کو متاثر کرتا ہے۔ کسی کے ساتھ بیٹھ کر کھانا نہ کھانا عام طور پر اس وقت کیا جاتا ہے جب اس کے عمل کو سخت ناپسند کیا جائے، اس کے کردار سے کراہت محسوس ہو یا اس کے ساتھ تعلق رکھنا دل وضمیر پر بوجھ بن جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کے نزدیک مشت زنی ایسا فعل ہے جو انسان کے کردار پر منفی اثر ڈالتا ہے، اس کی اخلاقی ساکھ کو کمزور کرتا ہے اور اسے نیک صحبت کے لائق نہیں چھوڑتا۔

یہ رویہ اس بات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین اس عمل کو نجی معاملہ کہہ کر نظر انداز کرنے کے حق میں نہیں بلکہ اسے ایسا اخلاقی بگاڑ سمجھتا ہے جس کا اثر معاشرتی تعلقات پر بھی پڑتا ہے۔

نوجوانی کے دور میں مشت زنی

اقتباس کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے:

”عمر کے اس حصہ میں بڑے بڑے مشکلات پیش آتے ہیں۔“

یہ جملہ صاف بتاتا ہے کہ قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کے نزدیک اس کی نوجوانی کا زمانہ ایک ایسا دور تھا جس میں انسان کو خاص قسم کی نفسیاتی، جسمانی اور اخلاقی آزمائشوں کا سامنا ہوتا ہے۔ اس مرحلے پر شہوت کا زور، جذبات کی شدت اور تجربے کی کمی انسان کو جلد لغزش میں ڈال سکتی ہے۔ اسی لیے وہ جس بلا کا ذکر کرتا ہے، اسے خاص طور پر اسی عمر سے جوڑ کر دیکھتا ہے۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مشت زنی کو وہ فطری نشوونما کا لازمی حصہ نہیں سمجھتا، بلکہ اسے نوجوانی کے فتنوں میں سے ایک فتنہ قرار دیتا ہے اور اس سے بچ جانا اللہ کا خاص

فضل سمجھتا ہے۔

نوجوانی میں جنسی خواہش کا بڑھ جانا فطری ہے، مگر قادیانی خلیفہ حکیم نورالدین کے نزدیک اصل کامیابی یہ نہیں کہ انسان خواہش کے پیچھے چل پڑے، بلکہ یہ ہے کہ وہ اس کو قابو میں رکھے اور اللہ کی مدد سے اس سے محفوظ رہے۔ اسی لیے وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس عام بلا سے نفرت دلادی، یعنی جلق (مشت زنی) جیسے قبیح فعل سے حفاظت کو وہ اپنی ذاتی طاقت نہیں بلکہ خدائی فضل کا نتیجہ سمجھتا ہے۔

مرزا قادیانی اور خلیفہ نورالدین کی غلط کاریوں پر نظم

مسخ کی حقیقت

مسخ کی لعنت کے نیچے جو یہودی آ گیا
اُن میں جو بندر بنا، مجلوق تھا، نقال تھا
لالچی، لوطی، غلیظ، احمق جو تھے خنزیر تھے
مشرک اور زانی و طاغی عبد شیطاں بن گیا
بندر اور خنزیر اور شیطاں کا بندہ ہو کے بھی
پھر جو دیکھا اُس کو وہ انساں کا انساں ہی رہا
ان قرائن سے یہی ثابت ہوا، اے مولوی
مسخ روحانی ہی تھا وہ، مسخ جسمانی نہ تھا

(قادیانی اخبار الفضل 3 جولائی 1943 صفحہ 2)

(قادیانی کتاب بخارِ دل صفحہ 185)

قادیانی کتاب بخارِ دل میں جو نظم الفضل کے حوالے سے پیش کی گئی ہے، اس میں مرزا قادیانی اور خلیفہ نورالدین کی اخلاقی اور روحانی خرابیوں کو منظوم انداز میں بیان کیا گیا

ہے۔ خاص طور پر لفظ "مجلوق" استعمال کیا گیا ہے، جو ایک سخت اور تحقیر آمیز لقب ہے، اور اس کا مطلب ہے بندر نما، نقال یا مزاج میں حیوانی خصوصیات رکھنے والا۔ نظم میں دیگر صفات بھی استعمال کی گئی ہیں جیسے: نقال، لالچی، لوطی، غلیظ، احمق، خنزیر، مشرک و زانی، عبدِ شیطان۔ ان الفاظ کے ذریعے شاعر قادیانی میر اسماعیل نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مرزا قادیانی اور خلیفہ نور الدین کی روحانی اور اخلاقی حالت کو انتہائی نیچے سمجھتا ہے۔ نظم کے الفاظ میں واضح ہے کہ قادیانی شاعر کے نزدیک یہ شخصیات:

1. روحانی مسخ کا شکار تھیں: آخری شعر میں کہا گیا ہے کہ مسخ روحانی ہی تھا، مسخ جسمانی نہ تھا، یعنی ان کی اخلاقیات اور کردار میں وہ تبدیلی واقع ہوئی جو انہیں انسان کی اعلیٰ صفات سے دور کر گئی۔

2. نقالی اور جھوٹ کی عادت میں مبتلا تھیں: لفظ نقال اور مجلوق یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ مٹھل تھے اور حقیقی علم اور کردار میں خود مختار نہیں بلکہ دوسروں کے انداز کی تقلید کرتے تھے۔

3. اخلاقی انحراف کی علامت تھیں: غلیظ، احمق، لوطی اور لالچی جیسے الفاظ ان کی اخلاقی اور عملی کمزوریوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

4. روحانی اور شرعی حدود کی خلاف ورزی کرتے تھے: مشرک، زانی، عبدِ شیطان جیسے القابات واضح کرتے ہیں کہ نظم کے مصنف کے نزدیک ان کا عمل نہ صرف اخلاقی بلکہ دینی اصولوں کے بھی خلاف تھا۔

5. علم و روحانیت میں مسخ شدہ حیثیت رکھتے تھے: بندر، خنزیر اور مجلوق کے تشبیہی القابات ان کی شخصیت کے اخلاقی اور روحانی گراوٹ کو نمایاں کرتے ہیں، یعنی وہ انسانی وقار اور دین کی تعلیمات میں اپنی اصل جگہ برقرار نہیں رکھ سکے۔

یہ نظم ایک تحقیقی نقطہ نظر سے اہمیت رکھتی ہے کیونکہ یہ مرزا قادیانی اور خلیفہ نور الدین کی شخصیت اور کردار پر تنقیدی رویہ پیش کرتی ہے، اور خاص طور پر روحانی مسخ اور اخلاقی انحراف کو دلیل کے طور پر استعمال کرتی ہے۔

چونکہ کتاب کا مقصد قادیانی شخصیات اور ان کے اعمال کو شریعت اور اخلاقی اصولوں کی روشنی میں پرکھنا ہے، یہ نظم ایک ادبی اور تنقیدی حوالہ فراہم کرتی ہے، یہ دکھاتی ہے کہ قادیانی رہنماؤں کی بعض رویوں کو اہل علم کس طرح روحانی اور اخلاقی نقصان کے مترادف سمجھتے تھے۔ لفظ مجلوق اور دیگر تشبیہات یہ بتاتی ہیں کہ مصنف کے نزدیک یہ رویے انسانیت اور شریعت کی حدود سے ہٹ کر تھے۔

قادیانی جماعت میں جلق (مشت زنی)

قادیانی جماعت میں جلق (مشت زنی) ایک ایسا عمل ہے جسے جماعت کے اندر ایک عام مگر نقصان دہ بلا کے طور پر دیکھا گیا ہے۔ قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین نے اپنی خطبات اور بیانات میں واضح کیا کہ یہ عمل صرف ذاتی مسئلہ نہیں بلکہ اخلاقی، روحانی اور معاشرتی نقصان کا سبب بنتا ہے۔ اس کے الفاظ میں، اس بلا سے جو عام ہے مجھے نفرت دلائی گئی، یہ واضح ہے کہ مشت زنی جماعت میں پھیلنے والی ایک ایسی عادت تھی جو افراد اور مجموعی سطح پر بھی خطرناک اثرات رکھتی تھی۔

قادیانی جماعت میں جلق کو ایک روحانی اور اخلاقی بگاڑ سمجھا جاتا ہے۔ حکیم نور الدین کے مطابق، مشت زنی انسان کی فطری حیا کے خلاف ہے اور اسے گندہ، ناپسندیدہ اور فطرت کے برعکس عمل قرار دیا گیا ہے۔ جماعت کے اندر اس کا پھیلاؤ یہ ظاہر کرتا ہے کہ کئی افراد نے اپنے اخلاق اور کردار میں کمی کر لی ہے۔ اس سے قادیانی جماعت کے نوجوانوں میں حیاء اور پاکیزگی کی کمی، اخلاقی ضوابط کی خلاف ورزی، ذاتی کردار اور معاشرتی وقار کا نقصان کا

خطرہ بڑھتا ہے۔

یہ عمل نہ صرف فرد کی ذاتی پاکیزگی پر اثر انداز ہوتا ہے بلکہ روحانی نقصان بھی پیدا کرتا ہے، کیونکہ جس طرح قادیانی خلیفہ نے بیان کیا، نفرت اور توبہ کا عمل تبھی ممکن ہوتا ہے جب انسان پہلے اس قبیح عمل میں مبتلا ہو اور پھر اللہ کے فضل سے اس سے بچنے کی کوشش کرے۔

قادیانی جماعت میں مشت زنی کی عادت نے معاشرتی تعلقات اور جماعتی ہم آہنگی پر بھی اثر ڈالا ہے۔ حکیم نورالدین نے بیان کیا کہ جس طالب علم نے جلق کیا، اس کے ساتھ کھانا بھی چھوڑ دیا گیا۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مشت زنی معاشرتی قبولیت کو کمزور کرتی ہے، نیک اور پاکیزہ افراد کے ساتھ تعلقات کو متاثر کرتی ہے، قادیانی جماعت کے اندر اعتماد اور تعاون کے رشتوں میں دراڑ ڈال سکتی ہے۔ اس طرح، مشت زنی صرف قادیانی لڑکے کی ذاتی کمزوری نہیں بلکہ جماعتی اخلاقی بحران کا سبب بن جاتی ہے، جس کا اثر قادیانی نوجوانوں کے تربیتی ماحول اور اخلاقی فضا پر پڑتا ہے۔

قادیانی جماعت میں یہ بات بھی واضح کی گئی ہے کہ نوجوانی کا دور جنسی خواہشات اور جذبات کے لحاظ سے ایک آزمائش ہے۔ جلق اس دور میں عام اور خطرناک فتنہ بن چکا تھا۔ جماعت میں اس کی موجودگی نوجوانوں کو اشتعال انگیز ماحول فراہم کرتی ہے اخلاقی حدود سے تجاوز کرنے کی ترغیب دیتی ہے روحانی اور عملی تربیت میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خلیفہ نے اس سے نفرت اور دوری اختیار کی، تاکہ جماعت کے باقی افراد کو بھی یہ سبق ملے کہ یہ عمل نہ صرف ذاتی بلکہ اجتماعی اصلاح کی ضرورت ہے۔

قادیانی جماعت میں جلق (مشت زنی) کے اثرات واضح اور شدید ہیں۔ یہ قادیانیوں کے اخلاق، روحانی تربیت اور جماعت کے معاشرتی رشتوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ خلیفہ نور

الدین کے بیانات اور رویے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ مشت زنی ایک ایسا عمل ہے جس سے بچنا نہ صرف ذاتی پاکیزگی کے لیے ضروری ہے بلکہ جماعتی ہم آہنگی اور معاشرتی اخلاقیات کے لیے بھی اہم ہے۔ اس سے یہ اصول بھی واضح ہوتا ہے کہ قادیانی جماعت میں اخلاقی اصلاح اور روحانی پاکیزگی کے لیے جلق کی روک تھام بنیادی ضرورت تھی۔

قادیانی جوانوں میں شہوت رانی اور تربیت کا فقدان

قادیانی جماعت میں نوجوانوں میں بے لگام جنسی خواہشات اور شہوت رانی ایک نمایاں مسئلہ رہی ہے۔ یہ مسئلہ خاص طور پر اس وقت بڑھتا ہے جب جماعت کے اعلیٰ رہنما خود غیر اخلاقی اور گندے اعمال میں ملوث ہوں، جیسے کہ مٹھ مارنا (مشت زنی)، زنا یا دیگر غیر اخلاقی سرگرمیاں۔ حکیم نورالدین کے بیان اور قادیانی کتب سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ اعمال جماعت میں نہ صرف پھیلتے رہے ہیں بلکہ نوجوانوں کے رویے اور تربیت پر براہ راست اثر ڈالتے رہے ہیں۔

قادیانی جماعت میں نوجوان اکثر رہنماؤں کی تقلید کرتے ہیں۔ جب جماعت کے بڑے، جیسے خلیفہ یا مرزا قادیانی، خود مٹھ مارنے، زنا یا شراب نوشی جیسے اعمال میں ملوث رہیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ:

☆ قادیانی نوجوان ان اعمال کو معمول اور قابل قبول سمجھنے لگے۔

☆ پاکیزگی، حیاء اور اخلاقی تربیت پر دھیان دینا کم ہوگیا۔

☆ قادیانی جماعت میں بداخلاقی اور بے لگام رویے عام ہو گے۔

حکیم نورالدین نے اپنے خطبات میں بھی اس بات کی وضاحت کی کہ نوجوانوں کی تربیت اور پاکیزگی پر اثر پڑتا ہے، اور جب یہ اعمال عام بلا بن جائیں تو پوری جماعت متاثر ہوتی ہے۔

جب قادیانی قیادت گندے اعمال میں مبتلا ہو تو نتیجتاً قادیانیوں کے کردار اور وقار کمزور پڑ گئے، حیا اور شرافت جاتی رہی، معاشرتی تعلقات میں فاصلے پیدا ہوتا گیا، کیونکہ نیک اور پاکیزہ افراد ایسے اعمال کرنے والوں سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔اس طرح، قادیانی جماعت کا اخلاقی ماحول خراب ہوا اور روحانی تربیت اور معاشرتی نظم پر اثر پڑا۔

قادیانی نوجوان کس طرح بچ سکتے ہیں؟

اگر قادیانی جماعت کے بڑے رہنما گندے اعمال میں ملوث ہوں، تو نوجوانوں کے لیے چند حفاظتی اقدامات ضروری ہیں:

1. اخلاقی حدود کا شعور: قادیانی نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ قیادت کی غلطیوں کو درست نہ سمجھیں اور اپنے اخلاقی اصول برقرار رکھیں۔

2. صحبت اور ماحول کا انتخاب: ایسے افراد کے ساتھ وقت گزارنے سے گریز کریں جو غیر اخلاقی رویے رکھتے ہوں، تاکہ اپنی پاکیزگی اور حیا محفوظ رہے۔

3. ذاتی احتیاط اور خودداری: نوجوان خود کو تنہا یا ایسے مواقع میں نہ ڈالیں جہاں وہ غیر اخلاقی اعمال کی طرف راغب ہو سکتے ہیں۔

4. علم اور تربیت پر توجہ: اخلاقی اور روحانی تربیت پر زور دیں، اور قیادت کے غلط اعمال کو تقلید کے لیے نہ اپنائیں۔

یہ اقدامات قادیانی بچوں کو قیادت کی برائی کے اثر سے بچا سکتے ہیں اور جماعت میں اخلاقی اور روحانی صفات برقرار رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

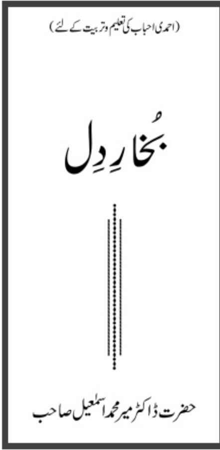
صرف دودھ پینے کا خیال تھا جو ایک قسم کی **خودغرضی** تھی جس میں دوسرا شریک نہیں۔ننگ دھڑنگ موجود تھے۔ پہلے پہل کھانے پینے کا علم ہوا اوراس سے معرفت بلند نہ تھی۔ یہ **بہیمیت** تھی۔اس سے ذرا ترقی ہوئی تو غضب پیدا ہوا۔ ماں نے دودھ دینے میں ذرا دیر کی۔ لگے چلاّنے اور چیخنے۔اس کے بعد شہوت آتی ہے۔اٹھارہ سال کی عمر میں **اخلاق** پہنچاوے تو اخلاق فاضلہ کی راہ پیدا ہووے تو ہووے۔بحالیکہ دشمن پہلے سے موجود ہے۔کیسا مقابلہ ہے؟

جلق سے نفرت: عمر کے اس حصہ میں بڑے بڑے مشکلات پیش آتے ہیں۔میں تو خدا تعالیٰ کے بڑے ہی فضل اپنے ساتھ پاتا ہوں۔میرے سامنے ایک مرتبہ ایک طالب علم نے جلق لگایا تو مجھے متلی ہوگئی۔اس کے بعد اس کے ساتھ میں نے روٹی کھانا بھی چھوڑ دیا اوراس طرح پر اللہ تعالیٰ نے اس بلا سے جو عام ہے مجھے نفرت دلائی۔ایسی حالت میں انسان **ملکیت** کے مقام تو سمجھتا ہے۔کیا ہے؟ میں بہت کم شعر پڑھتا ہوں۔یا قریباً نہیں پڑھتا۔مگر یہاں ایک شعر یاد آ گیا۔

فلا تحسبن هنداً لها الغدر وجدها سجية نفس كل غانية هند‘

ہر ایک انسان غور کرے کہ کیسے مشکلات میں پھنسا ہوا ہے۔اس کا نفس اس کا مطلوب اور محبوب ہے۔ پھر دوسرے معشوقوں کی بے وفائی کا کیا ذکر؟ فارسی اردو کے تو دیوان معشوقوں کی بے وفائی میں بھرے پڑے ہیں۔مگر کاش! پڑھنے والے اپنے نفس کی غداری پر ہی غور کرتے تا انہیں معلوم ہوتا کہ وہ کس راہ پر چل رہے ہیں۔غرض مومن حمد الٰہی کرتے ہیں۔توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ پھر لکھا ہے۔ **عابدون**۔

عبادت کیا ہے؟ عبادت کہتے ہیں۔**تعظیم لامر اللہ** کو جس میں ریا اور سمعۃ نہ ہو۔دردِ دل کا اظہار ہو۔ نماز کیسی عبادت ہے؟ ہر عبادت کے دوران میں دوسری عبادت بھی ہوسکتی ہے۔روزہ میں نماز بھی پڑھ سکتے ہیں اور زکوٰۃ بھی دے سکتے ہیں۔مگر نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ اس کی حالت میں دوسری عبادت نہیں ہوسکتی۔نماز **مومن کا معراج** ہے۔ یہ عبادت کی راہ ہے۔



مسخ کی حقیقت

مَسخ کی لعنت کے نیچے جو یہودی آ گیا
اُن میں جو بندر بنا، مجلوق تھا، نقّال تھا
لالچی، لُوطی، غلیظ، احمق جو تھے خنزیر تھے
مُشرِک اور زانی و طاغی عبدِ شیطاں بن گیا
بندر اور خنزیر اور شیطاں کا بندہ ہو کے بھی
پھر جو دیکھا اُس کو وہ انساں کا انساں ہی رہا
اِن قرائن سے یہی ثابت ہوا، اے مولوی
مسخ روحانی ہی تھا وہ، مسخ جسمانی نہ تھا

الفضل 3/جولائی 1943ء)

نبوت کے جھوٹے مدعی، قادیانی کذاب کی زندگی کے ایک پہلو پر مفصل تحریر

مرزا قادیانی

مسیح عورت

مفتی سید مبشر رضا قادری

منتظم اعلیٰ ختم نبوت فورم و جامعہ ختم نبوت گوجرانوالہ


+923247448814

مرزا قادیانی مسیح عورت

دعویٰ مسیحیت اور نسوانیت کا تصور

مرزا غلام قادیانی کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو ایک نہایت عجیب اور متنازعہ پہلو سامنے آتا ہے، جسے وہ خود اپنی کتب میں استعارہ یا روحانی ارتقاء قرار دیتا ہے۔تاہم، جب اس کے مریدین اور گھر والوں کی شہادتوں کو اس کے اپنے الہامات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے تو یہ محض استعارہ نہیں رہتا بلکہ ایک باقاعدہ نفسیاتی اور صنفی رجحان کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اسلامی تاریخ میں انبیاء کرام اور رسولوں کی زندگیاں مردانہ وجاہت، جلال اور وقار کا اعلیٰ نمونہ رہی ہیں۔کسی بھی سچے نبی یا مصلح نے کبھی اپنی ذات کے لیے ایسے اوصاف، کیفیات یا لباس پسند نہیں کیے جو عورتوں سے مخصوص ہوں۔لیکن مرزا قادیانی کے معاملے میں صورتحال بالکل برعکس ہے۔

درج ذیل حوالہ جات کی روشنی میں ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ مرزا نے کس طرح پہلے تحریری طور پر خود کو عورت (مریم) قرار دیا۔پھر اپنے وجود کے لیے حمل، حیض اور دردِ زہ جیسی نسوانی جسمانی علامات کا دعویٰ کیا۔اور آخر کار اپنی عملی زندگی میں بھی عورتوں کا مخصوص لباس (غرارہ) زیب تن کر کے اس نسوانی کیفیت کی عملی تصدیق کی۔

یہ حوالہ جات اس حقیقت کو بے نقاب کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ مسیحیت کسی الہامی بنیاد پر نہیں، بلکہ ایک ایسی الجھی ہوئی ذہنی کیفیت پر مبنی تھا جس میں وہ مردانہ شناخت چھوڑ کر نسوانیت کے پیکر میں ڈھلتے ہوئے نظر آتا ہے۔

قرآن کریم اور سنتِ مطہرہ کی روشنی میں یہ مسئلہ بالکل واضح اور قطعی ہے کہ نبوت کا

منصب صرف مردوں کے لیے مخصوص رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہدایت کے لیے جتنے بھی انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے وہ سب مرد تھے۔

قرآن مجید کی نصِ قطعی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مقامات پر صراحت فرمائی ہے کہ رسول ہمیشہ مرد ہی بنائے گئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ

ترجمہ کنزالایمان: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔

(سورہ یوسف:109)

اسی طرح سورہ النحل آیت 43 اور سورہ الانبیاء آیت 7 میں بھی "إِلَّا رِجَالًا" (مگر مردوں کو) کے الفاظ کے ساتھ اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ عربی زبان میں "رجال" مرد کو کہتے ہیں، جو عورت کے مقابلے میں بولا جاتا ہے۔

منصبِ نبوت کی ذمہ داریاں اور مردانگی

نبوت صرف وحی پانے کا نام نہیں، بلکہ اس میں تبلیغ، ہجرت، جہاد، امامتِ صغریٰ (نماز) اور امامتِ کبریٰ (ریاست کی سربراہی) شامل ہے۔

جسمانی مشقت: جہاد کے میدانوں میں نکلنا اور دشمنوں کا مقابلہ کرنا ایک ایسی ذمہ داری ہے جس کے لیے اللہ نے مرد کو جسمانی طور پر موزوں بنایا ہے۔

طبیعی عوارض: عورتوں کو حیض، نفاس اور حمل جیسی کیفیات لاحق ہوتی ہیں جو امامت اور مستقل عوامی جدوجہد میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ چونکہ نبی کو ہر وقت اللہ کی عبادت اور قیادت کے

لیے تیار رہنا ہوتا ہے، اس لیے یہ منصب عورت کو نہیں دیا گیا۔

سنتِ نبوی اور اجماعِ امت

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک، کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیھم السلام میں سے ایک بھی عورت نہیں تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً

وہ قوم کبھی فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے معاملات (قیادت) کسی عورت کے سپرد کر دیے۔

(صحیح بخاری 4425)

جب عام قیادت عورت کے لیے موزوں نہیں، تو منصبِ نبوت (جو کائنات کی سب سے بڑی قیادت ہے) اس کے لیے کیسے ہو سکتا ہے؟

پوری امتِ مسلمہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی۔ حضرت مریم، حضرت آسیہ اور حضرت سارہ علیھن السلام کے لیے صدیقہ یا ولیہ کے الفاظ تو استعمال ہوئے ہیں، لیکن انہیں نبی تسلیم نہیں کیا گیا۔

مرزا قادیانی کے دعوے پر اس کا اطلاق

جب قرآن و سنت نے یہ طے کر دیا کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی، تو مرزا قادیانی کے دعووں میں ایک شدید تضاد پیدا ہو جاتا ہے:

1. اگر وہ مرد ہے تو اس کا خود کو مریم، حاملہ اور حیض والا قرار دینا جھوٹ اور خلافِ فطرت ہے۔

2. اگر وہ (بقولِ خود) مریم بن گیا تھا اور اس میں نسوانی کیفیات پیدا ہو گئی تھیں، تو وہ

شرعی طور پر نبوت کے اہل ہی نہ رہا۔

3. اسلامی اصولوں کے مطابق مرد کا عورت بننا یا عورت کی مشابہت اختیار کرنا لعنت کا باعث ہے، نبوت کا نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَشَبِّهِينَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ، وَالْمُتَشَبِّهَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر (لعنت فرمائی ہے) جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

(صحیح بخاری 5885)

علماء کرام اس حدیث کی روشنی میں چند امور واضح کرتے ہیں:

لباس و پوشاک: مردوں کا ایسا باریک، تنگ یا ڈیزائن والا لباس پہننا (جیسا مرزا قادیانی پہنا کرتا تھا) جو خالصتاً عورتوں کے لیے مخصوص ہو منع ہے۔

چال ڈھال اور بول چال: جان بوجھ کر عورتوں کی طرح نخرے سے چلنا یا آواز میں نسوانیت پیدا کرنا اس وعید میں شامل ہے۔

بناؤ سنگھار: ایسے زیورات یا میک اپ کا استعمال جو صرف خواتین کی پہچان ہوں۔

مرزا قادیانی کا خود کو مریم کہہ کر پھر اس سے عیسیٰ بننا ایک ایسی اختراع ہے جس کی بنیاد نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں، اور نہ ہی سابقہ انبیاء کی تاریخ میں۔ یہ محض ایک ذہنی مغالطہ ہے جو شرعی مسلمات کے خلاف ہے۔

مرزا مریم قادیانی کو دس ماہ کا حمل

اس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو ونما پاتا رہا پھر جب اُس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ (۴۷) میں درج ہے مریم کی طرح عیسی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسی بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 50، کشتی نوح)

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب کشتی نوح (روحانی خزائن جلد 19) کی یہ عبارت اس کی متنازعہ تحریروں میں سے ایک ہے، جس پر علما اور محققین کی جانب سے سخت گرفت کی جاتی ہے۔

دعویٰ مریمیت اور نسوانیت کا تصور

مرزا قادیانی نے اپنی اس تحریر میں یہ دعویٰ کیا کہ اللہ نے اس کا نام مریم رکھا اور وہ دو سال تک مریم کی صفت میں رہا۔ اس عبارت سے یہ تاثر ملتا ہے کہ وہ ایک روحانی ارتقاء کے عمل سے گزر رہا تھا جسے اس نے نسوانیت سے تعبیر کیا۔

ایک مرد کا خود کو عورت (مریم) قرار دینا اور پردے میں رہنے کی بات کرنا نہ صرف عقل بلکہ شرعی وقار کے بھی خلاف محسوس ہوتا ہے۔

حمل کا استعارہ اور دس ماہ کی مدت

عبارت میں" استعارہ کے رنگ میں حاملہ" ہونے کا ذکر ہے اور اس کی مدت دس ماہ بتائی گئی ہے۔ انسانی حمل کی مدت عموماً نو ماہ ہوتی ہے۔جبکہ تحقیقات کے مطابق دس ماہ کی مدت حمل بعض جانوروں (جیسے گھوڑی یا گدھی) سے منسوب کی جاتی ہے۔اس طرح کا استعارہ کسی ایسے شخص کے لیے جو نبوت یا مسیحیت کا دعویٰ کرے، انتہائی نامناسب اور توہین آمیز معلوم ہوتا ہے۔

مریم سے عیسیٰ بننے کا عمل

مرزا قادیانی کا استدلال یہ ہے کہ پہلے وہ مریم تھا، پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی، وہ حاملہ ہوا اور پھر خود ہی عیسیٰ بن کر پیدا ہوا۔ یہ منطق خود ساختہ معلوم ہوتی ہے۔اگر ایک شخص خود ہی مریم ہے اور خود ہی اس کے بطن سے عیسیٰ بن کر نکل رہا ہے، تو یہ ایک ایسی الجھی ہوئی داستان ہے جس کی مثال نہ قرآن میں ملتی ہے اور نہ ہی سابقہ انبیاء کی زندگیوں میں۔

توہینِ مریم علیہا السلام اور مقامِ نبوت

حضرت مریم علیہا السلام کا قرآن میں ایک تقدس اور مقام ہے۔مرزا قادیانی نے اپنی ذات کو اس عمل سے گزار کر جو کیفیت بیان کی ہے، ناقدین اسے حضرت مریم علیہا السلام کی پاکیزہ زندگی کی توہین قرار دیتے ہیں۔استعارات کا سہارا لے کر ایسی باتیں کرنا جو اخلاقی طور پر گرا ہوا تاثر دیں، کسی مصلح یا نبی کی شان کے لائق نہیں ہوتا۔یہ حوالہ ظاہر کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے" ابن مریم" ہونے کے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے نہایت عجیب و غریب اور غیر فطری دلائل کا سہارا لیا۔

☆ایک ہی وجود کا ماں (مریم) اور بیٹا (عیسیٰ) دونوں ہونا عقل سے بالاتر ہے۔

☆" دس ماہ کے حمل" جیسے الفاظ کا انتخاب اس کی تحریر کی سنجیدگی پر سوالیہ نشان کھڑا کرتا

ہے۔

☆اپنی ہی سابقہ کتب (براہین احمدیہ) کے حوالوں کو توڑ مروڑ کر ایک نیا رنگ دینا مرزا قادیانی کے متزلزل خیالات کی نشاندہی کرتا ہے۔

مرزا مریم قادیانی کا دردِزہ

خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا۔ اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا فاجاءھا المخاض الی جذع النخلة قالت یالیتني مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دروزہ منہ کھجور کی طرف لے آئی۔

(روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 51، کشتی نوح)

مرزا قادیانی نے یہاں خود کو استعاراتی طور پر" مریم" قرار دیا اور پھر یہ دعویٰ کیا کہ اس میں روح پھونکی گئی (نفخِ روح)۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ جس طرح مریم علیھا السلام سے عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی طرح اس کی مریم والی کیفیت سے وہ خود عیسیٰ بن کر نکلا (یعنی مثیل مسیح، مسیح موعود)۔

آیتِ قرآنی کا محلِ استعمال

مرزا قادیانی نے قرآن کریم کی سورہ مریم کی آیت 23 کا سہارا لیا:

فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ...

(پھر دردِزہ اسے کھجور کے تنے کی طرف لے آیا...)

علمی اعتراض یہ ہے کہ یہ آیت حضرت مریم علیھا السلام کے مخصوص معجزاتی واقعے کے لیے نازل ہوئی تھی۔ اس کا اطلاق کسی مرد پر کرنا، چاہے وہ استعارہ ہی کیوں نہ ہو، لغوی اور

شرعی طور پر مضحکہ خیز اور توہین آمیز سمجھا جاتا ہے۔

☆ایک شخص بیک وقت مریم (ماں) اور عیسیٰ (بیٹا) کیسے ہوسکتا ہے؟

☆اگر وہ مریم بنا تو" دردِزہ" (لیبر پین) کی کیفیت ایک مرد پر کیسے طاری ہوسکتی ہے؟

اسلامی عقائد میں انبیاء اور بزرگانِ دین کے لیے استعارات کا ایک مقام ہے، لیکن ایسا استعارہ جو انسانی فطرت اور صنف (Gender) کے بنیادی فرق کو ہی مٹادے، اسے علما "سفسطہ" اور "الحاد" (بے دینی) کی حد قرار دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں مریم بننے اور دردِزہ اٹھنے کے جس عمل کا ذکر کیا ہے، وہ نہ صرف اسلامی تعلیمات اور انبیاء کے مقام کے خلاف ہے، بلکہ عقلِ سلیم کے بھی منافی ہے۔ایک مرد کا خود کو حاملہ مریم قرار دینا اور پھر دردِزہ کی تکلیف کا ذکر کرنا، ان کے دعاوی کے تضاد کو واضح کرتا ہے۔

رجولیت کی طاقت کا اظہار

جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔

(اسلامی قربانی مصنف قاضی یار محمد صفحہ 12)

یہ حوالہ (جو مرزا قادیانی کے مرید خاص قاضی یار محمد کی تصنیف سے ہے) پچھلے حوالوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ سنگین اور متنازعہ ہے۔ یہ عبارت محض استعارہ نہیں رہتی بلکہ ایک ایسی کیفیت بیان کرتی ہے جس پر علمائے اسلام اور عام شعور رکھنے والے افراد شدید ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔

صنفی شناخت کا مکمل خاتمہ (Gender Identity)

پچھلے حوالوں میں مرزا قادیانی نے خود کو" مریم" کہا تھا لیکن یہاں مرید نے واضح کیا کہ کشف کی حالت میں مرزا قادیانی پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ" گویا وہ عورت ہے"۔

نبوت اور ماموریت کا منصب وقار، ہیبت اور مردانگی سے جڑا ہوتا ہے۔کسی مدعیِ وحی کا خود کو کشف میں" عورت" محسوس کرنا ایک ایسی غیر فطری حالت ہے جسے اسلامی تاریخ میں کسی بھی نبی یا ولی سے منسوب نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف "رجولیت" (مردانگی) کی نسبت

اس حوالے کا سب سے ہولناک پہلو وہ جملہ ہے جہاں لکھا ہے کہ" اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا"۔

اسلام میں اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے، وہ جسم، جنس، اور انسانی کیفیات سے مبرا ہے۔ اللہ کی طرف" رجولیت" (مردانہ طاقت) منسوب کرنا صریحاً شرک، توہین باری تعالیٰ اور تجسیم (خدا کو انسان جیسا قرار دینا) کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ الفاظ کسی بھی طور پر اسلامی قرار نہیں دیے جا سکتے۔

"سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے"

مصنف نے یہ جملہ لکھ کر اس واقعے کو مزید مشکوک اور ذو معنی بنا دیا ہے۔ یہ مبہم انداز اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ جس کیفیت یا واقعے کا ذکر کر رہا ہے، وہ اخلاقی اور مذہبی طور پر اتنا قابل اعتراض ہے کہ اسے صاف لفظوں میں بیان کرنے کی ہمت بھی نہیں ہو سکی۔ ناقدین اسے مرزا قادیانی کی نفسیاتی الجھنوں (Psychological Disorders) یا جنسی کج روی (Paraphilia) پر مبنی خیالات کا نام دیتے ہیں۔

مریدوں کا غلو اور دفاع

یہ حوالہ مرزا قادیانی کے ایک قریبی ساتھی کی کتاب سے ہے، جو ظاہر کرتا ہے کہ قادیانی جماعت کے اندر اس قسم کے تصورات (کہ ان کا پیشوا عورت بن جاتا ہے اور خدا مردانگی دکھاتا ہے) نہ صرف موجود تھے بلکہ انہیں عظمت کے طور پر پیش کیا جاتا تھا۔ یہ تحریر قادیانی عقائد کے اس پہلو کو بے نقاب کرتی ہے جہاں وہ استعارے کی آڑ میں انتہائی غیر اخلاقی تصورات کو مذہب کا حصہ بناتے ہیں۔

مرزا مریم قادیانی کا حیض

> بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے یریدون ان یروا طمثك واللہ یرید ان یریک انعامہ الانعامات المتواترۃ۔ انت منی بمنزلۃ اولادی واللہ ولیک وربک فقلنا یا نار کونی بردًا یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے۔

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 581 تتمہ حقیقۃ الوحی)

عربی عبارت مع اعراب:

”يُرِيدُونَ أَنْ يَرَوْا طَمْسِكَ، وَاللهُ يُرِيدُ أَنْ يُرِيكَ أَنْعَامَهُ، الْأَنْعَامَاتِ الْمُتَوَاتِرَةَ۔ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ أَوْلَادِي، وَاللهُ وَلِيُّكَ وَرَبُّكَ، فَقُلْنَا: يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا۔“

مرد کے لیے "حیض" کی اصطلاح کا استعمال

مرزا قادیانی نے اس حوالے میں بابو الٰہی بخش کی تنقید کو "حیض دیکھنے کی خواہش" سے تعبیر کیا اور اپنے متعلق کہا کہ "تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے"۔

حیض (Menstruation) ایک خالصتاً نسوانی جسمانی عمل ہے جو حیاتیاتی طور پر صرف عورتوں سے مخصوص ہے۔ ایک مرد کا اپنی پاکیزگی ثابت کرنے کے لیے یہ کہنا کہ "مجھ میں حیض نہیں بلکہ بچہ ہو گیا ہے"، انسانی فطرت اور عقلِ سلیم کے مکمل خلاف ہے۔ ناقدین اسے مرزا قادیانی کے زنانہ پن (Effeminacy) کے رجحان کی ایک اور مثال قرار دیتے ہیں۔

"اطفال اللہ" (اللہ کے بچے) کا تصور

عبارت میں ایک نہایت ہی خطرناک جملہ استعمال ہوا ہے: "ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے" (یعنی اللہ کے بچوں کی مانند)۔

یہ عقیدہ صریحاً قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے اس قول کی سخت تردید کی ہے کہ وہ "اللہ کے بیٹے" ہیں (نحن ابناء اللہ)۔ مرزا قادیانی کا خود کو یا اپنی روحانی حالت کو "اللہ کے بچوں" سے تشبیہ دینا توحید کے بنیادی تصور پر ضرب لگانے کے مترادف ہے۔

حیض کو "ناپاکی" کہہ کر اپنی حالت کو "بچہ" قرار دینا

مرزا قادیانی نے استدلال کیا کہ مخالف تو اس کی ناپاکی (حیض) دیکھنا چاہتا تھا، لیکن اللہ نے اس حیض کو "بچہ" بنا دیا۔

اگر اس کلام کو الہام تسلیم کیا جائے (جیسا کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے)، تو یہ الہامی زبان کے معیار سے کوسوں دور ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحی پاکیزہ اور باوقار ہوتی ہے۔ حیض، حمل اور وضع

حمل جیسے استعارات کو ایک مرد کے حق میں بار بار استعمال کرنا کسی الہامی کلام کا خاصہ نہیں ہو سکتا۔

بابو الہی بخش کے ساتھ ذاتی عناد

بابو الہی بخش پہلے مرزا قادیانی کا مرید تھا، بعد میں انہوں نے مرزا قادیانی کی پیشگوئیوں کے غلط ثابت ہونے پر اس سے علیحدگی اختیار کر لی اور ” عصائے موسیٰ ” نامی کتاب لکھی۔

اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے جس قسم کی زبان (حیض، ناپاکی، بچہ ہونا) استعمال کی، وہ کسی مذہبی پیشوا کے بجائے کسی عام بازاری شخص کی غصے میں کہی گئی باتوں کی عکاسی کرتی ہے۔حیاتیاتی تضاد مرد کے وجود میں حیض اور پھر اس کا بچہ بن جانا طبی اور عقلی طور پر ناممکن ہے۔عقائد کی خرابی ” اطفال اللہ ” کی اصطلاح عیسائیوں اور یہودیوں کے باطل عقائد کی جھلک پیش کرتی ہے۔

اخلاقی سطح مخالفین کے لیے ایسی زبان استعمال کرنا جو جنسی اعضاء اور کیفیات کے گرد گھومتی ہو، اخلاقی پستی کی دلیل ہے۔ یہ حوالہ ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی بحثوں میں استعارے کے نام پر ایسے تصورات متعارف کروائے جو نہ صرف اسلامی شریعت بلکہ انسانی وقار کے بھی منافی ہیں۔

مرزا مریم قادیانی کا غرارہ

> غرارہ: آخری ایام میں حضور ہمیشہ ایسے پاجامے پہنا کرتے تھے جو نیچے سے تنگ اوپر سے کھلے گاو دم طرز کے اور شرعی کہلاتے ہیں۔ لیکن شروع میں 951890 میں میں نے حضور کو بعض دفعہ غرارہ پہنے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

(ذکر حبیب صفحہ 31، نیو ایڈیشن)

یہ حوالہ مرزا قادیانی کے ایک اور قریبی مرید، مفتی محمد صادق کی کتاب ذکرِ حبیب سے ہے، جو مرزا قادیانی کے لباس اور ظاہری وضع قطع کے بارے میں ایک عجیب معلومات فراہم کرتا ہے۔

مرد کے لیے نسوانی لباس (غرارہ) کا انتخاب

"غرارہ" برصغیر کی ثقافت میں خالصتاً عورتوں کا لباس رہا ہے۔ یہ نیچے سے بہت زیادہ گھیر والا اور پھیلا ہوا ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی نے خود کو مریم بننے، حاملہ ہونے اور حیض آنے کی کیفیات سے منسوب کیا تھا۔ اب اس حوالے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس کی یہ کیفیات محض استعارہ نہیں تھیں، بلکہ اس کے ظاہری لباس اور چال ڈھال میں بھی اس کا اثر نظر آتا تھا۔ ایک مرد کا، جو نبوت کا دعویٰ کر رہا ہو، عورتوں والا لباس (غرارہ) پہننا اخلاقی اور شرعی طور پر انتہائی معیوب ہے۔

شرعی احکامات کی خلاف ورزی

اسلام میں مردوں کے لیے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے اور عورتوں کے لیے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ایسی مشابہت اختیار کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ مرزا قادیانی کا "غرارہ" پہننا، خواہ وہ کسی بھی دور میں ہو، اس شرعی حکم کی صریح خلاف ورزی نظر آتا ہے۔ ایک مدعیِ الہام سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ سنتِ نبوی ﷺ اور وقارِ انسانی کا نمونہ ہو، نہ کہ نسوانی لباس پہن کر گھومے۔

تضاد اور دفاعی تاویلیں

اس حوالے میں یہ بھی لکھا ہے کہ بعد میں وہ "شرعی پاجامہ" پہننے لگے، لیکن 1890 سے 1895 کے درمیان (جب وہ اپنے دعووں کی تشہیر کر رہا تھا) اس کا غرارہ پہننا اس کی

شخصیت کے تضاد کو ظاہر کرتا ہے۔

قادیانی مبلغین اکثر یہ کہتے ہیں کہ وہ "عظمت" کی وجہ سے ایسا کرتے تھے یا یہ کسی خاص بیماری کی وجہ سے تھا، لیکن" غرارہ" کسی بیماری کا علاج نہیں ہے، بلکہ ایک مخصوص نسوانی فیشن ہے۔ یہ حوالہ مرزا قادیانی کی ان نفسیاتی کیفیات کی تصدیق کرتا ہے جو ہمارے پچھلے حوالوں (عورت بننا، مریم بننا) میں بیان ہوئی ہیں۔

مریدوں کی سادہ لوحی یا تصدیق

قادیانی مفتی محمد صادق نے اس بات کو ایک" واقعے" کے طور پر لکھا، شاید اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اس کے پیشوا کی شخصیت پر کتنا بڑا سوالیہ نشان کھڑا کر دے گا۔ یہ تحریریں ثابت کرتی ہیں کہ مرزا قادیانی کے قریبی حلقے میں اس کی نسوانی حرکات وسکنات ایک جانی پہچانی حقیقت تھی، جسے چھپایا نہ جاسکا۔

یہ تمام حوالے مل کر ایک ایسی تصویر بناتے ہیں جہاں ایک شخص روحانیت کے نام پر صنفِ نازک کی خصوصیات خود میں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

غرارہ پہننے پر بیٹے کی تصدیق

بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود اوائل میں غرارے استعمال فرمایا کرتے تھے پھر میں نے کہہ کر وہ ترک کروا دئے۔اس کے بعد آپ معمولی پاجامے استعمال کرنے لگ گئے۔

(سیرت المهدی حصہ اول صفحہ 60 روایت نمبر 82)

یہ حوالہ جو مرزا قادیانی کے صاجزادے مرزا بشیر احمد ایم اے کی کتاب سیرت المہدی سے ہے، پچھلے حوالے (ذکرِ حبیب) کی نہ صرف تصدیق کرتا ہے بلکہ اس میں ایک انتہائی اہم سماجی اور خاندانی پہلو کا اضافہ بھی کرتا ہے۔

"ترک کروادیے": ایک معنی خیز جملہ

اس حوالے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی اہلیہ (نصرت جہاں بیگم) نے خود کہہ کر یہ لباس ترک کروایا۔

اگر غرارہ پہننا کوئی شرعی ضرورت یا الہامی ہدایت ہوتی تو اس کی اہلیہ اسے کبھی ترک نہ کرواتی۔ اس کا یہ کہنا کہ "میں نے کہہ کر وہ ترک کروادیے" اس بات کی دلیل ہے کہ وہ خود بھی اس لباس کو مردانہ وقار کے خلاف اور معیوب سمجھتی تھی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کی یہ پسند اس کے گھر والوں کے نزدیک بھی قابل اعتراض تھی۔

اوائلِ عمر اور دعویٰ کے ایام

یہاں "اوائل" سے مراد وہ دور ہے جب مرزا قادیانی اپنے دعووں کی بنیاد رکھ رہا تھا۔

ایک مصلح اور مجدد کے لیے لباس کی پاکیزگی اور مردانگی بنیادی شرائط میں سے ہے۔ والدہ صاحبہ (یعنی زوجہ مرزا قادیانی نصرت جہاں بیگم) کا یہ بیان ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی میں نسوانیت کا میلان (Effeminacy) اتنا واضح تھا کہ اسے ایک عورت (اس کی بیوی) کو ٹوکنا پڑا تا کہ وہ مردانہ لباس (معمولی پاجامہ) اختیار کرے۔

مریمیت کے دعوے کی عملی تصویر

ہم نے پہلے جو حوالے دیے جن میں مرزا قادیانی نے خود کو مریم کہا اور دو سال تک پردہ میں نشوونما پانے کا ذکر کیا، یہ غرارہ پہننا اسی ذہنی کیفیت کی عملی عکاسی معلوم ہوتا ہے۔

ناقدین کا کہنا ہے کہ مرزا قادیانی صرف تحریروں میں مریم نہیں بنا تھا، بلکہ وہ اپنی حرکات وسکنات اور لباس سے بھی اس کا اظہار کرتا تھا۔ یہ حوالہ اس دعوے پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا ہے۔

سیرت المہدی کی اہمیت

چونکہ یہ کتاب مرزا قادیانی کے بیٹے نے لکھی ہے اور اس کی والدہ کی روایت بیان کی ہے، اس لیے قادیانی جماعت اسے جھٹلا نہیں سکتی۔

یہ کوئی دشمن کا لگایا ہوا الزام نہیں ہے بلکہ گھر کی گواہی ہے۔ ایک بیٹا اپنی ماں کے حوالے سے باپ کی جس کمزوری کو بیان کر رہا ہے، وہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔

غرارہ پہننے کے مذید حوالہ جات

والد صاحب عموماً غرارا پہنا کرتے تھے۔ مگر سفروں میں بعض اوقات تنگ پاجامہ بھی پہنتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 205، روایت نمبر 205)

چوغہ پہنتے تھے۔ اور غرارہ بھی پہنتے تھے۔

(سیرت المہدی حصہ سوم صفحہ 695)

دعویٰ مسیحیت اور نسوانیت کا تصور

مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کا مطالعہ کیا جائے تو ایک نہایت عجیب اور متنازعہ پہلو سامنے آتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے مسیحِ موعود ہونے کے دعوے کو ثابت کرنے کے لیے ایسی توجیہات پیش کیں جو انسانی فطرت، عقلِ سلیم اور اسلامی شریعت کے بنیادی اصولوں کے مکمل خلاف ہیں۔ انہوں نے پہلے تحریری طور پر خود کو عورت (مریم) قرار دیا، پھر اپنے وجود کے لیے حمل، حیض اور دردِ زہ جیسی نسوانی علامات کا دعویٰ کیا، اور آخر کار اپنی عملی زندگی میں بھی عورتوں کا مخصوص لباس (غرارہ) زیب تن کیا۔ درج ذیل میں ہم قرآن وسنت اور مرزا قادیانی کے اپنے بیانات کی روشنی میں اس کا جائزہ لیں گے۔

کیا عورت نبی ہو سکتی ہے؟

اسلامی شریعت کا یہ طے شدہ اصول ہے کہ منصب نبوت صرف مردوں کے لیے مخصوص

ہے۔ایک ایسا شخص جو عورتوں کی سی کیفیات رکھتا ہو، عورتوں جیسا لباس پہنتا ہو اور خود کو حاملہ قرار دیتا ہو، وہ مسیحِ پاک تو دور کی بات، ایک عام باوقار مرد کہلانے کا بھی حقدار نہیں رہتا۔ ہم نے اپنے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے دعووں کے تضادات کو "گھر کی گواہی" (سیرت المہدی) اور "تحریری اعترافات" (روحانی خزائن) کے ذریعے خوب واضح کیا ہے۔

نفسیاتی تجزیہ اور متوازی مطالعہ

مرزا قادیانی کے ان تمام حوالہ جات کو جب ایک ترتیب میں رکھا جائے، تو یہ محض "استعارہ" نہیں بلکہ ایک نفسیاتی الجھن (Psychological Regression) کی نشاندہی کرتے ہیں۔ جب ایک انسان اپنی صنف (Gender) سے فرار حاصل کر کے دوسری صنف کی کیفیات کو خود پر طاری کرتا ہے، تو علمِ نفسیات میں اسے ایک مخصوص کیفیت کہا جاتا ہے، لیکن مذہب کی دنیا میں اسے "خبطِ نبوت" کے ساتھ "تلبیس ابلیس" کا نام دیا جاتا ہے۔

استعارہ بمقابلہ حقیقت ایک علمی گرفت

اگر مرزا قادیانی کا دفاع کرنے والے یہ کہیں کہ یہ سب "استعارات" تھے، تو ان سے یہ سوال کیا جانا چاہیے کہ:

کیا کائنات کے کسی بھی سچے نبی نے (نعوذ باللہ) اپنی روحانی ترقی کو ظاہر کرنے کے لیے حیض یا حمل جیسی علامتیں استعمال کیں؟

قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کی پاکیزگی کے لیے "احصنت فرجھا" (جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی) کے الفاظ آئے۔ مرزا قادیانی نے اس مقام کو اپنے اوپر چسپاں کر کے نہ صرف اپنی توہین کی بلکہ اس مقدس استعارے کی روح کو بھی پامال کیا۔

صنفِ نازک کی تحقیر کا پہلو

ایک طرف مرزا قادیانی خود کو مریم کہتا ہے، لیکن دوسری طرف مخالفین (جیسے بابو الٰہی بخش) کو نیچا دکھانے کے لیے حیض کو پلیدی اور ناپاکی سے تعبیر کرتا ہے۔ یہ تضاد ظاہر کرتا ہے کہ وہ نسوانی کیفیات کو صرف اس وقت اپنا ڈھال بناتا تھا جب اسے ابن مریم بننا ہوتا تھا، ورنہ عام حالات میں وہ اسے جائے نفرت سمجھتا تھا۔

نبوت کا نمونہ اور مرزا کا عکس (تقابلی جائزہ)

انبیاء علیہم السلام کی زندگی اسوہ ہوتی ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں مردانہ وجاہت کا یہ عالم تھا کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کی ہیبت سے پسینہ آجاتا تھا۔ جبکہ مرزا قادیانی کے ہاں:

لباس: سنتِ نبوی کے بجائے "غرارہ" (نسوانی لباس)۔

کیفیت: جلالِ نبوت کے بجائے "دردِزہ" (زچگی کی تکلیف)۔

خطاب: عبداللہ کے بجائے "مریم"۔

رسالے کا حاصلِ مطالعہ

اس تمام بحث سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کا وجود اسلام کے طے شدہ اصولوں "الرجال قوامون علی النساء" (مرد عورتوں پر حاکم ہیں) کے صریح خلاف تھا۔ جو شخص اپنی صنفی شناخت (Identity) کے بارے میں اس قدر تذبذب کا شکار ہو کہ کبھی وہ مریم بن جائے، کبھی اسے حیض آنے لگے اور کبھی وہ غرارہ پہن کر گھر والوں سے ڈانٹ کھائے، وہ پوری امتِ مسلمہ کا "مسیح اور مہدی" کیسے ہو سکتا ہے؟

یہ رسالہ اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ قادیانیت کا مطالعہ صرف ان کے ظاہری عقائد کی حد تک نہ کیا جائے، بلکہ ان کے پیشوا کی ان تحریروں کو بھی دیکھا جائے جو انسانی غیرت اور

ایمانی بصیرت پر ایک سوالیہ نشان ہیں۔

مرزا قادیانی کی" مریمیت" دراصل اس کے دعوائے مسیحیت کے لیے گھڑا گیا ایک ایسا کمزور سہارا تھا جس نے خود اس کی اپنی مردانہ شخصیت کو بھی مجروح کر دیا۔

قادیانی جماعت سے ایک اصولی اور منطقی سوال

تم لوگوں کا پورا لٹریچر اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ مرزا قادیانی نے خود کو" مریم" کہا، " حاملہ" قرار دیا،" دردِ زہ" کی تکلیف کا ذکر کیا اور"حیض" جیسے خالص نسوانی الفاظ اپنی ذات کے لیے استعمال کیے۔ یہاں تک کہ اس کی عملی زندگی میں" غرارہ" پہننے کی شہادتیں بھی اس کے اپنوں نے دیں۔

اگر تم یہ کہتے ہو کہ یہ سب" استعارہ" یا" روحانی کیفیت"تھی،تو ہمارا تم سے ایک سادہ سا سوال ہے:

" جب مرزا قادیانی خود اپنے بارے میں یہ تسلیم کرتا ہے کہ وہ استعارہ کے رنگ میں مریم(عورت) بن گیا تھا،تو تم لوگ اسے (مونث) کہہ کر کیوں مخاطب نہیں کرتے؟"

اگر مریم بننا، حاملہ ہونا اور بچہ جننا (عیسیٰ بننا) ایک روحانی حقیقت تھی،تو پھر اس حقیقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم لکھتے:

☆ مرزا صاحبہ مریم بن گئی تھیں۔

☆ انہیں استعاراتی طور پر دردِ زہ ہوئی۔

☆ وہ دس ماہ تک حاملہ رہیں۔

لیکن تم ان کے لیے مرد کے صیغے استعمال کرتے ہو جبکہ وہ اپنی کیفیات"عورت" والی بیان کر رہا ہے۔ اگر صنف (Gender) کی یہ تبدیلی روحانی طور پر سچی تھی،تو پھر تمہاری زبان اور گرامر اس کی تردید کیوں کر رہی ہے؟ اور اگر یہ صرف ایک خیالی ڈھونگ

تھا، تو ایک نبی کے لیے ایسی کریہہ (ناپسندیدہ) مثالیں کیوں چنی گئیں جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے؟

یا تو مرزا قادیانی کی ان تحریروں کو باطل تسلیم کرو، یا پھر اسے اس کی اپنی بیان کردہ مریمیت کے مطابق مونث کے صیغوں سے یاد کرو۔ دونوں صورتوں میں تمہارا دعویٰ باطل ثابت ہوتا ہے۔

مرزا قادیانی کی تحاریر میں نسوانیت کا رنگ

مرزا قادیانی کے دعووں کے مطابق جب وہ مریم کی صفت میں ڈھل گیا، تو اس کا اثر صرف اس کے دعووں تک محدود نہ رہا بلکہ اس کی زبان اور قلم پر بھی وہی زنانہ پن غالب آ گیا جو عام طور پر کم ظرف اور جھگڑالو عورتوں کا شیوہ ہوتا ہے۔ انبیاء کی زبان میں جلال ہوتا ہے، گالی نہیں، وقار ہوتا ہے، کوسنے نہیں۔ مگر مرزا قادیانی کا قلم وہی زبان اگلتا رہا جو گلی محلے کی لڑائیوں میں عورتیں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرتی ہیں۔

گالیاں اور بدزبانی: ایک نسوانی کمزوری

جب عورتوں کے پاس دلیل ختم ہو جائے تو وہ بدزبانی پر اتر آتی ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے مخالفین کے لیے جو الفاظ استعمال کیے، وہ کسی بھی شریف مرد کے لیے باعثِ شرم ہیں۔

مخالفین کو ذریۃ البغایا (بدکار عورتوں کی اولاد یا کنجریوں کی اولاد) کہنا۔

علماء کو ابنائے بغایا (زناکاروں کی اولاد) کے نام سے پکارنا۔

اپنے مخالف کو کتی اور سور جیسے الفاظ سے مخاطب کرنا۔

یہ وہ زبان ہے جو عام طور پر لڑاکا عورتیں طعنہ زنی کے دوران استعمال کرتی ہیں، کسی مصلحِ وقت کی زبان ایسی سوقیانہ نہیں ہو سکتی۔

کوسنے اور بددعائیں "کوجھی" فطرت کی عکاسی

عورتوں کی لڑائی کا ایک خاص انداز کوسنے دینا ہے (یعنی بددعائیں دینا کہ تیرا یہ ہو جائے، تو مر جائے، تیری نسل ختم ہو جائے)۔ مرزا قادیانی کا سارا لٹریچر اسی قسم کے کوسنوں سے بھرا پڑا ہے۔

وہ اپنے مخالفین کے بارے میں مسلسل یہ پیشگوئیاں کرتا رہا کہ وہ میری زندگی میں مر جائے گا، اس پر طاعون آجائے گا۔

اس کا قلم دعاؤں کے بجائے بددعاؤں کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا، جو کہ ایک نفسیاتی نسوانی صفت ہے۔

طعنہ زنی اور طنزِ تشنیع

مرزا قادیانی کی تحریروں میں وہی مخصوص زنانہ طنز پایا جاتا ہے جس میں مخاطب کی تذلیل مقصود ہوتی ہے۔

مثلاً کسی کو اندھا کہنا، کسی کو پلید کہنا، یا کسی کی جسمانی خامیوں کا مذاق اڑانا۔

عربی زبان میں بدزبانی کے وہ ریکارڈ قائم کرنا جو جاہلیت کے دور کی عورتیں بھی نہیں کرتی تھیں۔

جذباتی عدم توازن (Hysteria)

عورتوں میں جذباتیت زیادہ ہوتی ہے، وہ ذرا سی بات پر آپے سے باہر ہو جاتی ہیں۔ مرزا قادیانی کے خطوط اور تحاریر میں یہی ہسٹریائی کیفیت (Hysteric condition) نظر آتی ہے۔ جب کوئی اسے آئینہ دکھاتا، تو وہ غصے میں آ کر ایسے الہامات سنانے لگتا جن میں غلاظت اور گالیوں کا عنصر نمایاں ہوتا۔

قرآن کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو گالی

نہیں دی، یہاں تک کہ دشمنوں کو بھی۔ مرزا قادیانی کا خود کو مریم قرار دینا اور پھر عملی زندگی میں عورتوں کی طرح گالیاں دینا، بدکلامی کرنا اور کوسنے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی شخصیت میں مردانہ وقار کا جنازہ نکل چکا تھا۔ یہ تمام اوصاف اس کے مریمیت کے دعوے کی عملی تصویر ہیں، کیونکہ اس نے مردوں والا حلم و بردباری چھوڑ کر عورتوں والی کج بحثی اور بدزبانی اختیار کر لی تھی۔

کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے اور کیا آج سے بیس۲۲ بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہوسکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افترا کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسٰی کی روح پھونکی گئی اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم میں سے عیسٰی بن گیا۔ اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گذر گیا مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اُسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسٰی مسیح ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہو جائے گی اس لئے گو اُس نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو۲ برس تک صفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا پھر جب اُس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے مریم کی طرح عیسٰی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے مجھے مریم سے عیسٰی بنایا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا۔ اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرِّ خفی کی مجھے خبر نہ دی حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی میرے پر نازل ہوئی اور براہین میں درج ہوئی مگر مجھے اُس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین احمدیہ میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو وہ۔۔۔ لکھنا جو الہامی نہ تھا محض رسمی تھا مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خودبخود غیب کا دعویٰ نہیں جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھا وے۔ سو اس وقت تک حکمتِ الٰہی کا یہی

تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے مگر جب وقت آ گیا تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعویٰ ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں لیکن یہ یاد ہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے اور وہ اُس زمانہ کا ہے جب کہ **خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔ پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا** فاجاء ھا المخاض الی جذع النخلة قالت یالیتنی مت قبل ھذا و کنت نسیا منسیا یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے دردِ زِہ تنہ کھجور کی طرف لے آئی یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا جنہوں نے تکفیر و توہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام و نشان باقی نہ رہتا یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعویٰ کی برداشت نہ کر سکے اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا تب اُس وقت جو کرب اور قلق نا سمجھوں کا شور و غوغا دیکھ کر میرے دل پر گذرا اُس کا اس جگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کھینچ دیا ہے اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے جیسا لقد جئت شیئا فریا۔ ما کان ابوک امرء سوء و ما کانت أمّک بغیا اور پھر اس کے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ ولنجعلہ ایة للناس ورحمة منا و کان امرا مقضیا۔ قول الحق الذی فیہ تمترون دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲ و ۱۳۔ (ترجمہ) اور لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ کیا مکروہ اور قابلِ نفرین کام دکھلایا جو راستی سے دور ہے تیرا باپ☆ اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے

☆ **نوٹ:** اس الہام پر مجھے یاد آیا کہ بٹالہ میں فضل شاہ یا مہر شاہ نام ایک سید تھے جو میرے والد صاحب سے بہت

اسلامی قربانی

۱۴

ظاہر ہے کہ یلج الجمل فی سم الخیاط اشارے کے طور پر ہے۔ اور مدراج میں سے ایک درجے کی علامت کنایہ مقرر فرمائی گئی ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقعہ پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی ہے کہ کشف کی حالت آپ پر اس طرح طاری ہوئی۔ کہ گویا آپ عورت ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے رجولیت کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لیے اشارہ کافی ہے

پس جن لوگوں کو میرا وہ رقعہ جو میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں لکھا تھا اور اس میں اپنی کشفی حالت ظاہر کی تھی میرے جنون کی دلیل نظر آتا ہے وہ اپنے ایمان کی فکر کریں اور قرآن کے الفاظ ولمن خاف مقام ربہٖ جنتٰن ومن دونھما جنتٰن پ ۲۷ ع ۱۴ کی کسوٹی پر اپنے ایمان کو پرکھیں یہاں اللہ تعالےٰ ڈرنے والے کو دو جنت عطا فرمانے کا وعدہ فرماتا ہے جس کی تعریف درمیانی فقرات ہیں۔ یعنے ان میں چشمے ہونگے۔ لولو اور مرجان ہونگے سرہانے ہونگے وغیرہ وغیرہ اخیر میں فرماتا ہے کہ ان دو جنتوں سے ورے دو جنت اور بھی ہیں یعنے جیسے مرنے کے بعد ان کو دو جنت ملیں گے ایسے ہی اسی ورلی زندگی میں بھی دو جنت ملیں گے اور الفاظ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ۔ اس کی تشریح ہے۔

اب میاں صاحب اور مولوی محمد علی صاحب مہربانی فرما کر کھول کر لکھیں کہ ان کو دو جنت کون سے حاصل ہیں۔ یوں ہی اعتراض کر دینا تو بڑا آسان ہے خود کسی صنعت کے موصوف بنکر بنا دیں۔ اب میں مختصر طور پر ان خوابوں اور کشفوں کو ظاہر کرتا ہوں جو بطور پیشگوئی ظاہر ہوئے اور ہونے والے ہیں ایک سال سے زیادہ عرصہ گذرا۔ کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پشاور کے گرد کسی مسلمان بادشاہ کی چھیڑ چھاڑ ہو رہی ہے انجام کچھ معلوم نہ ہوا تھا۔ مگر تاہم میں نے

کہ میں آپ کے افترا کی وجہ سے کسی انسانی عدالت میں آپ پر نالش نہیں کروں گا۔ سو میں کہتا ہوں کہ میں نہ صرف انسانی عدالت میں نالش کروں گا بلکہ میں خدا کی عدالت میں بھی نالش نہیں کرتا۔ لیکن چونکہ آپ نے محض جھوٹے اور قابل شرم الزام میرے پر لگائے ہیں اور مجھے ناکردہ گناہ دُکھ دیا ہے اِس لئے میں ہرگز یقین نہیں رکھتا کہ میں اس وقت سے پہلے مروں جب تک کہ میرا قادر خدا ان جھوٹے الزاموں سے مجھے بَری کر کے آپ کا کاذب ہونا ثابت نہ کرے۔ اَلَا اِنَّ لَعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن اِسی کے متعلق قطعی اور یقینی طور پر مجھ کو ۱۱؍دسمبر ۱۹۰۰ء روز پنجشنبہ کو یہ الہام ہوا۔

برمقام فلک شدہ یارب گر امیدے دہم مدار عجب۔ بعد ۱۱ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مگر بہر حال ایک نشان میری بریّت کے لئے اِس مدّت میں ظاہر ہوگا جو آپ کو سخت شرمندہ کرے گا۔ خدا کی کلام پر ہنسی نہ کرو۔ پہاڑ ٹل جاتے ہیں دریا خشک ہوسکتے ہیں موسم بدل جاتے ہیں مگر خدا کا کلام نہیں بدلتا جب تک پورا نہ ہو لے۔

اِسی طرح میری کتاب **اربعین نمبر ۴** صفحہ ۱۹ میں بابو الٰہی بخش صاحب کی نسبت یہ الہام ہے **یریدون اَنْ یروا طمثک واللّٰہ یرید ان یریک انعامہ الانعامات المتواترۃ. انت منی بمنزلۃ اولادی واللّٰہ ولیک وربک فقلنایا نار کونی بردًا** یعنی بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدا تعالیٰ تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے۔ اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔ یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے۔ اسی طرح جب انسان خدا کا ہو جاتا ہے تو جس قدر فطرتی ناپاکی اور گند ہوتا ہے جو انسان کی فطرت کو لگا ہوا ہوتا ہے اُسی سے ایک روحانی جسم تیار ہوتا ہے۔ یہی طمث انسانی ترقیات کا نتیجہ ہے۔ اِسی بناء پر صوفیاء کا قول ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو انسان کوئی ترقی نہ کرسکتا۔ آدم کی ترقیات کا بھی یہی موجب ہوا۔ اِسی وجہ سے ہر ایک نبی مخفی کمزوریوں پر نظر کر کے استغفار

اِستعمال خطاب ''تُو''

مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کبھی نہیں سُنا کہ آپ نے کبھی کسی کو ''تُو'' کے لفظ سے مخاطب کیا ہو سوائے ایک دفعہ کے جبکہ ایک شخص جو مولوی ثناء اللہ کا وکیل ہو کر آپ کے سامنے آیا اور بہت گُستاخی سے اور چالاکی سے جلدی جلدی باتیں کرتا تھا۔ حضورؑ نے ایک دفعہ اُسے ''تُو'' کے لفظ سے مخاطب کیا تھا۔

غرارہ

آخری ایّام میں حضورؑ ہمیشہ ایسے پاجامے پہنا کرتے تھے جو نیچے سے تنگ اُوپر سے کُھلے گاؤ دُم طرز کے اور شرعی کہلاتے ہیں۔ لیکن شروع میں ۱۸۹۰۔۹۵ء میں مَیں نے حضورؑ کو بعض دفعہ غرارہ پہنے ہوئے بھی دیکھا ہے۔

مَاتم میں چیخنے چلّانے سے منع فرمایا

جب صاحبزادہ حضرت مبارک احمد کی وفات ہوئی اور نعش مبارک اُوپر کے صحن میں پڑی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام حضرت بیوی صاحبہ کو الگ دوسری چھت پر لے گئے تاکہ نعش کے پاس بیٹھ کر رونے چلّانے کی تحریک نہ ہو اور دوسری عورتوں کو بھی چیخنے چلّانے سے منع فرمایا۔

حضورؑ کا دَایاں ہاتھ

حضورؑ کی دائیں کلائی (ہاتھ اور کہنی کے دَرمیان کا حصہ) کمزور تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں بچپن میں ایک دفعہ گر گیا تھا اور اس بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ تب سے اِس میں کمزوری ہے اور چیز پکڑ کر اُوپر کو زیادہ نہیں اُٹھایا جا سکتا۔ اِس واسطے چائے کی پیالی بائیں ہاتھ سے اُٹھا کر پیا کرتے تھے لیکن کھانا دائیں ہاتھ سے ہمیشہ کھایا کرتے تھے اور تحریر بھی دائیں ہاتھ سے کرتے تھے اور بظاہر کچھ معلوم نہ ہوتا تھا کہ اس ہاتھ میں کچھ کمزوری ہے یا ہڈی ٹوٹی ہوئی ہے۔

گالیوں کے اِشتہارات کا بَستہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی مخالفت میں جو گندے اِشتہارات گالیوں کے شائع ہوا کرتے تھے، اُن کو حضورؑ ایک الگ بستے میں رکھتے رہتے تھے۔ چنانچہ ایسے اشتہاروں کا ایک بڑا بستہ بن گیا تھا جو ہمیشہ آپ کے کمرے میں کسی طاق میں یا صندوق میں محفوظ رہتا تھا۔



احمدیت کی وجہ سے تنگ نہیں کیا۔

(اس روایت کے متعلق یہ بات قابل نوٹ ہے کہ اس کے راوی صاحب نے اب حضرت خلیفۃ المسیح کے منشاء کے ماتحت اپنا نام عبدالرحیم رکھ لیا ہے اور عموماً مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔)

﴿81﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب حضرت مسیح موعودؑ کو دورے پڑنے شروع ہوئے تو آپ نے اس سال سارے رمضان کے روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ دوسرا رمضان آیا تو آپ نے روزے رکھنے شروع کئے مگر آٹھ نو روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ ہوا اس لئے باقی چھوڑ دیئے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جو رمضان آیا تو اس میں آپ نے دس گیارہ روزے رکھے تھے کہ پھر دورہ کی وجہ سے روزے ترک کرنے پڑے اور آپ نے فدیہ ادا کر دیا۔ اسکے بعد جو رمضان آیا تو آپ کا تیرہواں روزہ تھا کہ مغرب کے قریب آپ کو دورہ پڑا اور آپ نے روزہ توڑ دیا اور باقی روزے نہیں رکھے اور فدیہ ادا کر دیا۔ اس کے بعد جتنے رمضان آئے آپ نے سب روزے رکھے مگر پھر وفات سے دو تین سال قبل کمزوری کی وجہ سے روزے نہیں رکھ سکے اور فدیہ ادا فرماتے رہے۔ خاکسار نے دریافت کیا کہ جب آپ نے ابتداء دوروں کے زمانہ میں روزے چھوڑے تو کیا پھر بعد میں ان کو قضاء کیا؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ نہیں صرف فدیہ ادا کر دیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جب شروع شروع میں حضرت مسیح موعودؑ کو دوران سر اور برد اطراف کے دورے پڑنے شروع ہوئے تو اس زمانہ میں آپ بہت کمزور ہو گئے تھے اور صحت خراب رہتی تھی اس لئے جب آپ روزے چھوڑتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر دوسرے رمضان تک ان کے پورا کرنے کی طاقت نہ پاتے تھے مگر جب اگلا رمضان آتا تو پھر شوق عبادت میں روزے رکھنے شروع فرما دیتے تھے لیکن پھر دورہ پڑتا تھا تو ترک کر دیتے تھے اور بقیہ کا فدیہ ادا کر دیتے تھے۔ و اللہ اعلم۔

﴿82﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعودؑ اوائل

میں غرارے استعمال فرمایا کرتے تھے پھر میں نے کہہ کر وہ ترک کروا دئے۔ اس کے بعد آپ معمولی پاجامے استعمال کرنے لگ گئے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ غرارہ بہت کھلے پائنچے کے پائجامے کو کہتے ہیں۔ (پہلے اس کا ہندوستان میں بہت رواج تھا اب بہت کم ہو گیا ہے۔)

﴿83﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ عام طور پر سفید ململ کی پگڑی استعمال فرماتے تھے جو عموماً دس گز لمبی ہوتی تھی۔ پگڑی کے نیچے کلاہ کی جگہ نرم قسم کی رومی ٹوپی استعمال کرتے تھے۔ اور گھر میں بعض اوقات پگڑی اتار کر سر پر صرف ٹوپی ہی رہنے دیتے تھے۔ بدن پر گرمیوں میں عموماً ململ کا کرتہ استعمال فرماتے تھے۔ اس کے اوپر گرم صدری اور گرم کوٹ پہنتے تھے۔ پاجامہ بھی آپ کا گرم ہوتا تھا۔ نیز آپ عموماً جراب بھی پہنے رہتے تھے بلکہ سردیوں میں دو دو جوڑے اوپر تلے پہن لیتے تھے۔ پاؤں میں آپ ہمیشہ دیسی جوتا پہنتے تھے۔ نیز بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ جب سے حضرت مسیح موعودؑ کو دورے پڑنے شروع ہوئے اس وقت سے آپ نے سردی گرمی میں گرم کپڑے کا استعمال شروع فرما دیا تھا۔ ان کپڑوں میں آپ کو گرمی بھی لگتی تھی اور بعض اوقات تکلیف بھی ہوتی تھی مگر جب ایک دفعہ شروع کر دیئے تو پھر آخر تک یہی استعمال فرماتے رہے۔ اور جب سے شیخ رحمت اللہ صاحب گجراتی ثم لاہوری احمدی ہوئے وہ آپ کے لئے کپڑوں کے جوڑے بنوا کر باقاعدہ لاتے تھے اور حضرت صاحب کی عادت تھی کہ جیسا کپڑا کوئی لے آئے پہن لیتے تھے۔ ایک دفعہ کوئی شخص آپ کے لئے گرگابی لے آیا۔ آپ نے پہن لی مگر اس کے الٹے سیدھے پاؤں کا آپ کو پتہ نہیں لگتا تھا کئی دفعہ الٹی پہن لیتے تھے اور پھر تکلیف ہوتی تھی بعض دفعہ آپ کا اُلٹا پاؤں پڑ جاتا تو تنگ ہو کر فرماتے ان کی کوئی چیز بھی اچھی نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے آپ کی سہولت کے واسطے الٹے سیدھے پاؤں کی شناخت کیلئے نشان لگا دیئے تھے مگر باوجود اس کے آپ اُلٹا سیدھا پہن لیتے تھے اس لئے آپ نے اسے اتار دیا۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب نے بعض اوقات انگریزی طرز کی قمیص کے کفوں کے متعلق بھی اسی قسم کے ناپسندیدگی کے الفاظ فرمائے تھے۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ شیخ صاحب موصوف آپ کے لئے

﴿205﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بواسطہ مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے، کہ والد صاحب عموماً غرارا پہنا کرتے تھے۔مگر سفروں میں بعض اوقات تنگ پاجامہ بھی پہنتے تھے۔خاکسار عرض کرتا ہے کہ جیسا کہ ناظرین بھی سمجھتے ہوں گے۔مرزا سلطان احمد صاحب کی سب روایات حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ شباب یا کہولت کے متعلق سمجھنی چاہئیں۔طفولیت یا بڑھاپے کی عمر کے متعلق اگر ان کی کوئی روایت ہو تو یہ سمجھنا چاہیے کہ عموماً انہوں نے وہ کسی اور سے سن کر بیان کی ہے۔کیونکہ اس زمانہ میں انکا تعلق حضرت مسیح موعود سے نہیں رہا تھا۔الا ماشاء اللہ۔

﴿206﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ میں نے مرزا سلطان احمد صاحب سے سوال کیا تھا کہ حضرت صاحب سے زیادہ تر قادیان میں کن لوگوں کی ملاقات تھی؟ مرزا صاحب نے کہا کہ ملاوامل اور شرم پت ہی زیادہ آتے جاتے تھے کسی اور سے ایسا راہ ورسم نہ تھا۔

﴿207﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مسٹر میکانکی ڈپٹی کمشنر گورداسپور قادیان دورہ پر آئے۔راستے میں انہوں نے دادا صاحب سے کہا کہ آپکے خیال میں سکھ حکومت اچھی تھی یا انگریزی حکومت اچھی ہے؟ دادا صاحب نے کہا کہ گاؤں چل کر جواب دوں گا۔جب قادیان پہنچے تو دادا صاحب نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے مکانات دکھا کر کہا کہ یہ سکھوں کے وقت کے بنے ہوئے ہیں مجھے امید نہیں کہ آپ کے وقت میں میرے بیٹے ان کی مرمت بھی کر سکیں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ سکھوں کی حکومت قدیم شاہی رنگ کے طرز پر تھی۔اب اور رنگ ہے اور ہر رنگ اپنی خوبیاں رکھتا ہے۔

﴿208﴾ **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** ۔بیان کیا مجھ سے مولوی رحیم بخش صاحب ایم۔اے نے کہ ان سے مرزا سلطان احمد صاحب نے بیان کیا کہ میں نے تحصیلداری کا امتحان ۱۸۸۴ء میں دیا تھا اس وقت میں نے والد صاحب کو دعا کیلئے ایک رقعہ لکھا تو انہوں نے رقعہ پھینک دیا اور فرمایا "ہمیشہ دنیا داری ہی کے طالب

پٹواری رشوت کے الزام میں قید ہو گیا تھا۔ ان دنوں نیکی۔ تقویٰ اور طہارت میں مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا کمال الدین صاحب اور میر عابد علی مسلمانوں میں مشہور تھے۔ مرزا کمال الدین فقیری طریقہ پر تھے۔ معلوم نہیں کہ وہ نماز کب پڑھا کرتے تھے۔ مگر مرزا غلام احمد صاحب کو ہم نے پنجوقت نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مرزا صاحب گوشہ نشین تھے۔ ہمیشہ مطالعہ اور عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ کتب کی تصانیف اور اخبار کے مضامین بھی تحریر فرماتے تھے۔ میرے ساتھ مرزا صاحب کے تعلقات دوستانہ تھے۔ آپ بڑے خندہ پیشانی سے ملنے والے۔ خوش خلق۔ حلیم الطبع۔ منکسر المز اج تھے۔ تکبّر کرنا نہ آتا تھا۔ طبیعت نرم تھی۔ خاندان کے دوسرے افراد طبیعت کے سخت اور تند تھے۔ مرزا نظام الدین اور امام الدین صاحبان کا چلن ٹھیک نہ تھا۔ نماز روزہ کی طرف راغب نہ تھے۔ تمام خاندان میں سے صرف مرزا غلام احمد صاحب کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ مرزا کمال الدین تارک الدنیا تھے۔ مرزا نظام الدین اور امام الدین میں تمام دُنیا کے عیب تھے۔ میری موجودگی میں مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی کوئی عیب نہیں کیا اور نہ کبھی مَیں نے اس وقت سُنا تھا۔ صرف ایک سکھ کو مسلمان کر دیا تھا۔ یہ عیب ہے۔ اس کے سوا مَیں نے کوئی عیب نہ دیکھا ہے اور نہ سُنا ہے۔

مرزا صاحب خوش شکل جوان تھے۔ خوبصورت اور میانہ قد کے تھے۔ سر پر پٹے تھے۔ مرزا صاحب بوقت کلام تھوڑا سا رُک جاتے تھے۔ یعنی معمولی سی لکنت تھی۔ مگر کلام کے سلسلہ میں کوئی فرق نہ آتا تھا۔ اور آپ کا رُکنا غیر موزوں نہ تھا۔ تحریر میں زبردست روانی تھی۔ صاحب قلم اور سلطان القلم تھے۔ کلام پُر تاثیر تھی۔ پیشانی کشادہ تھی۔ داڑھی چار انگشت کے قریب لمبی تھی۔ سر پر کبھی ٹوپی نہ پہنتے تھے۔ ہاں سفید پگڑی یا لنگی پہنتے تھے۔ چوغہ پہنتے تھے۔ اور گرارہ (یعنی غرارہ) بھی پہنتے تھے۔ تہہ بند بہت کم نہانے کے وقت پہنتے تھے۔ مَیں نے مرزا صاحب کو کبھی ننگے نہیں دیکھا۔ تین کپڑے ہمیشہ بدن پر رکھتے تھے مسجد میں چوغہ پہن کر آتے تھے۔ گھر کی ضروریات کا انتظام نہ خود کرتے تھے اور نہ دخل دیتے تھے۔ مرزا سلطان احمد یا ان کے بھائی وغیرہ کرتے تھے۔ مَیں نے مرزا صاحب کو کبھی بیوی کا زیور یا کپڑے بنواتے یا منگواتے نہ دیکھا نہ سُنا ہے۔ کپڑا ہمیشہ سادہ موسم کے لحاظ سے ہوا کرتا تھا۔ سردی میں کبھی سیاہ رنگ کا چوغہ استعمال

مصنف کی دیگر کتب

قادیانی کلمہ

مرزا قادیانی چور

مرزا کے 200 جھوٹ

مرزا قادیانی نامرد

قادیانی کذاب

مرزا قادیانی زانی

قادیانی توحید

قادیانی توحید

مرزا چوہڑہ

مرزا قادیانی دیوث

عقیدہ ختم نبوت

مرزا قادیانی شرابی

مرزا قادیانی اِن ہیرامنڈی

مرزا قادیانی ٹھرکی

مرزا قادیانی مسیح گالی باز

مرزا قادیانی مسیح ٹٹی موتر

مکتبہ ختم نبوت فورم

گوجرانوالہ 03247448814